إنه لقول فصل وما هو بالهزل
آیاتِ بیّنات
حصہ اکا جزو اول
نواب محسن الدولہ محسن الملک مرحوم

ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ
بحسن توفیقات حضرت مجیب الدعوات در این احسن ساعات بحسن و خوبی جزو اول از کتاب آیات مسمی بہ
حسب فرمایش معصوم علیخان ہاٹنگ پارک بھدیوان لکھنؤ
در مطبع یونائیٹڈ پریس لکھنؤ مطبوع گردید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَحَبِیْبِہٖ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ **بعد** حمد وصلوۃ کے جاننا چاہیے کہ خدائے عزوجل نے ہماری ہدایت کیواسطے اپنا محبوب پیغمبر بھیجا اور اپنا خاص کلام اسپر نازل کیا اور چراغ رہنمائی کا اسکے ہاتھ میں دیا اور اپنی کمال مہربانی سے شرک اور کفر کی تاریکی سے نکالکر ہمارے دلوں کو نور ایمان سے روشن کیا پس ایمان اور اسلام ایک ایسی اعلی نعمت ہے کہ ہم اسکا شکر ادا نہیں کرسکتے لیکن شیطان نے بعد ایمان کے اکثر مسلمانونکو بہکایا اور انکے دلونکو باطل عقیدوں سے پھر تاریک کردیا اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈالدیا کہ بہتر فرقہ گمراہ ہوگئے جنکی نسبت ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی سے خبردی تھی پس ہم لوگوں کو فقط اسلام کے نام پر خوش ہونا اور صرف توحید اور نبوت کے اقرار پر اپنے آپ کو ناجی سمجھنا نہ چاہئے بلکہ ہر عقیدے کی تحقیق کرنا اور ہر اعتقادی مسئلے کی تطبیق کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے دنیا ضرور ہی اور یہ ممکن نہیں ہی کہ جو شخص اپنے سچے اور صاف دل سے صرف اپنی نجات کی امید پر خدا کی کتاب کو دیکھے اور تعصب اور عناد کو دخل نہ دے وہ حق اور باطل میں تمیز نہ کرسکے اور ایسے حق کے طالب کو خدا گمراہی میں پڑا رکھے ہاں جو کوئی پہلے ہی سے سچائی کا طالب نہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو اور سوا مجادلے اور مکابرے کے اسے اور کچھ منظور نہو اور اپنے آبائی دین مذہب کی تقلید اپنا جانتا اور اِنَّا وَجَدْنَا اٰبَآءَنَا عَلٰٓی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ مُّقْتَدُوْنَ کہتا ہو بیشک اپنی گمراہی میں پڑا رہے گا اور اپنے دل کو باطل عقیدوں سے کبھی پاک و صاف نہ کرسکے گا بعد اس تمہید کے بندۂ گنہگار **مہدی علی ابن سید ضامن علی** غفراللہ ذنوبہ اپنے بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ منجملہ مذاہب مختلفہ مسلمانوں کے دو مذہب زیادہ جاری ہین

ایک اہلسنت و جماعت دوسرا امامیہ دونوں اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کے مذہب کو باطل کہتے ہیں اور اپنے آپ کو ناجی اور دوسرے کو ناری سمجھتے ہیں ہزاروں کتابیں تالیف ہو گئیں اور صدہا رسالے تحریر ہوئے مگر یہ جھگڑا اب تک طے نہوا جسکا جو عقیدہ تھا وہ اسپر قائم رہا بہت کم ایسے ہیں جنھوں نے حق پر نظر کر کے اپنے آبائی دین کو چھوڑا ہو اور دوسرے مذہب کو صرف اپنی نجات کے لئے اختیار کیا ہو لیکن میں اپنے خدای عزوجل کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ میں اُن چند آدمیوں میں سے ہوں جنھوں نے اپنی نجات کی اُمید پر دونوں مذہب کے اصول پر انصاف سے غور کیا اور مذہب اہل سنت کو مطابق کلام آلہی کے پاکر اور مذہب امامیہ کو اُسکے مخالف دیکھ کر اپنے آبائی دین کے چھوڑنے میں اور تمام کنبے قبیلے سے جدا ہونے میں کچھ کسی کا لحاظ و خیال نہیں کیا اور امامیہ مذہب کو جو بمصداق مصرع ع برعکس نہند نام زنگی کافور ہے کے مخالف عقائد ائمہ کرام علیہم السلام کے ہے چھوڑ کر سچا مذہب اہلسنت و جماعت کا اختیار کیا چونکہ میرے عزیز و قریب اور بھائی بھتیجے اکثر اپنے قدیم مذہب پر ہیں اور مجھے گمراہ جانتے ہیں اس لئے میں اُن پر اُن دلائل عقلی کو ظاہر کرتا ہوں جنھوں نے میرے دل کو اُن کے مذہب سے متنفر کیا اور اُن شواہد نقلی کو بیان کرتا ہوں جن کے سبب سے میں نے مذہب اہلسنت و جماعت کو اچھا جان کر اختیار کیا اسیواسطے میں یہ رسالہ اہلسنت و جماعت کے مذہب کی خوبیوں میں لکھتا ہوں خدا کرے کہ میرے اور بھائی اس کو نظر انصاف سے دیکھیں اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑیں ۔ اللھم آمین

تمہید

یہ سب پر ظاہر ہے کہ دونوں مذہب کا اصل اختلافی مسئلہ معاملہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا ہے کہ اہلسنت اُن کو اچھا جانتے ہیں اور شیعہ اُن کو بُرا سمجھتے ہیں بلکہ جس طرح پر اہلسنت اُن کو تمام امت سے مرتبہ میں اعلی و افضل اور ایمان اور اسلام میں سب سے بہتر اور کامل جانتے ہیں اسیطرح پر شیعہ اُنکو سب زبان زد برا اور خراب احتی کہ کافر اور مرتد کہتے ہیں پس درحقیقت یہی ایک مسئلہ ایسا ہے جس پر دونوں مذہب کی حقیقت اور بطلان کا مدار ہے یعنی اگر موافق اصول مذہب اہلسنت کے صحابہ کا ایمان اور اسلام میں کامل ہونا اور مرتے دم تک اُنکا اُسپر ثابت قدم رہنا ثابت ہوگیا تو بلاشبہ سنیوں کا مذہب حق اور شیعوں کا مذہب باطل ورنہ اگر برخلاف اُسکے اُنکا کافر اور مرتد ہونا (نعوذ باللہ من ذلک) معلوم ہوا تو شیعوں کا مذہب سچا اور سنیوں کا مذہب جھوٹا ہے اسواسطے ہم اول صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہیں پھر خلافت راشدہ کو ثابت کرینگے پھر جواب مطاعن کا جو صحابہ کی نسبت امامیہ کرتے ہیں دینگے ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ نبیہ وحبیبہ سید المرسلین محمد وآلہ
واصحابہ وازواجہ وامتہ اجمعین بعد حمد وصلوٰۃ کے جاننا چاہیے کہ خدائے عزوجل نے
ہماری ہدایت کیواسطے اپنا محبوب پیغمبر بھیجا اور اپنا خاص کلام اسپر نازل کیا اور چراغ رہنمائی کا اُسکے ہاتھ
میں دیا اور اپنی کمال مہربانی سے شرک اور کفر کی تاریکی سے نکالکر ہمارے دلوں کو نور ایمان سے روشن کیا پس
ایمان اور اسلام ایک ایسی اسکی نعمت ہے کہ ہم اُسکا شکر ادا نہیں کر سکتے لیکن شیطان نے بعد ایمان کے اکثر مسلمانوں کو
بہکایا اور اُنکے دلونکو باطل عقیدوں سے پھر تاریک کر دیا اور مسلمانوں میں ایسا تفرقہ ڈال دیا کہ بہتر فرقہ
گمراہ ہو گئے جنکی نسبت ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پہلے ہی سے خبر دی تھی پس ہم لوگوں کو
فقط اسلام کے نام پر خوش ہونا اور صرف توحید اور نبوت کے اقرار پر اپنے آپ کو ناجی سمجھنا نہ چاہیے بلکہ ہر
عقیدے کی تحقیق کرنا اور ہر اعتقادی مسئلے کی تطبیق کتاب اللہ اور کتاب الرسول سے دنیا ضرور ہے اور یہ
ممکن نہیں ہے کہ جو شخص اپنے سچّے اور صاف دل سے صرف اپنی نجات کی امید پر خدا کی کتاب کو دیکھے اور تعصب
اور عناد کو دخل نہ دے وہ حق اور باطل میں تمیز نہ کر سکے اور ایسے حق کے طالب کو خدا گمراہی میں پڑا رکھے ہاں جو کوئی
پہلے ہی سے سچائی کا طالب نہو اور مذہبی تعصب میں گرفتار ہو اور سوا مجادلے اور مکابرے کے اُسے اور کچھ
منظور نہو اور اپنے آبائی دین مذہب کی تقلید اسپر جانتا اور اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰی اُمَّۃٍ وَّاِنَّا عَلٰی آثَارِھِم
مُقْتَدُوْنَ کہتا ہو بیشک اپنی گمراہی میں پڑا رہیگا اور اپنے دل کو باطل عقیدوں سے کبھی پاک و صاف
نہ کر سکیگا بعد اس تمہید کے بندہ گنہگار **مہدی علی ابن سید ضامن علی** غفر اللہ ذنوبہ
اپنے بھائیوں کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ منجملہ مذاہب مختلفہ مسلمانوں کے دو مذہب زیادہ جاری ہیں

ایک اہلسنت وجماعت دوسرا امامیہ دونوں اپنے مذہب کو حق اور دوسرے کے مذہب کو باطل کہتے ہیں اور اپنے آپ کو ناجی اور دوسرے کو ناری سمجھتے ہیں ہزاروں کتابیں تالیف ہوگئیں اور صدہا رسالے تحریر ہوئے مگر یہ جھگڑا اب تک طے نہوا جسکا جو عقیدہ تھا وہ اسپر قائم رہا بہت کم ایسے ہیں جنھوں نے حق پر نظر کرکے اپنے آبائی دین کو چھوڑا ہوا ور دوسرے مذہب کو صرف اپنی نجات کے لئے اختیار کیا ہو لیکن میں اپنے خدائے عزوجل کا ہزار ہزار شکر کرتا ہوں کہ میں اُن چند آدمیوں میں سے ہوں جنھوں نے اپنی نجات کی امید پر دونوں مذہب کے اصول پر انصاف سے غور کیا اور مذہب اہل سنت کو مطابق کلام الٰہی کے پاکر اور مذہب امامیہ کو اُسکے مخالف دیکھکر اپنے آبائی دین کے چھوڑنے میں اور تمام کنبے قبیلے سے جُدا ہونے مین کچھ کسی کا لحاظ و خیال نہیں کیا اور امامیہ مذہب کو جو بمضمون اس مصرع ع برعکس نہند نام زنگی کافور ہے مخالف عقائد ائمہ کرام علیہم السلام کے ہے چھوڑکر سچا مذہب اہلسنت وجماعت کا اختیار کیا چونکہ میرے عزیز و قریب اور بھائی بھتیجے اکثر اپنے قدیم مذہب پر ہین اور مجھے گمراہ جانتے ہین اس لیئے مین اُن پر اُن دلائل عقلی کو ظاہر کرتا ہون جنھون نے میرے دل کو اُن کے مذہب سے متنفر کیا اور اُن شواہد نقلی کو بیان کرتا ہون جن کے سبب سے مین نے مذہب اہلسنت وجماعت کو اچھا جان کر اختیار کیا اسیواسطے میں یہ رسالہ اہلسنت وجماعت کے مذہب کی خوبیون میں لکھتا ہون خدا کرے کہ میرے اور بھائی اس کو نظر انصاف سے دیکھین اور اپنے باطل عقیدوں کو چھوڑین۔ اللّٰھم امین۔

تمہید

یہ سب پر ظاہر ہے کہ دونون مذہب کا اصل اختلافی مسئلہ معاملہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کا ہے کہ اہلسنت اُن کو اچھا جانتے ہیں اور شیعہ اُن کو بُرا سمجھتے ہیں بلکہ جس طرح پر اہلسنت اُن کو تمام امت سے مرتبہ مین اعلی و افضل اور ایمان اور اسلام میں سب سے بہتر اور کامل جانتے ہیں اسیطرح پر شیعہ انکو سب سے زیادہ تر برا اور بدتر جانتے ہیں کہ کافر اور مرتد کہتے ہین پس درحقیقت یہی ایک مسئلہ ایسا ہے جس پر دونون مذہب کی حقیقت اور بطلان کا مدار ہے یعنی اگر موافق اصول مذہب اہلسنت کے صحابہ کا ایمان اور اسلام میں کامل ہونا اور مرتے دم تک انکا اسپر ثابت قدم رہنا ثابت ہوگیا تو بلاشبہ سنیون کا مذہب حق اور شیعون کا مذہب باطل ورا گر برخلاف اُسکے اُنکا کافر اور مرتد ہونا (نعوذ باللہ من ذالک) معلوم ہوا تو شیعون کا مذہب سچا اور سنیونکا مذہب جھوٹا ہے اسواسطے ہم اول صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہیں پھر خلافت راشدہ کو ثابت کرین گے پھر جواب مطاعن کا جو صحابہ کی نسبت امامیہ کرتے ہین دین گے۔

دلائل عقلی صحابہ کی فضیلت مین

پہلی دلیل

یہ بات سب جانتے ہین کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خدا نے عرب مین مبعوث کیا اور مکہ معظمہ مین اوّل اوّل حضرت کو اظہار نبوت کا حکم دیا تو اُسوقت میں سب لوگ کافر اور مشرک تھے اور آپ کے عزیز اور قریب اور رشتہ دار اور بھائی بند اس خبر کو سنتے ہی آپکے دشمن ہو گئے تھے اور آپ کی تکذیب کرتے تھے کوئی مجنون کہتا تھا کوئی دیوانہ تبلاتا تھا (نعوذ باللہ من ذالک) اور چھ برس تک باوجود دعوت اور اظہار معجزات کے صرف چند آدمی جو چالیس سے کم تھے مسلمان ہوئے مگر چھ برس کے بعد کسی قدر جماعت مسلمانونکی ہو گئی اور دعوت عام اسلام کی علانیہ ہونے لگی اور ارکان دین کو حضرت نے علی رؤس الاشہاد ظاہر کرنا شروع کیا تب اہل مکہ نے یہانتک تکلیف اور ایذا دینی شروع کی کہ آخر کار مکہ چھوڑنا اور مدینے کو ہجرت کرنا پڑا اور بعدہ آہستہ آہستہ دین اسلام کی ترقی ہونی شروع ہوئی اور پھر اسقدر جلد اسلام پھیلا کہ چند سال کے عرصے مین سیکڑون سے ہزارونکی اور ہزاروں سے لاکھون کی نوبت آگئی اور جماعت کی جماعت اور فوج کی فوج خدا کے دین مین داخل ہو گئی پس غور کرنے کا مقام ہے کہ جن لوگون نے ابتدائے دعوت مین اسلام قبول کیا اور سب سے پہلے پیغمبر صاحب کے کہنے کو سچ جانا اور اوّل ہی اوّل آپکی نبوت کی تصدیق کیا اور بلا توقف بلا تامل کلمۂ شہادت پڑھا اور بغیر صلاح اور مشورے اپنے عزیزون اور رشتہ دارونکے اپنے قدیمی دین کو چھوڑ دیا اور اپنے بھائی بندوں سے علٰحدہ ہو کر اول ہی اول آپ کا دامن رحمت پکڑا اور اپنے دوست آشناؤن سے مخالفت کر کے غاشیۂ طاعت نبوی اپنے دوش پر رکھا تو ایسے لوگون کے اسلام کا جو ایسے نازک وقت مین اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ کر نئے دین میں آئے کوئی نہایت قوی سبب ہوگا ورنہ یہ بات سب جانتے ہین کہ اپنے قدیمی دین کا چھوڑنا اور نیا دین اختیار کرنا نہایت ہی مشکل ہوتا ہے اور اپنے عیش و آرام کا ترک کرنا اور مصیبت اور ایذا مین پڑنا اور تکلیفین اٹھانا بلا کسی خاص سبب کے کسی کو گوارا نہیں ہوتا پس اگر ہم ان اسباب کو سوچین جن سے اول اول صحابہ نے ایمان قبول کیا تو صرف دو سبب معلوم ہوتے ہیں یا دین کی خواہش اور نجات کی امید یا دنیا کی طمع اور مال و دولت کا لالچ اگر پہلے سبب کو ہم تسلیم کرین اور اس امر کو مانین کہ صحابہ نے اپنی نجات کی امید پر دین اسلام قبول کیا تھا اور صرف خدا کی رضامندی کے لئے اپنے گھر بار کو چھوڑا تھا تو ہمارے فہم میں کبھی یہ بات نہیں آتی کہ پھر ایسے لوگ کسی وقت میں اُس دین سے پھر گئے ہون اور کبھی انھون نے اس نعمت کو جو انکو ایمان اور اسلام کے ساتھ تھی دل سے نکال دیا ہو بلکہ ہم یقین۔

کر سکتے ہیں کہ جن لوگون نے صرف خدا کی رضا حاصل کرنیکے لئے اسلام کو مصیبت اور تکلیف کیوقت مین اختیار کیا ہوگا اور برسون اُسکے پیچھے رنج اور دُکھ اٹھائے ہون گے وہ کبھی اُس دین سے نہ پھرے ہونگے بلکہ مرتے دم تک اسپر ویسے ہی ثابت قدم رہے ہون گے اور اگر ہم دوسرے سبب پر نظر کرین کہ وہ لوگ دنیا کی طمع اور مال و دولت کے لالچ سے مسلمان ہوئے ہون تو یہ ایسی بات ہے کہ جس کی نسبت ہم فرضی خیال بھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی شخص جسکو ذرا ایمان اور عقل اور شرم کا پاس ہوگا اس امر کو خیال کر سکتا ہے اسلئے کہ ابتدائے اسلام میں جو کچھ دنیا کی طمع تھی وہ ظاہر جو کچھ مال اور دولت کی حرص تھی وہ معلوم پس ثابت ہوا کہ صحابہ کا ایمان لانا اور مسلمان ہونا صرف نجات آخرت کی امید پر تھا اور جب اُس امید پر ایمان لانا انکا ثابت ہوا تو پھر اُس سے پھرنا اُن کا غیر ممکن تھا۔

دوسری دلیل

جب کہ ہم خلفاء راشدین اور مہاجرین و انصار کی حالت پر نظر کرتے ہین اور اُن کے چال چلن پر خیال کرتے ہین تو اُس سے ہمکو یقین کامل ہوتا ہے کہ وہ قدم بقدم اپنے پیغمبر کے چلتے تھے اور حرص و ہوا کو کسی کام مین دخل نہ دیتے تھے اور شب و روز خدا اور اُس کے رسول کی رضا کے طالب رہا کرتے تھے انکے دشمن بھی اس سے انکار نہین کر سکتے کہ انھوں نے حضرت کی رفاقت کا حق نہایت خوبی سے ادا کیا اور اپنی جانون اور مالون کو نہایت خوشی سے حضرت پر فدا کیا کون سی مصیبت رہ گئی کہ جو کفار نے انکو نہین دی کون سی تکلیف باقی رہ گئی کہ مشرکین نے اُنکو نہین پہونچائی جب کفار نے پیغمبر خدا کو ستانا اور ایذا دینا شروع کیا اوسوقت اصحاب نبی نے کیسی حمایت اور رفاقت کی اور دعوت اسلام مین کیسی سعی تبلیغ فرمائی جب عرب عامۃً اور قریش خاصۃً حضرت صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ایذا دہی پر مستعد ہوئے اسوقت ❊ یاران وے خود را بہر وے ساختہ از مشرب عشق چہ بادہ ہا کہ نہ خوردند وچہ مصیبتہا کہ نہ کردند ہرگاہ کہ آنجناب بہجرت و جہاد مامور شد صحاب شدے در مقابلہ کفار چہ رنجہا کہ نہ کشیدند وچہ غمہا کہ نہ چشیدند ❊ پس اگر خدا اور اُس کے رسول کی محبت ان لوگون کو نہ تھی تو کیون اپنی جانون اور مالون کو تلف کرتے تھے اور کیون سختیان اور مصیبتین اپنے اوپر اُٹھاتے تھے سوچنا چاہیئے کہ مہاجرین کو کس کے عشق نے گھرون سے نکالا اور انصار کو کس کی محبت نے دیوانہ کیا آخر **شعر**

رنگین کہ کرد جیب مژگانم این چنین ❊ لعل فم گہر کہ ریخت بدامانم این چنین

مین حضرات شیعہ سے پوچھتا ہون کہ صحابۂ کبار اور مہاجرین و انصار مصیبت اور رنج کیوقت مین حضرت کے شریک ہوئے یا نہین اور مال اور جان اور عزت اور آبرو کو آپ پر نثار کیا یا نہین حضرت کے پیچھے انھوں نے اپنے عزیزون اور قریبون کو چھوڑا یا نہین اسلام کے پھیلانے مین انھون نے تکلیف اور ایذا پائی

یا نہین پس یا ایسی بدیہیات سے انکار کیجیے یا اقرار چونکہ انکار کر ہی نہیں سکتے اسلیئے لازم آیا کہ اقرار کرین اور
اگر اُنکی محنتون اور کوششون کا اقرار کرین تو پھر ذرا انصاف بھی کرین کہ جسکے پیچھے اُنھون نے یہ تکلیفین گوارا
کی ہونگی اُسکی نگاہ مین کیا کچھ بھی قدر و منزلت اُنکی نہو گی اور جسکی خاطر اُنھون نے اپنے گھر بار کو چھوڑا ہو گا اُسکے
دلمین کیا کچھ بھی محبت اُنکی نہو گی اسے یارو تمکو علی مرتضی ہی کی قسم ہے کہ اگر مصیبت کے وقت مین کوئی تمھارا شریک
ہو اور دکھ درد کی حالت مین کوئی تمھارا ساتھ دے اور اپنے بھائی بندون کو چھوڑ کر تمھارے ہمراہ ہو دے اور اپنی جان
و مال کو تمھارے پیچھے ضایع کرے تو تمھاری نگاہ میں اُسکی کچھ عزت اور تمھارے دلمین اُسکی کچھ محبت ہو گی
یا نہین اگر ہووے تو وہی مہاجرین و انصار کی نسبت حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف سے سمجھو اور
انصاف کرو کہ جسوقت لوگ چارون طرف سے یا ساحر یا مجنون کہکر آپ کا دل دکھاتے ہونگے اُسوقت جو لوگ
یا رسول اللہ اور یا حبیب اللہ کہکر آپ کو پکارتے ہونگے اور جب کہ خویش و اقارب آپکے آپکو ستاتے اور
تکلیفین دیتے ہونگے اُسوقت جو لوگ اپنا سینہ سپر کر دیتے اور حضرت کو بچاتے ہونگے اُنکی اس اعانت کی کیا
کیا کچھ قدر و منزلت آپکے نزدیک ہوتی ہو گی اسے یارو اگر انصاف کی آنکھ بند نہ کرو تو صحابہ کرام کے مرتبون
کی کوئی انتہا نہین ہے کون شخص اس دنیا مین ایسا ہے کہ اب اُنکے مرتبے پر پہنچے اور اُنکا سا درجہ پا سکے کہان
ہیں اب رسول خدا کہ دعوت کرین اور اُنکے کنبے قبیلے کے لوگ اُنکو جھٹلا دین اور ہم مین سے کوئی سامنے
آکر صدقت یا رسول اللہ کہکر آپکے دل کو خوش کرے کہان ہے وہ وقت کہ پیغمبر خدا ہجرت کرین اور غار مین
جا کر چھپین اور کوئی ہم مین سے اُسوقت ساتھ ہووے اور یار غار کہلاوے کہان ہے وہ زمانہ کہ فقرا مہاجرین
کو لیکر حضرت مدینے مین پہنچین اور مدینے والے اپنے اوپر مصیبت گوارا کر کے اُنکو اپنے گھرون میں ٹھہرا دین اور
انصار کہلاوین کیا اب پھر وہ دن مل سکتے ہین کہ پیغمبر خدا بدر کی لڑائی پر جاوین اور ہم لوگ حضرت کے
ساتھ ہون اور ہماری مدد کے لئے خدا ملائکہ کو بھیجے اور لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ کہکر اپنی رضامندی ظاہر
فرماوے اسے بھائیو وہ زمانہ گذر گیا وہ وقت باقی نہین رہا جنکو یہ نعمت ملنے والی تھی اُنکو مل گئی جنکو
یہ دولت حاصل ہونیوالی تھی اُنکو حاصل ہو چکی جو لوگ مہاجرین مین داخل ہونیوالے تھے وہ مہاجرین
مین داخل ہو گئے جو انصار مین شامل ہونے والے تھے وہ انصار مین شامل ہو چکے
اب ہزار جان و مال کو کوئی نثار کرے مگر وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ کی فضیلت پا نہین سکتا تمام جہان کی دولت کوئی لٹا دے مگر اصحاب بدر یا
یاران بیعت الرضوان مین داخل نہین ہو سکتا ان دولتون کو لینے والے لے گئے ان نعمتونکو
لوٹنے والے لوٹ لے گئے ۔ شعر ۔

حریفاں بادہا خوردند و رفتند　　تہی خمخانہا کردند و رفتند

اَے یارو جن لوگون نے بلاواسطہ پیغمبر خدا سے تعلیم پائی اور جن شخصون نے خود صاحب شریعت سے ہدایت حاصل کی کیونکر تمھارے دل میں انکی محبت اور تمھاری نظر میں اُنکی قدر و منزلت نہیں ہے کیا تمھاری عقل اسکو قبول کرتی ہی کہ اُن ہزارون لاکھون آدمیون مین جو برسون پیغمبر صاحب کی صحبت اور رفاقت مین رہے کسی کے دل پر ایمان کا کامل اثر نہوا اور اُن بیشمار آدمیون مین جو نمازون اور جہادون مین حضرت کے شریک رہے کوئی اسلام پر ثابت قدم نہ رہا باوجودیکہ حضر اور سفر مین آپکے ہمراہ رہے شب و روز اپنے کانون سے وعظ و نصیحت سنتے رہے اپنی آنکھون سے جبرئیل کا آنا وحی کا لانا دیکھتے رہے لیکن اپنے نفاق اور کفر سے (والعیاذ باللہ منہ) باز نہ آئے گو کہ حضرت نے طرح طرح کے معجزے انکو دکھلائے انواع اقسام کی دعائین انکے حق مین فرمائین لیکن نہ کسی معجزے کا اُنپر اثر ہوا نہ کوئی دعا اُنکے حق مین مقبول ہوئی بھلا انصاف کرو کہ کوئی مسلمان ایسا عقیدہ رکھیگا اور اپنے پیغمبر کی شان کو داغ لگائیگا اور اُسکے تمام شاگردون اور کل مریدونکو کافر اور مرتد کہیگا ذرا تو سوچو کہ اگر کسی عالم کے تمام شاگرد جاہل رہین اور کسی امیر کے مصاحب سب کے سب بدچلن ہون اور کسی ولی کے مرید کلھم اجمعین فاسق فاجر ہون تو کیا اس سے کچھ بدظنی اُس عالم اور اس امیر اور اُس ولی کی نسبت لوگون کو نہوگی بیشک ضرور ہوگی پس اسی طرح پر تمام صحابہ کے کفر اور ارتداد پر اعتقاد رکھنا درپردہ حضرت کی نبوت مین داغ لگانا ہے (ونعوذ باللہ من ذٰلک)۔

تیسری دلیل

اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوے کہ لوگ توحید سے منکر ہوگئے تھے عبادت اور استعانت مین شرک کرنے لگے تھے معاد پر یقین نہ رکھتے تھے عبادت کے طریقون کو بھول گئے تھے دین ابراہیمی مین تحریفین کرنے لگے تھے جانورون کیطرح آپس مین لڑتے اور وحشیون کے مانند باہم جھگڑتے تھے علم اور حکمت سے بے بہرہ ہوگئے تھے اخلاق حسنہ کو چھوڑ کر جاہلانہ رسمون کے پابند ہوگئے تھے چنانچہ اللہ جل شانہ نے توحید کے بتلانے شرک کے چھڑانے عبادت کے طریقے سکھلانے دین ابراہیمی کے جاری کرنے اخلاق حسنہ کی تعلیم دینے کے لیے حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو نبوت اور رسالت کا مرتبہ دیا اور تمام بنی آدم کی ہدایت کا بار آپکے اوپر رکھا اور چونکہ بعد حضرت کے خدا کو دوسرا نبی بھیجنا منظور نہ تھا اور سلسلہ نبوت کا آپ کی ذات پہ ختم کرنا منظور تھا اس لیئے جو فضائل اور کمالات اور معجزات جدا جدا اور انبیا علیہم السلام کو دیئے گئے تھے وہ سب حضرت کو دیے گئے اور جو طریقے ہدایت اور تعلیم کے علیحدہ علیحدہ اور پیغمبرون کو سکھلائے گئے تھے وہ سب حضرت کو سکھلائے گئے بلکہ اس نظر سے

کہ کوئی فرقہ کوئی گروہ آپکے فیضان نبوت سے محروم نہ رہے اور آپ کی ہدایت اور تعلیم مثل بعض اور نبیون کے
بے اثر ہو جاسے اور کسی کو کوئی عذر ایمان اور اسلام لانے پر باقی نہ رہے اور کسی کو موقع آپ کی نبوت کے
انکار کرنے کا نہ ملے وہ معجزات حضرت کو دیئے گئے جو اور کسی نبی کو نہین دیئے گئے اور اُن اُن باتونکی
اجازت آپکو دی گئی کہ اور کسی پیغمبر کو نہین دی گئی اسی واسطے آپکی ہدایت کا اثر جلد اور کامل ہوا اور کچھ
ایک ہی ذریعے سے نہیں بلکہ مختلف ذریعون سے لوگون نے ایمان کو قبول کیا جو لوگ فصحا اور بلغا
مشہور تھے وہ قرآن مجید کی فصاحت دیکھکر قائل ہو گئے اور جو لوگ علم اور حکمت کا دعوی کرتے تھے
وہ آپ کی تعلیم حکیمانہ دیکھکر معتقد ہوگئے جو اشخاص معجزے کے طالب تھے وہ معجزات دیکھکر ایمان لائے
جو لوگ شجاعت اور مردانگی مین مشہور تھے وہ میدان جنگ میں مقابلے کی تاب نہ لاسکے آخر مغلوب
ہوکر مطیع بن گئے اور جو غرض اللہ جل شانہ کی آپکی نبوت سے تھی کہ دین اسلام تمام دنیا مین پھیل جاے
اور سب باطل دینون پر غالب ہو جاے وہ حاصل ہو گئی لیکن یہ فائدہ جو بعثت نبوی سے ہوا صرف
اہل سنت کے اصول کے مطابق ثابت ہوتا ہے اور موافق اصول مذہب شیعہ کے ہرگز ثابت نہین
ہوتا اس لیئے کہ جو لوگ حضرت کے سامنے ایمان لائے جب اُنکی نسبت یہ اعتقاد کیا جائے کہ وہ ایمان اور
اسلام مین کامل تھے اور دل سے حضرت کی نبوت کے معتقد تھے اور مرتے دم تک اسپر ثابت قدم رہے
تو یہ امر البتہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ حضرت کی ہدایت سے جو غرض تھی وہ حاصل ہوگئی مگر جب کہ اُن لوگون کی
نسبت یہ گمان کیا جاے کہ وہ ظاہر مین مسلمان تھے اور باطن مین (عیاذاً باللہ) کافر یا حضرت کی وفات
کے بعد ہی مرتد ہو گئے تو کس کے موُنھہ سے یہ بات نکل سکتی ہو کہ حضرت کی ہدایت سے کچھ فائدہ ہوا حقیقت
یہ ہے کہ جو اعتقاد شیعون کا بہ نسبت صحابہ کے ہے اُس سے الزام آپ کی نبوت پر آتا ہے اور سننے والے کو
مذہب اسلام پر شبہہ ہوتا ہے اِس لیئے کہ جب کوئی اِس امر پر یقین کرے کہ جو لوگ حضرت پر ایمان لائے
اُنکے دلون پر کچھ اثر ایمان اور اسلام کا نہ تھا اور وہ صرف ظاہر مین مسلمان اور (عیاذاً باللہ) باطن مین
کافر تھے یا حضرت کے انتقال کرتے ہی وہ اُس سے پھر گئے وہ حضرت کی نبوت کی تصدیق کر نہین سکتا
اور کہہ سکتا ہے کہ اگر حضرت سچے نبی ہوتے تو کچھ نہ کچھ اُنکی ہدایت مین تاثیر ہوتی اور کوئی نہ کوئی دل سے
اُنپر ایمان لایا ہوتا اور منجملہ ہزارون لاکھون آدمیون کے جو اُنپر ایمان لائے سو دو سو آدمی تو ایمان پر ثابت
قدم رہتے اگر صحابہ کرام تمھارے عقائد باطلہ کے موافق اسلام اور ایمان مین کامل نہ تھے تو پھر وہ لوگ کون سے
ہین جن پر حضرت کی ہدایت کا اثر ہوا اور وہ لوگ کتنے ہین جنکو حضرت کی نبوت سے فائدہ ہوا اگر اصحاب
رسول سوائے معدودے چند کے بقول تمھارے سب کے سب (عیاذاً باللہ) منافق اور مرتد تھے تو دین اسلام

کو کسنے قبول کیا اور پیغمبر صاحب کی تعلیم اور تلقین سے کسکو نفع پونہچا کن لوگون نے حضرت کے کہنے سے شرک چھوڑکر توحید پر اعتقاد کیا کن شخصون نے عبادت کے طریقون کو سیکھا کس گروہ نے دین محمدی کو جاری کیا کس فرقے نے ایمان کو پھیلایا اَے یارو تمکو تو اسلام کا نام لینا اور پیغمبر صاحب کی نبوت کا اقرار ظاہری بھی کرنا نہ چاہیئے اگر پیغمبر صاحب پر ایمان لانیوالون مین سے سو دو سو ہزار دو ہزار کو تم کافر کہتے یا اُن لوگون کو جو بعد غلبہ اسلام کے مسلمان ہوئے تم منافق جانتے تو صبر آتا مگر افسوس تو اسی بات پر آتا ہے کہ تم اُنھیں لوگوں پر اعتراض کرتے ہو جو سب سے پہلے ایمان لائے اور اُنھیں کو منافق تبلاتے ہو جنھون نے خدا کے دین کو جاری کیا اور اُن ہزارون لاکھون آدمیون مین سے جو حضرت پر ایمان لائے تھے سوائے چار چھ شخصون کے کسی کو اچھا نہین کہتے ہو بھلا کیونکر ایسے عقیدے پر تعجب نہ آوے اور کیون کر تمھاری اس گمراہی پر افسوس نہووے ✤

چوتھی دلیل

ہم لوگ کیا شیعہ اور کیا سنی پیغمبر صاحب کی زیارت کو افضلترین سعادت اور بہترین قربات سے سمجھتے ہین اور چونکہ اب زمانہ آپ کی حیات کا نہین ہے اس لیئے آپ کی قبر مبارک کے دیکھ لینے کو اور آپکے روضہ انور کی خاک آنکھونمین لگانے کو غنیمت جانتے ہین اور اسیکو بہترین سعادت سمجھتے ہین اور اگر کوئی شخص خواب مین آپ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے تو وہ بڑے بزرگون مین شمار کیا جاتا ہے اور حقیقت میں جب تک کوئی شخص نہایت ہی نیک اور مخلص اور پرہیز گار نہین ہوتا وہ خواب مین بھی سعادت زیارت سے مشرف نہین ہو سکتا پس نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہم اُن لوگونکی بزرگی اور فضیلت کا کچھ بھی اعتقاد نکرین جو برسون حضرت کی زیارت کرتے رہے اور رات دن آپکی صحبت مین حاضر رہے اور ہر لحظہ اور ہر ساعت آپکے دیدار سے مشرف ہوے اور ہمیشہ آپ سے ہم کلام رہے اور نہ صرف زیارت اور صحبت کی سعادت پائی بلکہ حضرت کے غم اور خوشی مین شریک رہے اور آپ کی یاری اور مددگاری اعلائے کلمۃ اللہ مین کرتے رہے **ابیات**

از وطنها مهاجرت کردند بہر الہا مصابرت کردند در سفر ہمرکاب او بودند
در حضر ہم خطاب او بودند ہمہ آثار وحی دیدہ ازو ہمہ اسرار دین شنیدہ ازو
با نبی در شدائد و اہوال بذل ارواح کردہ و اموال پایۂ دین بلند از ایشان شد
کار شرع احمد بلند از ایشان شد رضی اللہ عنہم از سوی حق بہر ایشان بشارت مطلق

غرضکہ صرف زیارت اور صحبت ہی حضرت سید الانبیا علیہ التحیۃ والثنا کی ایسی فضیلت ہے کہ کوئی بزرگی اسکو نہین پاتی نہ کہ جب اسکے ساتھ اور فضائل ذاتی بھی صحابہ میں موجود ہون تو پھر اُن کے

مراتب اور مدارج کی کیا انتہا ہے +

پانچوین دلیل

اس امر کو سب مسلمان تسلیم کرتے ہین کہ مکہ اور مدینہ اسلام کی ابتدا اور ترقی کے مقام ہین اور انھین دو جگھون کو سب دنیا سے بڑھکر عزت ہے ایک خدا کا گھر اور رسول کا مولد ہے دوسرا حضرت کا شہر اور آپکا مدفن ہے مکہ معظمہ مین بنیاد اسلام کی قائم ہوئی اور مدینہ منورہ مین اُسکی ترقی ہوئی اور ان دونون جگھون کی بزرگی ایسی ہے کہ کبھی کوئی مذہب باطل اُنمین پھر جاری نہوگا اور دجال ملعون کا بھی گذر اُنمین نہوگا پس ہمکو غور کرنا چاہیئے کہ ان دونون شہرون کے رہنے والے ابتک صحابہ کی نسبت کیسا اعتقاد رکھتے ہین جو کچھ اُنکا اعتقاد ہو اُسی کو اصل ایمان سمجھنا چاہیئے پس خدا کے فضل سے اُن دونون شہرون کے رہنے والے بلکہ تمام عرب کے باشندون کا جو اعتقاد صحابہ کی نسبت ہے وہ ظاہر ہے اگر ہم موافق شیعون کے یہ کہین کہ وہ سبکے سب گمراہ ہیں اور باطل اعتقاد پر اب تک قائم ہین تو اس سے اصل مذہب اسلام پر بڑا الزام آتا ہے کیونکہ خداوند عالم نے جہان اپنے نبی کو پیدا کیا اور جہان اپنے پیغمبر کا مدفن بنایا اور جن جگھون کو عرش و کرسی کے برابر رتبہ دیا اور جہان سے اسلام اور ایمان جاری کیا انھین جگھون کے رہنے والون کو خدا نے ابتک باطل اعتقاد پر قائم رکھا اور اُن لاکھون کرورون آدمیون کو جو اس تیرہ سو برس کے عرصے مین وہان پیدا ہوے اور وہان رہے گمراہ رکھا اور گمراہی پر اُنکا خاتمہ کیا اور ایک مومن کا گذر بھی وہان نہونے دیا اور ابتک خداے عزوجل کو وہی اصرار ہے کہ انھیں بد اعتقادون سے مکہ اور مدینہ بھرا ہوا ہے اور وہی گمراہی اور ضلالت ابتک تمام عرب مین پھیلی ہوئی ہے اور باوجود گذر جانے ہقدر عرصہ دراز کے اب بھی کوئی مومن پاک بغیر تقیہ کے وہان جانے نہیں پاتا اور اپنے ایمان اور اعتقاد کو بخوف اپنی عزت اور جان کے ظاہر نہین کرسکتا قیامت تو قریب آگئی اس دنیا کے ختم ہونے کے دن نزدیک ہوگئے لیکن خدا اُن ظالمون اور بد اعتقادون سے اپنے گھر اور اپنے رسول کے گھر کو پاک نہین کرتا اور مومنین سے اُن شہرون کو آباد نہین فرماتا اور گمراہونکو ایسی پاک جگھون سے نہین نکالتا اگرچہ جسقدر زمانہ نبوت کا دور ہوتا گیا اور اسلام مین ضعف آتا گیا مذہب شیعون کا ترقی پاتا گیا اور اُنکے عقائد باطلہ کو رواج ہوتا گیا اور اکثر شہرون اور ملکون مین اُنکی حکومت بھی ہوگئی اور بادشاہت اور سلطنت بھی نصیب ہوئی لیکن بااینہمہ مکہ اور مدینہ اور عرب مین جو دین پیغمبر خدا کے وقت مین تھا وہی جاری ہے اور جو مذہب رسول مقبول کے سامنے تھا وہی اب بھی ہے +

شعر

ہست محفل بران قرار کہ بود　　　ہست مطرب بران ترانہ ہنوز

ہم حیران ہین کہ جب مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ مین اس تیرہ سو برس کے عرصے مین ایک مسلمان پاک اعتقاد نہوا اور ایسی پاک جگہ مین کسی مومن پاک کا گذر نہوا تو پھر کونسا مقام ہوگا جہان کے رہنے والے مومن اور مسلمان ہونگے اور خدا کے گھر اور رسول کے گھر کو چھوڑ کر کس کے گھر میں ایمان والے رہتے ہونگے اسے بجز اسکے کہ یہ امر قبول کیا جاوے کہ اصل دین اور مذہب وہی ہے جو مکے اور مدینے کے رہنے والون کا ہے کوئی دوسرا علاج نہیں ہے ❖

شواہد نقلی صحابہ کی فضیلت مین

ہم صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے فضائل کے ثبوت مین تین قسم کی نقلی شہادتین بیان کرتے ہیں اول وہ شہادتین جو توریت و انجیل مین مذکور ہین دوسرے وہ شہادتین جو قرآن مجید مین مذکور ہین سوم وہ شہادتین جو ائمۂ کرام علیہم السلام سے کتب امامیہ مین منقول ہیں ❖

توریت و انجیل کی شہادتین صحابہ کی فضیلت مین

اتنی بات تو امامیہ مذہب والے بھی جانتے ہین کہ جسطرح پر اللہ جل شانہ نے کتب سماوی مین ذکر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بطور پیشین گوئی کے کیا ہے اسیطرح حضرت کے یارون کا بھی تذکرہ فرمایا ہے اور انکی صفات اور حالات کو مثالون میں بیان کیا ہے اور اس سے انکار اس لیے نہیں کرتے کہ خدا نے خود فرمایا ہے کہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ ۚ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ ۖ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا ۖ سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ۚ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ (یعنی) محمد رسول اللہ کا ہے اور جو لوگ ساتھ انکے ہین سخت ہین اوپر کفار کے رحم دل ہین درمیان اپنے دیکھتا ہے تو انکو رکوع کرنیوالے سجدہ کرنے والے چاہتے ہین فضل خدا کا اور رضامندی اسکی نشانی انکی انکے چہرے پر ہے اثر سے سجدے کے یہ ہے صفت انکی بیچ توریت کے اور صفت انکی بیچ انجیل کے جیسے کھیتی نکالے انکوا اپنا پس قوی کرے اسکو پس موٹے ہوجاوین پس کھڑے ہوجاوین اوپر چھڑی اپنی کے خوش لگتی ہے کھیتی کرنیوالے کو تاکہ غصے مین لاوے اللہ بسبب ان مسلمانون کے کافرون کو ❖ اب ہم ان مثالونکو جو توریت و انجیل مین مذکور ہیں اور جنکی خبر خدائے جل شانہ نے اس آیت میں دی ہے بیان کرتے ہین ❖

پہلی شہادت توریت کی

توریت کی کتاب استثنا کے تیرھوین باب کے چھٹے درس میں لکھا ہے کہ اگر تیرا بھائی یا بیٹا یا جورو یا

دوست کوئی تجھے پھسلاوے اور کہے کہ آؤ غیر معبودونکی بندگی کرو تو تو اُس کے موافق نہ ہونا اور اُسکی بات نہ سننا اور اُس پر رحم کی نگاہ نہ رکھنا اور اُسکی رعایت نہ کرنا اور اُسے پوشیدہ نہ رکھنا بلکہ اُسکو ضرور قتل کرڈالنا اُسکے قتل پر پہلے تیرا ہاتھ پڑے) پس غور کرنا چاہیئے کہ جو کچھ حضرت موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا صحابۂ کرام نے اُسکو کردکھایا اور جیسی کچھ شدت اور سختی کافرون پر چاہیئے اسکا ظہور حضرت پیغمبر صاحب کے یارون کے ہاتھ سے ہوا اسی واسطے خدا نے اُنکی شان میں اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ فرمایا اگرچہ صحابۂ کرام کی شدت اور صلابت کا جو دین مین تھی امامیہ انکار نہین کرسکتے مگر ہم انکے اطمینان کیلئے حضرات شیخین کے حالات کو جو بڑے دشمن شیعون کے ہین اور جو عنمی قریش کرکے انمین مشہور ہین بیان کرتے ہین اور زیادہ تو نہیں کرسکتے اتنا عرض کرتے ہین کہ اپنی ہی کتابونکی روایتونکو سنین اور پھر اُسکو توریت کے مضمون سے اور قرآن شریف کی آیت سے ملادین اور خود ہی انصاف کرین اور اگر حیا و شرم مانع نہووے تو تعصب اور عناد کو چھوڑکر اُنکی فضیلت کا اقرار کرین اور اپنے باطل عقیدون کو چھوڑکر جماعت میں داخل ہوجاوین +

پہلی روایت کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کے قتل کا قصد کیا

امام اعظم شیعون کے حضرت شیخ حلی تذکرۃ الفقہا کی چھٹی فصل میں لکھتے ہین کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے احد کے دن اپنے باپ کے قتل کرنیکا ارادہ کیا مگر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کردیا اور فرمایا کہ تو جانے دے اور کوئی یہ کام کرلیگا پس اے بھائیو خدا کے واسطے ذرا اپنے امام اعظم کی تصدیق کو دیکھو کہ وہ صدیقیتِ صدیق اکبرؓ کی کیسی تصدیق کرتے ہین اور جو کچھ توریت میں کفار پر شدت کرنے کا ذکر ہے اُسکو شان مین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی کیسا تسلیم کرتے ہین کیونکہ یار و اشدّاء علی الکفار کا مصداق کیا سوائے اسکے کوئی دوسرا ہوگا جو اپنے باپ کے قتل پر آمادہ ہو اور توریت کے اس مضمون کا کہ (غیر معبودونکی بندگی پر پھسلانیوالے کو اگرچہ بھائی یا بیٹا یا جورو یا دوست ہو تو قتل کرڈالنا اور پہلے اپنا ہاتھ اُسکے قتل پر اٹھانا) اطلاق کسی اور پر ہوگا تعجب ہے شیعون سے اور اُنکے امام اعظم سے کہ ایسی روایت کو تصدیق بھی کرین اور صدیق اکبرؓ کی مستعدی کو باپ کے قتل پر قبول بھی کرین اور پھر اُنکی صدیقیت سے انکار فرمادین +

دوسری روایت کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رشتہ دارونکے قتل کا مشورہ دیا

تفسیر مجمع البیان اور منہج الصادقین اور خلاصۂ تفسیر جرجانی مین امامیہ مذہب کے مفسرین نے لکھا ہے کہ جب بدر کی لڑائی فتح ہوئی اور بہت سے لوگ کفار کے قید ہوئے جنمین اکثر مہاجرین کے عزیز اور قریب تھے اور حضرت نے انکے معاملے مین صحابہ سے مشورہ کیا تب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ (جو کوئی جسکا رشتہ دار

ع
وان ابا بکر اراد قتل ابیه یوم احد فنهاه النبی صلی الله علیه وسلم عن ذٰلک فقال دعه یلیه غیرک ۱۲

ہے وہ اُنکے حوالے کیا جائے تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے کافر رشتہ دار کو قتل کرے اور خدا کی محبت کے سامنے رشتے اور قرابت کا خیال نہ کرے اس لیئے عقیل علی کو اور نوفل مجھے اور فلان فلان کے حوالے کیا جائے واسطے قتل کے) اے شیعیان پاک ذرا اس روایت کو اپنی تفسیر وئین دیکھو اور انصاف کرو کہ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کا مضمون حضرت عمرؓ پر صادق ہے یا نہین اور جو حضرت موسیٰ نے کفار پر شدت کرنے کے لیئے فرمایا وہ اُنکے حال سے مطابق ہے یا نہین اور اگر اسپر بھی نہ سمجھو تو خدا تم سے سمجھے +

دوسری شہادت انجیل کی

متی کی انجیل کے باب ۱۳ کے درس ۳۱ و ۳۲ - میں لکھا ہے کہ آسمان کی بادشاہت رائی کے دانے کے مانند ہو جسے ایک شخص نے لیکے اپنے کھیت میں بویا اور وہ سب بیجون سے چھوٹا ہے پر جب اُگتا ہے تب سب ترکاریون سے بڑا ہوتا ہے اور ایسا درخت ہوتا ہے کہ ہوا کے پرندے اُسکی ڈالیون پر بسیرا کرتے ہین) اس پیشین گوئی کو اس آیت سے ملانا چاہیئے جو ابھی مذکور ہوئی کہ مَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ یعنی خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ پیغمبر کے یارون کی مثال انجیل مین اسطرح لکھی ہے جسطرح ایک چھوٹا سا دانہ کہ اُسمین اول پتی نکلتی ہے پھر وہ بڑھتا جاتا ہے یہانتک کہ بڑا درخت ہو جاتا ہے اور دیکھنے والے کو تعجب آتا ہے + پس اس آیت کے مضمون کی اُس عبارت سے انجیل کی جو ہمنے اوپر بیان کی کیسی تصدیق ہوتی ہے اور اس سے بشہادت قرآن و بشہادت انجیل صحابہ کی فضیلت بخوبی ثابت ہوتی ہے اور درحقیقت یہ مثال بالکل صحابہ کے حال کے مطابق ہے اس لیئے کہ وہ اول تھوڑے تھے پھر آہستہ آہستہ بڑھگئے اور ایک بڑا لشکر اُنکا ہو گیا جنکی جماعت اور کثرت کو دیکھکر کفار تعجب کرتے تھے اور اُنکی قوت کو دیکھ دیکھ کر جلے مرتے تھے پس جو کوئی اُنکی بزرگی کا قائل اور اُنکی فضیلت کا معتقد نہو وہ درحقیقت قرآن اور انجیل اور تمام کتب سماوی کا منکر ہے اے صاحبو اگر صحابۂ رسول کے ایمان اور اسلام کے تم قائل نہین ہو تو مہربانی کرکے ذرا ارشاد فرماؤ کہ وَالَّذِينَ مَعَهُ سے کیا مراد ہے یعنی وہ کون لوگ حضرت کے ساتھ تھے جنکی صفت اللہ جلشانہٗ اس آیت مین فرماتا ہے اور اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ کا مصداق بتلاؤ کہ وہ کون حضرات تھے جو کفار پر سختیان کرتے تھے اگر صحابہ کبار سوائے چار چھ کے سب کے سب منافق اور کافر تھے (ونعوذ باللہ من ذلک) تو وہ کون لوگ تھے جنکے سبب سے اسلام ایک دانے سے بڑا درخت ہو گیا اور وہ کتنے شخص تھے جنکو کفار دیکھکر غیظ مین آتے تھے کیا کسی کے قیاس مین آسکتا ہے کہ چار چھ شخصون کو دیکھکر کافر جلتے ہون اور معدودے چند کے ایمان لانے پر تعجب کرتے ہون اگر ہزارون آدمی مسلمان نہین ہو گئے تھے اور وہ سب کے سب ایمان میں کامل

نہ تھے تو اللہ جل شانہ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ کیون فرماتا اور اگر ہزارون شخص اسلام نہین لائے تھے تو اُن کو دیکھکر کفار کو غصہ آتا بس جب تک کوئی صحابہ کی فضیلت اور اُنکی کثرت کو تصدیق نہ کرے وہ اِن آیتون کو بھی تصدیق نہین کر سکتا۔ اے یارو خدا کی قسم سچ جاننا اور یقین کر کے ماننا کہ ہمکو نہایت ہی تعجب آتا ہے کہ جو لوگ ایسی آیتون کو تصدیق کرتے ہین اور جو مثال انجیل مین مذکور ہے اُسکو پیغمبر خدا کی نبوت کی نسبت پیشین گوئی پر محمول کرتے ہین اور پھر صحابۂ کبار کی فضیلت اور کثرت سے انکار کرتے ہین اور ایسی آیتون اور پیشین گوئیون کو صرف چار پانچ شخصون پر ختم کرتے ہین اور صحابہ سے عداوت رکھکر لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ کی تہدید سے ذرا بھی نہین ڈرتے *

قرآن مجید کی شہادتین صحابہ کی فضیلت مین - پہلی آیت

پارہ ۴ رکوع ۳ سورۂ آل عمران

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ مِنْھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُھُمُ الْفٰسِقُوْنَ ؀ (معنے) تم بہترین امت ہو جو چن لیئے گئے ہو آدمیون کے لئے حکم کرتے ہو نیک باتون کا اور روکتے ہو بُری باتون سے اور ایمان رکھتے ہو خدا پر اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو بہتر ہوتا اُنکے حق مین بعضے اُنمین سے مومن ہین اور اکثر فاسق

اس آیت مین اللہ جل شانہ صحابہ کی فضیلتون کو اور اُنکی بزرگیون کو خود اُنسے بیان فرماتا ہے اور اُن سے مخاطب ہوکر ارشاد کرتا ہے کہ تم بہترین اُمت ہو اور تمکو مینے اور مخلوق سے منتخب کر لیا ہے تاکہ لوگون کو ہدایت کرو چنانچہ تم جس کام کے لئے مقرر ہوئے وہ کرتے ہو اور جو خدمت تمھارے سپرد ہوئی اُس کو ادا کرتے ہو تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کہ لوگونکو نیک کام سکھاتے ہو اور بُری باتون سے بچاتے ہو * جو شخص ذرا غور اور انصاف سے دیکھے تو یہی ایک آیت عقائد شیعیان عبد اللہ بن سبا کے بطلان پر کافی ہے کہ خداوند کریم جب کہ اصحاب رسول کی نسبت فرمادے کہ وہ بہترین امت ہین اور واسطے ہدایت بنی آدم کے پیدا کیئے گئے ہین اور اُنکے افعال حسنہ کی تصدیق کرے کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہین اور باوجود اسکے حضرات شیعہ اُنکو بدترین امت جانین اور اُنکی بزرگی اور فضیلت سے انکار کرین * ہم نہایت تعجب کرتے ہین کہ ایسی صریح آیتون اور ایسی صاف شہادتون پر بھی وہ اپنے عقیدے کے فساد پر خیال نہین کرتے اور ذرا بھی قرآن مجید کی لفظون کو نہین دیکھتے اگر صحابۂ کبار بہترین امت نہین تھے تو خدا کا یہ خطاب کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ یعنی بہترین امت سے ہو کس سے ہے اور اگر اُنکے اعمال نیک نہ تھے تو اللہ جل شانہ کا یہ ارشاد کہ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ تم نیک کام اورون کو بتلاتے ہو اور بُرے کامون سے منع کرتے

ہو کسکی طرف ہے اگر وہ سچے دل سے ایمان نہین لائے تھے تو خدا کی اِس تصدیق کے کہ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ تم
خدا پر سچے دل سے ایمان رکھتے ہو کیا معنی ہین ٭ یہ آیتین تو ایسی صاف ہین کہ اُنمین کوئی تاویل اور
کوئی بناوٹ ہو ہی نہین سکتی سیدھی سیدھی لفظون مین اللہ جل شانہٗ صحابہ کے ایمان اور اعمال کو بیان
کر رہا ہے اور بکمال عنایت سے اُنھین سے مخاطب ہو کر خود اُنکی تعریفین کر رہا ہے لیکن ہمکو سخت حیرت
ہے کہ شیعیان پاک کے نزدیک اِس آیت کے الفاظ کیا مہمل ہین جنکے کچھ معنے نہون یا یہ کوئی لغز اور پہیلی
ہے جو اُسکا مطلب اُنکی سمجھ مین نہ آئے یا کوئی دقیق معما ہے کہ وہ اُنسے حل نہو سکے یا اُنکے عقیدے
مین یہ الفاظ قرآن کے نہین ہین اور جامع قرآن نے اپنی اور اپنے بھائیونکی بزرگی ظاہر کرنے کیلئے
بڑھا دیئے ہین کہ اُسپر ایمان نہو آخر ان باتون مین سے اگر کوئی بات نہین ہے تو یہ کیا بات ہے کہ اِسکا
اقرار کرتے جاتے ہین کہ یہ آیتین خدا کی کتاب کی ہین اسکی تصدیق کرتے جاتے ہین کہ صحابہ کی شان مین
نازل ہوئی ہین اور پھر صحابہ کی فضیلت پر اعتقاد رکھنے کا کیا ذکر اُنکے ایمان اور اسلام کی بھی تصدیق
نہین کرتے اور جنکو خداوند کریم خَیْرَ اُمَّۃٍ فرمادے (شر امتہ) سمجھتے ہین اور جنکی نسبت خدا تَاْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ کہے اُنکے حق مین (یامرون بالمنکر وینہون عن المعروف) کا اعتقاد-
رکھتے ہین اگرچہ یہ آیات بینات قرآن مجید کی ایسی صریح اور صاف ہین کہ تفسیر دیکھنے کی حاجت نہین
ہے لیکن ہم حضرات شیعہ کے اطمینان خاطر کے لیے اُنھین کی معتبر تفسیرونکی سند لاتے ہین اے بھائیو
سنو تفسیر مجمع البیان طبرسی مین (جو کہ تمھاری تفسیرون مین سے بہترین تفاسیر ہے اور ١٢٧٥ ہجری
مین بمقام طہران دار السلطنت ایران چھپی ہے) اُسکے صفحہ ٢٠٠ مین لکھا ہے کہ ١ (پہلے خداوند تعالی نے
امر و نہی کا ذکر کیا پیچھے اُسکے اُن لوگون کا بیان کیا جو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہین
اور اِس واسطے اُن لوگونکی تعریف کی تاکہ اور لوگ اُنکی پیروی کرین اور اسیواسطے اُنھین سے مخاطب
ہو کر فرمایا کہ تم بہترین امت سے ہو) اور اِس واسطے کہ کسی کو شبہہ نہ رہے کہ یہ خطاب کُنْتُمْ
خَیْرَ اُمَّۃٍ کا کس سے ہے اُسی تفسیر مین فرمایا ہے کہ ٢ (بعضون نے لکھا ہے کہ مراد اس سے خاص
مہاجرین ہین اور بعضون نے لکھا ہے کہ یہ خطاب صحابہ سے ہے لیکن اور امت بھی شامل ہین)-
اے یارو اِس تفسیر کو دیکھو اور اپنے مفسر کی تصدیق پر غور کرو کہ وہ خود اقرار کرتا ہے کہ خدا نے
اِن آیتون مین صحابہ کا ذکر اِس لیئے کیا کہ اور لوگ اُنکی پیروی کرین تو کیا پیروی اِسی کا نام ہے
جو تم کرتے ہو اگر تبرا ہی تمھاری اصطلاح مین معنی پیروی ہے تو بیشک تم خدا کے کلام کی تصدیق
کرتے ہو ورنہ صریح تکذیب ٭ اِس مقام پر جاہلون کو کنتم کی لفظ پر ایک شبہہ پیدا ہو سکتا ہے کہ

١ لما تقدم من ذکر الامر والنہی عقبہ تعالی بذکر من تصدی للقیام بہا ومدحہم ترغیبا فی الاقتداء بہم فقال کنتم خیر امۃ اخرجت للناس قیل فیہ اقوال احدہا ان معناہ انتم خیر امۃ ١٢ مجمع البیان

٢ واختلف فی المعنی بالخطاب فقیل ہم المہاجرون خاصۃ وقیل ہو خطاب للصحابۃ ولکنہ یعم سائر الامۃ ١٢ مجمع البیان

خدا صحابہ سے فرماتا ہے کہ (تم بہترین امت سے تھے) اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ وہ اخیر تک ویسے ہی رہے ہون شاید بعدہ بدترین امت سے ہوگئے ہون لیکن انھین کے علامہ طبرسی نے اس کا بھی جواب دیدیا چنانچہ اپنی تفسیر مین علامۂ موصوف لکھتے ہین کہ کنتم خیر امتہ اللہ جلشانہ نے واسطے تاکید کے فرمایا کہ ضرور ایسا ہی ہوگا اور اُسکے وقوع مین کچھ شک نہوگا اور صحابہ جیسے بہتر ہین ویسے ہی رہین گے اور اسکی مثال یہ ہے کہ خدا اپنی نسبت فرماتا ہے کہ وکان اللہ غفوراً رحیما تو کیا اسکے معنی یہ ہین کہ خدا تھا بخشنے والا مہربان اور اب نہین ہے یا آیندہ نہ رہیگا) غرض کہ جب اِن آیتون اور تفسیرون سے صحابہ کی فضیلت ثابت ہوگئی اور کوئی موقع اُنکی بزرگی کے انکار کا نرہا تب بعض حضرات نے اپنا قدم دوسری راہ پر اُٹھایا اور قرآن مجید کی تحریف کا اقرار کیا چنانچہ بعض نے فرمایا ہے کہ بجائے کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ کے (خیر ائمتہ) تھا اور یہ خطاب خدا نے اماموں سے کیا تھا کہ (کنتم خیر ائمتہ) یعنی تم سب اماموں سے بہتر ہو مگر جامعان قرآن نے بجاے (ائمتہ) کے لفظ امتہ کا بنادیا اگرچہ اور علماے شیعہ کو کسیقدر حیا نے منع کیا اور اُنھون نے اس جواب کو پسند نہین کیا مگر جاننے والے جانتے ہین کہ اثر اُسکا ابتک باقی ہے چنانچہ جناب میر نصاحب قبلہ بھی اپنے حدیقۂ سلطانیہ کے باب سوم میں اسکا ذکر کرتے ہین اور اپنے پدر بزرگوار کی صوارم کا حوالہ دیکر یون ارشاد فرماتے ہین کہ (تغییر و نقصان در قران منحصر در چہار چیز ست یکے تبدیل لفظی بلفظ آخر مثلاً اینکہ گفتہ شود بجای کنتم خیر امتہ خیر ائمتہ بودہ لیکن بعضے از اعدای اہلبیت آنرا تبدیل نمودہ اند) اور پھر اخیر مین خود ہی فرمادیا ہی کہ (وجہ اوّل بعید ست) ہمارے نزدیک بجائے اسکے کہ خیر امتہ کی تصدیق کرکے صحابہ کے خیر امت ہونے سے انکار کرین شیعان پاک کے حق مین یہی بہتر ہے کہ بجائے خیر امتہ کے خیر ائمتہ ہونیکا اقرار کرین اور تحریف قرآنی کے عذر سے اپنے آپ کو صریح منکر آیات بینات کا نہ بناوین افسوس کہ جناب میر نصاحب قبلہ اور اُنکے والد ماجد انتقال فرماگئے ورنہ مین اُس حدیقۂ سلطانیہ اور صوارم کو لئے ہوے خدمت مین حضرات کی حاضر ہوتا اور پوچھتا کہ کُنتُم خَیرَ اُمَّۃٍ صحیح ہے یا کنتم خیر ائمتہ اگر فرماتے کہ کنتم خیر ائمتہ صحیح ہے اور خیر امتہ تحریف جامعین قرآن کی ہے تو بندہ عرض کرتا کہ اُسوقت اور ائمۂ کرام سوائے علی مرتضی کے کون تھا اور کس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا تھا جسے خدا یہ خطاب کرتا اور جنکی یہ فضیلتین بیان کرتا اور اگر فرماتے کہ نہین خَیرَ اُمَّۃٍ صحیح ہے تو کمترین التماس کرتا کہ پھر اُس گروہ سے جسکو خدا خَیرَ اُمَّۃٍ فرماتا ہے اور جسکی آپ بھی تصدیق کرتے ہین بیزاری کفر ہے یا نہین اور اُنکے آگے اُنھین کی کتاب کھولکر اُسکے صفحہ ۱۰۶ کی یہ عبارت نکال کر پوچھتا کہ حضرت اسکا کیا مطلب ہی

ورابعها ان کان مزیدة وعولها آخر وجها الا انها تاکید لوقوع الامر لا محالة لانه بمنزلة ما قد کان فی الحقیقة فهی بمنزلة قوله تعالی واذکروا اذ انتم قلیل وفی موضع آخر واذکروا اذ کنتم قلیلا فکثرکم ونظیره قوله تعالی وکان الله غفورا رحیما لان مغفرة المستانفة کالماضیة فی تحقیق الوقوع مجمع البیان

وہو ہذہ (از انجملہ است انچہ از حضرت صادق علیہ السّلام ماثورست کہ فرمود آن ہذا القرآن فیہ منار الہدیٰ ومصابیح الدجیٰ یعنی درین قرآن انوار ہدایت وچراغہای دور کنندہ تاریکی ضلالت وغوایت روشن ست) اور قسم دیگر پوچھتا کہ تمکو اپنے اجتہاد ہی کی قسم ہے کہ جس قرآن کو امام صاحب فرماتے ہین کہ اُسمین انوار ہدایت اور چراغ روشن ہین اُسمین صحابہ کی نسبت کیا لکھا ہوا ہے اَگر کُنْتُم خَیرَ اُمَّۃٍ اُخرِجَت لِلنَّاس لکھا ہے تو پھر آپ کیون اُس سے انکار کرتے ہیں اور کیون روشنی چھوڑ کر تاریکی میں پڑتے ہین اور پھر اسی کتاب کی یہ عبارت نکالتا کہ (از حضرت امام باقر علیہ السّلام منقولست کہ در ہنگامیکہ فتنہا بر شما ملتبس شود مانند پارہای شب تار پس رجوع آرید بقرآن کہ شفاعت کنندہ ومقبول الشفاعت ست ہر کسی کہ آنرا پیش نہد اللہ اورا براہ جنت میبرد) اور یہ کہتا کہ قبلہ وکعبہ سینے آج کل کوئی فتنہ اِس سے بڑھکر نہین ہے کہ ہم صحابہ کو بہترین امت جانتے ہین اور آپ بدترین امت اور نہ آپ ہماری مانتے ہیں نہ ہم آپ کی اب آپ ہی امام باقر علیہ السلام کے قول پر عمل کیجئے اور قرآن سے رجوع کیجئے اگر اُسمین کُنْتُم خَیرَ اُمَّۃٍ صحابہ کی نسبت لکھا ہو تو بس راہ جنت کی اختیار کیجئے اور اپنا مذہب چھوڑیئے اور اگر اُسمین کنتم شر امۃ انکی نسبت ہو تو ہمکو اپنے مذہب مین لیجئے اور تاریکی سے نکالئے معلوم نہین کہ اگر حضرت امام موصوف زندہ ہوتے تو کیا جواب دیتے اور خبر نہین کہ اب اُنکے جانشین کیا جواب دینگے

دوسری آیت

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الثَّوَابِ

اِس آیت میں اللہ جلشانہ مہاجرین کی تعریف کرتا ہے اور اُنکے جنتی ہونے کی بشارت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ جن لوگون نے میرے پیچھے اپنے وطن اور گھر اور کنبے قبیلے کو چھوڑا اور جنپر میرے اوپر ایمان لانے سے تکلیفین پہنچین اور جنکو میری راہ میں ایذائیں دی گیئین تو مین بھی اپنے ایسے سچے ایمان لانیوالون اور سچے مسلمانون سے بڑی مہربانی سے پیش آؤن گا اور اُنکی محنتون اور مصیبتون اور جانفشانیون کا اُنکو اچھا بدلا دونگا اُنکے گناہون سے درگذر کرونگا اُنکی بھول چوک کو نہ دیکھونگا بلکہ اُنکے گناہونکو نیکیون سے بدل دونگا اور بے پوچھے بتلائے اُنکو ایسی جنتون میں جگہ دونگا جنکے نیچے نہرین بہتی ہین جہان اُنکو نہ کچھ غم رہیگا نہ رنج نہ کوئی فکر اُنکو رہے گی نہ کھٹکا اور یہ ثواب اُنکو اپنی طرف سے دونگا اور اپنے فضل اور مہربانی سے اُنکے اعمال سے بہت بڑھکر اُنکو درجہ عطا کرونگا اب اِن آیتون کو دیکھکر مہاجرین کی فضیلت اور بزرگی پر خیال کرنا چاہیئے کہ کس محبت اور پیار سے خدائے عزوجل اُنکا

ذکر کرتا ہے اور اُنکے مدارج اور مراتب کا کس خوبی سے اظہار فرماتا ہے اور اُنکے قطعی جنتی ہونے کا اقرار کرتا ہے اور اُنکے گناہوں اور سیئات سے درگذر کرنے کا اور نیکیوں سے بدل دینے کا وعدہ کرتا ہے اور اُنکے اعمال کی جزا میں جو کچھ دیگا وہ تو ایک طرف اپنی طرف سے براہ تفضلات ثواب دینے کا بیان کس مہربانی سے فرماتا ہے پس اب اِن آیتوں کے دیکھنے والوں سے ہم عرض کرتے ہیں کہ جن مہاجرین کی نسبت خدا نے یہ وعدے کیے ہیں اور جنکے بہشتی ہونے کا ذکر فرمایا ہے وہ کون تھے کیا وہ لوگ مہاجرین نہ تھے جنکا نام ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ ہے اور کیا گھر بار چھوڑنے والوں مین وہ اشخاص نہ تھے جنکو شیعہ بُرا جانتے ہین اور کیا یہ لوگ اس آیت سے مستثنی کر دیئے گئے ہین اور کیا یہ اشخاص لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ کے وعدے سے خارج کر دیئے گئے ہین اے بھائیو اس آیت کو پڑھکر اب تم مہاجرین کے گناہونکے ڈھونڈھنے میں اوقات ضائع نکرو اور اُنکی بُرائیونکی تلاش مین اپنی عمر نہ گنواؤ اگر دو چار عیب اُنکے تمنے ڈھونڈھ بھی لیئے تو بھی جبتک تم مہاجرین ہین ہونے سے اُنکا انکار نہ کروگے اور جب تک تم اُنکی ہجرت کا اقرار کرتے رہوگے تمھاری عیب جوئی اور نکتہ چینی کچھ کام نہ آویگی اور اس سے اُنکے یقینی جنتی اور قطعی بہشتی ہونے مین کچھ ضرر نہو گا اس لیئے کہ وہ خود فرما چکا ہے کہ لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ کہ مین اُنکے گناہوں سے درگذر کرونگا اور ضرور ضرور انکو جنت مین داخل کرونگا اس لیے کہ وہ میرے پیچھے گھروں سے نکالے گئے میری بدولت رنجون اور مصیبتون مین گرفتار ہوے اپنے دوستونکو چھوڑکر میرے دوست کے ساتھ ہوے اپنے محبوبون سے جدا ہو کر میرے محبوب کے شریک ہوے پس اُنکا ہجرت ہی کرنا ایک ایسا عمل ہے کہ ہزار اعمال اور لاکھ عبادت اور کرور نیکیون سے بہتر ہے +

تیسری آیت

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۔ اس آیت میں اللہ جلشانہٗ مہاجرین اور انصار کی نسبت اپنی رضامندی ظاہر فرماتا ہے اور اُنکو اور اُنکی پیروی کرنیوالونکو جنت کی خوشخبری پہنچاتا ہے ہمارے نزدیک اگر کوئی شخص اس آیت پر ذرا بھی غور کرے اور اسکے مطلب کو سمجھے تو وہ ہرگز صحابۂ کبار اور مہاجرین اور انصار کی نسبت سوائے فضیلت اور بزرگی کے دوسرا اعتقاد نہ رکھے اسلیئے کہ جب اُنکی شان مین خدا ے جلشانہ فرماوے کہ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ کہ مین انسے راضی اور وہ مجھسے راضی اور اُنکے حق مین اللہ تبارک و تعالی ارشاد کرے کہ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ کہ طیار کر رکھی گئی ہین اُنکے لیے جنتیں اور آراستہ کر دی گئی ہین اُنکے واسطے بہشتیں تو پھر کون ہے کہ اُنکی فضیلت کا قائل نہو پس شیعیان پاک کو صرف اسقدر غور کرنا چاہیئے کہ مہاجرین اور انصار مین صحابۂ کبار جنسے وہ عداوت رکھتے ہین داخل

ہین یا نہین اگر ہین تو پھر اُنکے جنتی ہونے مین کیا شک ہے اور اگر نہیں ہین تو یہ خطاب خدا کا کس سے ہے اے بھائیو
ذرا سوچو کہ قرآن مجید پر ایمان اسی کا نام ہی کہ جنکے حق مین اللہ اپنی رضامندی ظاہر کرے اُنسے تم ناراض ہو اور
جنکے جنتی ہونے کی خدا خبر دے اُنکو تم مسلمان بھی نہ سمجھو اور اگر اس ایت پر بھی کوئی ایمان نہ لاوے اور یہ شبہہ
کرے کہ اس مین خلفاے ثلثہ کے نام تو مذکور رہی نہیں ہین اس لیئے انکی فضیلت کا انکار مستلزم انکار آیت
نہیں تو اُسکے شبہہ دور کرنے کے لیئے ہم امام باقر علیہ السّلام کی شہادت پیش کرتے ہین اور جسطرح پر
اُنھون نے خلفاے ثلثہ کو داخل حکم اس آیت کے بیان کیا ہی اُسکو ہم بیان کرتے ہین اُسکو ذرا دل سے سنو
اور اپنے ہی مذہب کی کتاب سے اُسکی سند لو (دیکھو) صاحب الفصول نے امام باقر علیہ السلام سے روایت
کی ہے کہ (ایک روز حضرت امام باقر علیہ السلام کا گذر ایک جماعت پر ہوا جو کہ خلفاے ثلثہ کی عیب جوئی کر رہے
تھے آپنے پوچھا کہ مجھے بتلاؤ کہ تم اُن مہاجرین مین سے ہو کہ جو خدا کے لیئے گھر سے نکالے گئے اور خدا کیلیئے
اُنکا مال لوٹا گیا اور جنھون نے خدا اور رسول کی مدد کی اُنھون نے کہا کہ نہین ہم اُنمین سے نہین ہین تب
آپنے پوچھا کہ پھر کیا تم اُن لوگون مین سے ہو کہ جنھون نے دار ہجرت مین اور دار ایمان میں گھر بنایا تھا اور
مہاجرین کو آرام دیا تھا اُنھون نے کہا کہ نہین تب آپنے کہا کہ خود تم بیزار ہوے اور نہین چاہتے کہ دونوں فریق
مین سے ہو اور مین اس بات کی گواہی دیتا ہون کہ تم اُن مین سے بھی نہین ہو جنکی نسبت خداوند تعالی فرماتا ہی
کہ جو لوگ بعد ان مہاجرین اور انصار کے آوینگے وہ ایسے مومن ہونگے کہ یہ دعا کیا کرینگے کہ الٰہی ہماری اور
ہمارے اگلے بھائیونکی جو ہمسے ایمان میں سبقت لے گئے ہین مغفرت کر اور ہمارے دلوںمین مسلمانونکی طرف سے کینہ
مت رکھ بیشک تو نرمی کرنیوالا مہربان ہی) اے بھائیو تم اپنے آپ کو امامیہ کہتے ہو اور ائمہ کرام کے اقوال کو ملزم آیات
نہین سمجھتے مگر نہین معلوم کہ اُن اقوال کو جو صحابہ کے فضائل میں ہیں کیون نہین مانتے اور کیون اپنے امامون
کی پیروی نہین کرتے اور کیون اُنکو صحابہ کے فضائل بیان کرتے ہین جھوٹا جانتے ہو غرض کہ اس حدیث
سے امام باقر علیہ السلام کی ثابت ہوا کہ اُنکے نزدیک خلفاے ثلثہ اس آیت کے حکم میں داخل ہین اور جو وعدے
جنت وغیرہ کے خدا نے مہاجرین اور انصار سے کیئے اُنمین وہ شریک ہین اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ جو لوگ انکی عیب جوئی کیا
کرتے تھے اُنسے حضرت امام موصوف بیزار تھے اور اُنکو اسلام اور ایمان سے خارج سمجھتے تھے پس سوائے
تقیہ کے اور تو دوسرا کوئی جواب ہو ہی نہیں سکتا لیکن معلوم نہین کہ کہانتک تقیہ کا عذر کیا کرینگے اور کبتک
تقیہ کو ڈھال بنالئے رہین گے افسوس ہی کہ جب خدا صاف صاف مہاجرین اور انصار کی تعریف کرے اور
ائمہ علیہم السّلام خلفائے ثلثہ کی صاف فضیلت بیان کرین اور پھر بھی حضرات شیعہ قائل نہون اب معلوم
نہین کہ مہاجرین اور انصار کی فضیلت کے لیئے کیسی دلیل چاہتے ہیں ٭ حضرات شیعہ بعض مرتبہ یہ شبہہ بیان کرتے

ف١
انہ قال لجماعۃ فاضوا فی ابی بکر و عمر و عثمان الا تخبرونی انتم من المہاجرین الاولین الذین اخرجوا من دیارہم واموالہم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ قالوا لا قال فانتم من الذین تبوؤا الدار والایمان من قبلہم یحبون من ہاجر الیہم قالوا لا قال اما انتم فقد برئتم ان تکونوا احد ہذین الفریقین وانا اشہد انکم لستم من الذین قال اللہ تعالیٰ والذین جاؤا من بعدہم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم
۱۲ ۱

ہین کہ اللہ جلشانہ نے اُن مہاجرین اور انصار کی تعریف کی ہے جنہون نے خاص خدا کے لیے ہجرت اور نصرت کی تھی نہ کہ اُنکی جنھون نے دنیا کی طمع سے ہجرت اور نصرت کی تھی اس شبہہ کو ہم تین طرح سے رد کرتے ہین اوّل یہ کہ جب مہاجرین نے ہجرت کی اور انصار نے نصرت اُسوقت دنیا اور دولت کہان تھی جسکی طمع ہوئی ہو جب مہاجرین نے مکے سے ہجرت کی تب کیا مدینے مین کسی خزانے کے نکلنے کی خبر اُنکو ملی تھی جسکے لوٹنے کے لئے گئے ہون یا جب انصار نے مہاجرین کی خاطر کی اور انکو اپنے گھر ٹھہرایا تو کیا مہاجرین کچھ بہت سا مال اپنے ہمراہ لیکر گئے تھے جسکے چھین لینے اور لوٹ لینے کی نیت سے اُنھون نے انکی مدد کی ہو اگر مہاجرین نے خدا کے لیئے ہجرت اور انصار نے اللہ کے واسطے نصرت نہین کی تو پھر انکی ہجرت اور نصرت کا کیا سبب تھا دوسرے اگر تمام مہاجرین اور انصار نے ہجرت اور نصرت دنیا کی طمع پر کی تھی تو خدا کا مہاجرین اور انصار کی تعریف کرنا (معاذ اللہ) فضول اور مہمل ہوا جاتا ہے اس لیئے کہ جب کسی نے خدا کے لیے ہجرت اور نصرت نہین کی تو خدا کس کی شان مین وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فرماتا ہے اور جب سبکے سب منافق تھے تو کن کی نسبت لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ارشاد کرتا ہے اور اگر بعضونکی ہجرت اور نصرت خدا کے لیئے اور بعضونکی دنیا کے لئے تھی اُنکا نشان دیجیے کہ وہ کتنے صاحب تھے جنھون نے خدا کے لیئے ہجرت اور نصرت کی جب نام لینا اور نشان دینا شروع کردےگے تو سوائے تین چار کے اور کوئی نہ نکلے گا اور تین چار کی ہجرت اور نصرت کے ثبوت سے کچھ فائدہ حاصل نہوگا تیسرے اللہ جلشانہ نے خود اپنی کتاب پاک مین اس شبہہ کو دور کردیا اور اپنے مہاجرین اور انصار کی طرف سے جواب دے دیا چنانچہ اور دو آیتون مین اللہ جلشانہ نے اس امر کو تصدیق کردیا کہ مہاجرین اور انصار نے جو کچھ کیا وہ میرے ہی واسطے کیا ہے چنانچہ ہم دو آیتون کو ایک مہاجرین کی نسبت دوسری انصار کی نسبت بیان کرتے ہین ✤ پہلی آیت اللہ جل شانہ مہاجرین کی نسبت فرماتا ہے کہ اَلَّذِيْنَ[a] اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ کہ جو لوگ نکالے گئے اپنے گھر سے انسے کوئی قصور نہین ہوا تھا سوائے اسکے کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتے تھے اور گھر کو چھوڑ کر مسلمان ہوگئے تھے پس اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مہاجرین کی ہجرت کا باعث سوائے اسکے دوسرا نہ تھا کہ کفار انکے اسلام لانے سے خفا ہوگئے تھے اور اُنکے خدا کو رب کہنے سے ناراض ہوگئے تھے کہ اسی قصور مین اُنھون نے ایذا دینی شروع کی اور مجبوری اُنکو گھربار چھوڑنا پڑا اب اس آیت کو بھی سنکر اگر حضرات شیعہ یہ کہین کہ مہاجرین نے بطمع دنیا کے ہجرت کی تھی تو انکو زیبا ہے ہمارے تو منہ سے ایسی بات کبھی بھی نہیں نکل سکتی ✤ دوسری آیت اللہ جلشانہ انصار کی شان مین فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ[b] تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا

[a] پارہ ۱۷ رکوع ۶ سورۂ حج ۱۲

[b] پارہ ۲۸ رکوع ۱ سورۂ حشر ۱۲

يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۣ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ؀ کہ جو لوگ مہاجرین سے پہلے مدینے مین رہتے تھے وہ چاہتے ہین اُن لوگونکو جو ہجرت کرکے آوین اُنکے پاس اور جو کچھ مہاجرین کو دیا جاتا ہی اُسکا کچھ خیال نہین کرتے اور اُس سے رنجیدہ نہین ہوتے اگرچہ وہ خود بھی محتاج ہین اور اپنی جانون سے زیادہ مہاجرین کو چاہتے ہین اور کچھ بھی حرص و طمع نہین رکھتے اور جو ایسے ہین وہ فلاح پاوینگے پس دیکھنا چاہیے کہ خدا انصار کی نصرت کی کیسی تعریف کرتا ہی اور اِس امر کی کہ اُنکی نصرت صرف واسطے خدا کے ہے کیسی تصدیق فرماتا ہے پس اب ہم حیران ہین کہ جب اللہ جلشانہ مہاجرین کی ہجرت کو صرف اپنے واسطے فرماوے اور انصار کی نصرت کو فقط اپنے لئے تصدیق کرے اور پھر شیعون کے مُنہ سے یہ بات نکلے کہ اُنکی ہجرت اور نصرت دنیا کے واسطے تھی اے یارو ذرا تو سوچو کہ تم خدا کے کلام کی تصدیق کرتے ہو یا تکذیب اللہ کے حکم کو مانتے ہو یا اُس کے مقابلہ کرتے ہو خدا تو فرماوے کہ مہاجرین اور انصار اچھے تم کہو کہ نہین وہ بُرے سے بُرے وہ کہے کہ مین اُنسے راضی وہ مجھ سے راضی تم کہو کہ نہین بالکل غلط نہ خدا اُنسے راضی نہ وہ خدا سے راضی اللہ فرماوے کہ اُنہون نے ہجرت میرے لیئے اور نصرت میرے واسطے کی اور تم کہو کہ نہین وہ دنیا کی طمع سے نکلے حرص دولت کے پیچھے پیغمبر کی نصرت مین شریک ہوئے آخر ذرا تو غور کرو کہ کیا کہتے ہو اور کیا کرتے ہو اے بھائیو ایک آیت ہو دو آیت ہون اُنکی تاویل ہو سکتی ہی اُسکے معنی بن سکتے ہین جب سارا قرآن مجید مہاجرین اور انصار کے ذکر سے بھرا ہوا ہے تو کہان کہان تاویل کروگے کس کس آیت کی تحریف معنوی فرماؤگے ؏ (تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہی) حقیقت یہ ہی کہ مذہب تو عبد اللہ بن سبا کا اختیار کر لیا مگر اب کوئی بات بن نہین پڑتی نہ قرآن مجید سے انکار ہو سکتا ہی نہ اُسکی تصدیق کیجاتی ہے ✣ شعر

عشق چہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود، ہجر چہ دشوار بود یار چہ آسان گرفت

چوتھی آیت

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۙ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ؀ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ؀ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا سبب نزول اِس آیت کا یہ ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ کیا کہ عمرہ ادا کرین پس اعراب اور بادیہ نشینونکی اس سفر مین ہمراہی کے لیئے دعوت فرمائی اِس لیے کہ اندیشہ تھا کہ کفار مکے مین لڑائی کرین اور اندر مکے کے نہ جانے دین لیکن اکثر اعراب نے حضرت کی دعوت کو نہ سنا اور اِس سفر مین آپکے ہمراہ نہوے مگر وہی خالص مخلص کہ جو سراپا ایمان سے بھرے ہوے تھے حضوری مین چلے جب مکے کے نزدیک پہنچے قریش مانع ہوے تب حضرت نے خراش کو اہل مکہ کے پاس بھیجا

پارہ ۲۶ - رکوع ۲ سورہ فتح ع ۱۲

مگر لوگ اُسکے قتل کے درپی ہوے وہ لوٹ آیا تب حضرت نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا کہ اہل مکہ نے حضرت عثمانؓ کو قید کر لیا
اور اُنکے قتل کی خبر مشہور ہوئی تب حضرت نے اپنے یارونکو جو آپکے ساتھ تھے جمع کیا جنکی تعداد باختلاف روایات چارسو سے
لیکر دو ہزار تین سو تک تھی اور حضرت نے ایک درخت کے نیچے بیٹھکر اُن سب سے بیعت لی کہ قریش سے لڑینگے اور کسیطرح پر مُنہ نہ پھیرینگے
چنانچہ اُن سب نے خوشی سے بیعت کی اور سوائے قید بن قیس منافق کے کسی نے تخلف اس بیعت سے نہین کیا چونکہ اس سفر مین،
منافقونکا نفاق اور مخلصین کا اخلاص ظاہر ہوا اور بیعت مین صحابہ کی مضبوطی اور ایمان کا حال کھل گیا اس لیئے اس
بیعت کا نام بیعت الرضوان ہوا اور انھین بیعت کرنیوالونکی شان مین خدا نے فرمایا کہ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَا
يِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ کہ خدا راضی ہوا اُن ایمان والون سے کہ جنھون نے درخت کے نیچے تجھسے بیعت کی فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اور اُنکے
دلونکا اخلاص اس سے ظاہر ہوگیا اگر وہ منافق ہوتے تو اس سفر مین ساتھ نہ آتے اور کبھی ایسے وقت پر بیعت نہ کرتے فَاَنْزَلَ
السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ اور اُنکے دلونکو طمانیت اور تسکین دے دی تاکہ بلاخوف وخطر لڑائی پر مستعد ہوے اور مرنے اور مارنے پر تیرے
ہاتھ پر بیعت کی وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا اور اُنکی شکستگی دور کرنے کے لیئے اُنکو بہت ہی جلد بہت سی غنیمتین دین اور آئندہ بڑے
بڑے فتوحات اور غنائم کا مثل روم اور پارس کے وعدہ کیا پس ان آیتون سے اُن سب اصحاب کی جنھون نے حضرت کے
ساتھ درخت کے نیچے بیعت کی بزرگی ثابت ہوتی ہے اور اُنکا اخلاص اور ایمان مین کامل ہونا ظاہر ہوتا ہے کوئی لفظ
کوئی حرف بھی خدا نے ان آیتون مین ایسا ذکر نہ کیا جس سے کوئی موقع کوئی محل انکار کا ہو بلکہ اپنی رضامندی کا اظہار
اس طور سے کیا کہ جسکا کبھی زوال نہو اور اُن فتوحات کا وعدہ کیا جنکا ظہور انھین صحابہ کے ہاتھ سے ہوا اب ہم
شیعیان علی سے پوچھتے ہین کہ وہ اول یہ فرمادین کہ یہ آیت قرآن مجید کی ہے یا نہین اگر ہے تو یہ انھین لوگونکی
شان مین ہے جنھون نے پیغمبر خدا کی بیعت درخت کے نیچے کی تھی یا نہین اگر انھین کی شان مین ہے تو اُنھین حضرت
ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ صحابہ کرام داخل تھے یا نہین اگر تھے تو جو کچھ خدا اُن بیعت کرنیوالون کے حق مین
فرماتا ہے کہ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ کہ مین اُنسے راضی ہوا تو اس رضا مین وہ لوگ بھی آگئے یا نہین اگر نہین آئے تو اُنکے مستثنی ہونے
پر کیا دلیل ہے اور اگر وہ بھی آگئے تو جبسے خدا راضی ہوا اور جنکی شان مین خود لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ فرماوے اُنسے ناراض ہونا
اور اُنکو بُرا جاننا انکار آیات قرآنی سے ہے یا نہین اگر یہ کہو کہ وہ منافق تھے تو اسکا رد بھی خدا نے خود کردیا کہ فرمایا ہے
فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ کہ مینے اُنکے دلونکا امتحان کرلیا اور سمجھ لیا کہ یہ بڑے پکے مسلمان اور
سچے ایمان والے ہین اسی لئے مینے نازل کی اُنپر تسلی اور دی اُنکو فتح اور اگر وہ لوگ منافق ہوتے تو کیون خدا
اُنکے ایمان پر شہادت دیتا اور کیون اُنکو فتح اور غلبہ عنایت کرتا + اِن آیتونکو دیکھکر اگر کسی شیعہ کو یہ خطرہ پیدا
ہو کہ جب ایسی آیت صریح صحابہ کی فضیلت مین خدا کی کتاب مین موجود ہے تو پھر کیا سبب ہے کہ ہمارے مذہب کے
علما نے صحابہ کی فضیلت سے انکار کیا ضرور کوئی نہ کوئی سبب ہوگا ورنہ کیا سب عالم سب مولوی سب فاضل سب

ف ؎ یہ روایت موافق روایت شیعون کے ہے جسکا ثبوت آئندہ ہوجائیگا اور ترجمہ کشف الغمہ سے اسی روایت کو نقل کیا ہے ۱۲

مجتهد ہمارے مذہب کے نادان تھے کہ ایسی آیت سے ایسا صریح انکار کیا اور باوجود اسکے بھی صحابہ کو بُرا جانا اسلیئے
ہم اُنھین کے مذہب کی معتبر تفسیرون سے اپنے دعوے کو ثابت کرتے ہین اور یہ امر کہ اُنکے عالم اور مولوی نادان تھے
یا دانا ایمان والے تھے یا بے ایمان منصف تھے یا متعصب اُنھین کی عقل پر چھوڑتے ہین اُنکی تفسیرونکو
دیکھکر جو کچھ وہ انصاف سے مناسب جانین ویسا سمجھین اے بھائیو سنو کہ تمھارے یہان کے مفسرون نے اس آیت
کی تفسیر مین کیا لکھا ہے (کاشانی) اپنی تفسیر مین لکھتے ہیں کہ آنحضرت فرمودند بدوزخ نرود یک کس از آنانکہ
کہ در زیر شجرہ بیعت کردند و این را بیعت الرضوان نام نہادہ اند بجہت آنکہ حق تعالی در حق ایشان فرمود کہ لَقَدْ
رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ) الخ اگر اس روایت پر اطمینان نہو اور حضرات شیعہ کو
اپنے متکلمین اور متعصبین کے جواب سننے کا اشتیاق ہو تو اُسکو بھی سنین کہ اُنکے علما نے اس آیت کو دو طرح
پر رد کیا ہے بعضون نے یہ فرمایا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ خداوند تعالی اس فعل خاص سے
یعنی بیعت سے راضی ہوا اس سے یہ لازم نہین آتا کہ خدا اُنکے سب کامون سے راضی ہوا ہو اور آیندہ بھی
راضی رہے + اور بعض کا یہ قول ہی کہ بعد اس بیعت کے صحابہ کبار نے وہ کام کئے جو مخالف اس بیعت
کے تھے یعنی لڑائیون مین بھاگ گئے خلافت خلیفۂ برحق کی غصب کر گئے پس وہ اس آیت کے وعدے
سے خارج ہو گئے پس بہ نسبت امر اول کے ہم یہ جواب دیتے ہین کہ خدا کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ صحابہ کے
اور کامون سے راضی نہ تھا صرف ایک فعل خاص بیعت سے راضی ہوا اس لیئے لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ
الْمُؤْمِنِينَ فرمایا ایسی تہمت ہے کہ کوئی مسلمان اپنے دل مین اُسکا خیال بھی نہین کر سکتا کیا یہ ممکن ہے کہ اگر
خداے عزوجل اُن بیعت کرنیوالون سے ہر طرح پر راضی نہوتا تو وہ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ صرف اُنکے
دل خوش کرنے کو براہ تدلیس فرماتا اور جن باتون سے انکی ناراض تھا اُنکو تقیۃً ظاہر نہ کرتا اور یہ امر بھی غور کرنے کے لائق
ہی کہ حضرات شیعہ کو کسطرح معلوم ہوا کہ صحابہ کے اور کامون سے خدا ناراض تھا آخر کیونکر اُنکو اُسکی نارضامندی کا حال معلوم ہوا
نہایت تعجب کا مقام ہی کہ خدا اُنکے اُس فعل کو جس سے راضی ہو لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ کہکر ظاہر کرے اور اُنکے اُن
افعالونکو جنسے ناراض ہو سوائے شیعیان عبد اللہ بن سبا کے کسی پر اظہار نفرماوے شاید شیعیان پاک یہ جواب
دین کہ اُس قرآن مین جو امام مہدی کے پاس ہے صحابہ کی برائیان لکھی ہوئی ہین مگر ہم جبتک کہ اُسکو اپنی آنکھ سے
نہ دیکھ لین اور امام صاحب سے اُسکی تصدیق نہ کر لین اُسکو قبول نہین کر سکتے لیکن افسوس تو یہی ہی کہ نہ امام صاحب
کا کچھ نشان ملتا ہے نہ اُس قرآن کا کچھ پتا چلتا ہے ہزار برس تو گذر گئے اور ہنوز معلوم نہین کہ ابھی اور کتنے
دن امام کے ظہور مین باقی ہین

شعر

صد شب ہجر گذشت و مہ من پیدا نیست — طرفہ عمری کہ بصد سال ندیدم یک ماہ

اور بہ نسبت امر دوم کے کہ صحابۂ کبار اس آیت کے وعدے سے بسبب نکث بیعت کے خارج ہین اُسکا جواب
ہم اس طرح دیتے ہین کہ اس اعتراض سے بھی اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بیعت رضوان کے وقت تک صحابۂ کبار
اور مہاجرین انصار سچے مسلمان اور پکے مومن تھے نہ منافق تھے نہ کافر اور اُنکی بیعت صادق تھی نہ منافقانہ چنانچہ
یہ فقرہ صاحب تقلیب المکائد کا کہ (این کلام معجز نظام دلالت میکند برینکہ بعضے از اہل بیعت رضوان نکث بیعت خواہند
کرد) دلیل اسپر ہی کہ جب بیعت کی تھی اُسوقت تک نہ منافق تھے نہ کافر بلکہ لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ مین داخل تھے
اور شہید ثالث نور اللہ شوستری کا یہ کلمہ کہ (مدلول آیۃ عند التحقیق رضا حق تعالی ست ازان فعل خاص کہ بیعت ست
وکسی منکر این نیست کہ بعضے از افعال حسنہ مرضیہ از یشان واقع ست) شاہد اسپر ہے کہ انکا بیعت کرنا فعل حسنہ تھا بس
اسی سے یہ اعتقاد کہ صحابۂ کبار اول ہی سے منافق تھے باطل ہوا اور جب تک یہ آیت جسمین خدا نے اپنی رضامندی
ظاہر کی نازل ہوئی اُنکا مسلمان اور با ایمان ہونا ثابت ہوا خیر اب آگے چلئیے اور بعد اس بیعت کے اُنکے حال پر
نظر کیجئے کہ کیا کام اُنسے ایسے ہوے جنسے اُنکا نکث بیعت کرنا ثابت ہوا اور وہ کام کسوقت ہوے پیغمبر صاحب کے
جیتے جی یا انکی وفات کے بعد چنانچہ اُسکی نسبت شہید ثالث اور صاحب تقلیب المکاید نے جو کچھ لکھا ہے اُس سے ظاہر
ہوتا ہے کہ بعد اس بیعت کے پیغمبر صاحب کے سامنے اُنسے نکث بیعت ہوا یعنی وہ جنگ خیبر پر ثابت قدم نہ رہے
بلکہ بھاگ گئے اُسکی نسبت ہم یہ جواب دیتے ہین کہ اگرچہ قلعۂ خیبر حضرت صدیق اکبر یا حضرت عمر کے ہاتھ سے فتح نہیں
ہوا لیکن فتح نہونا مستلزم فرار نہین ہے بھاگنا جنگ خیبر سے حضرات شیعہ نے کہان سے ثابت کیا اور بالفرض
اگر وہ جنگ خیبر سے بھاگے اور اُنھون نے نکث بیعت کیا تو جسطرح پر ہمنے اُنکی بیعت کو خدا کے کلام سے ثابت
کیا اور خدا کی رضامندی کا لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کی آیت پیش کرکے ثبوت دیا اسی طرح پر حضرات شیعہ کے
ذمے ہی کہ بمقابلے اس آیت کے انکا بھاگنا جنگ خیبر سے اور نکث بیعت کرنا اور خدا کا اُنسے ناراض ہونا کسی آیت سے
ثابت کردین (واذ لیس فلیس) اور ہم خوب بیقین کہتے ہین کہ اگر صحابۂ کبار سے کوئی فعل بعد اس بیعت کے موجب ناراضمندی
خدا کا ہوتا تو ضرور وہ اُس سے بھی خبر دیتا اور جسطرح پر اُنکی بیعت سے راضی ہوکر لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ فرما دیا اسی طرح پر اُنکے فرار اور نکث
بیعت سے ناراض ہوکر لَقَدۡ غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِمۡ ارشاد کرتا اسلئے کہ لڑائی سے بھاگنا اور بیعت کا توڑنا آخر پیغمبر ہی صاحب
کے سامنے ہوا اُس وقت تک سلسلۂ وحی کا جاری تھا جبرئیل کا آنا بند نہوا تھا پھر کیا سبب ہے کہ خدا اُنکے اچھے کامونکو ظاہر کرے
اور بُرے کامونکی خبر نکرے اُنکے افعال حسنہ کی تو شہرت دیدے اور اُنکے افعال بد کی پردہ پوشی کرے پس یا تو
خدا اُنسے ڈرتا تھا کہ اُنکی بُرائی بیان نکر سکتا تھا یا درحقیقت اُنسے کوئی بُرائی نہوئی تھی جسکو ظاہر کرتا اگر کوئی لغزش
ہو جاتی تھی تو اُسکو عفو کردیتا تھا اور اُنکے اور نیک کامون پر خیال کرکے اُسکو براہ ستّاری چھپا دیتا تھا اور
اگر یہ کہا جائے کہ بعد وفات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابۂ کبار نے ایسے کام کئے کہ جنسے خدا ناراض ہو مثل

خلافت غصب کرنے وغیرہ کے اُسکی نسبت ہم یہ کہتے ہین کہ اگر اُنسے بعد وفات پیغمبر خدا کے کوئی کام ایسا ہونیوالا تھا کہ
جس سے خدا ناراض ہوتا تو ضرور اُسکی خبر دیتا اور کبھی اُنکے حق مین لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نہ فرماتا اور جب کہ خدا نے اس آیت مین یہ فرمایا
کہ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ کہ مین اُنکے دلونکی بات جانتا ہون اور فرمایا کہ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِمْ کہ مینے نازل کی اُنپر تسلی تو کیونکر قیاس
مین آسکتا ہے کہ ایسے لوگ کبھی جادۂ حق سے منحرف ہوے ہون لیکن ہم حضرات شیعہ سے عرض کرتے ہین کہ وہ کیون سوال و
جواب مین اپنی اوقات ضایع کرتے ہین اور کیون علامۂ کاشانی کی تفسیر کی اِن لفظون کو نہین دیکھتے کہ (آن حضرت فرمود
بدوزخ نرود یک کس از ان مومنان کہ در زیر شجرہ بیعت کردند) اِس مفسر نے تو کچھ قصہ جھگڑا باقی ہی نہین رکھا عام بشارت
جنت کی اُن لوگون کے حق مین جو اِس بیعت مین شریک تھے پیغمبر صاحب کی زبان سے تصدیق کردی لیکن اگر اس ایک
روایت پر اطمینان نہین ہوتا تو اُسکی تائید میں دوسری روایت سنیں کہ ترجمۂ کشف الغمہ مین لکھا ہے کہ (از جابر بن
عبد اللّٰہ انصاری روایت ست کہ ما دران روز ہزار و چہار صد کس بودیم دران روز من از حضرت پیغمبر خدا صلی اللّٰہ علیہ و سلم
شنیدم کہ آنحضرت خطاب بحاضران نمود و فرمود کہ شما بہترین اہل روی زمینید و ما ہمہ دران روز بیعت کردیم و کسی از اہل بیعت نکث
نہ نمود مگر جدّ بن قیس کہ آن منافق بیعت خود را شکست) اِس روایت سے چند فائدے حاصل ہوے اوّل ثابت
ہوا کہ بیعت کے وقت چودہ سو صحابی موجود تھے جنکے ایمان اور اسلام کی خبر خدا دیتا ہے کہ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ۔
اور اُنکی شان مین فرماتا ہے لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ دوسرے حضرت پیغمبر خدا نے اُنکی نسبت فرمایا کہ تم بہترین
اہل زمین سے ہو تیسرے ثابت ہوا کہ سوائے ایک منافق کے اور کسی نے بیعت کو نہیں توڑا پس اے شیعیان پاک
اب تم انصاف سے اِن روایتونکو دیکھو اور اپنے شہید ثالث اور صاحب تقلیب المکاید کے ایمان اور انصاف پر خیال
کرو کہ وہ محبت اہل بیت کے پردے مین کیسی خدا کی آیتوں کی تکذیب کرتے ہین اور کس طرح ایسے صریح نصوص سے انکار فرماتے
ہین + لیکن اگر ہم صحابہ کی برائیونکو تسلیم بھی کرلین تب بھی کچھ فائدہ شہید ثالث کی تقریر کا نظر نہین آتا اس لیئے کہ
جو علامۂ کاشانی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ (آنحضرت فرمود بدوزخ نرود یک کس از ان مومنان کہ در
زیر شجرہ بیعت کردند) اسکا کیا جواب ہے بغیر اسکے کہ یہ کہا جاے کہ حضرت نے تقیہ سے کہدیا ہوگا + اِس
مقام پر یہ امر بھی لائق لکھنے کے ہے کہ اگر کوئی شبہہ کرے کہ حضرت عثمان رضی اللّٰہ تعالی عنہ اس بیعت مین شریک
نہ تھے اِس لیئے وہ بیعت الرضوان سے خارج ہین اُسکا جواب یہ ہے کہ پیغمبر خدا کو حضرت عثمان رض سے ایسی
محبت تھی کہ باوجود نہ موجود ہونے اُنکے وقت بیعت کے اُنکو شریک کرلیا اور گویا شریک کیا کہ جنسے اُنکو
اپنا ہاتھ بنا دیا چنانچہ اِس مقام پر جو کچھ مولانا و بالفضل اولانا مولوی علی بخش خان صاحب نے اپنے ایک
رسالے مین لکھا ہے اُسی کو ہم بجنسہ نقل کرتے ہین وھو ہذہ (اور واسطے حصول شرف بیعت الرضوان
کے رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ و علی آلہ و سلم نے عثمان رض غنی کیطرف سے بھی اپنے دونون ہاتھ سے وہ معاملہ فرمایا

کہ دست حق پرست اپنے کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا روضۂ کلینی مین حدیث وارد ہے کہ بعیت لی پیغمبر خدا نے
مسلمانون سے اور ایک ہاتھ کو اپنے دوسرے ہاتھ پر مارا واسطے عثمان کے کہ وہ لشکر مین مشرکون کے تھے) اس حدیث
سے علاوہ قطعیت مغفرت و رضوان الٰہی کے ایک لطیفہ عمدہ ہاتھ آیا کہ دست نبی دست عثمان قرار پایا اور
دست نبی وہ ہے کہ مجازاً دست خدا ہے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْہِمْ اب دیکھیے عثمانؓ غنی کو (ید اللہ اید النبی) کا خطاب
منصف مزاج عنایت کرتے ہین یا اُس لقب کو پھر بھی مخصوص واسطے علی مرتضیٰ کے کہے جاتے ہیں انتہی بلفظہ
(واللہ درہ وعلی اللہ اجرہ) اور اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے یارونکی یاری کا
نہایت بھروسا تھا اور انکے استقلال پر یقین کامل تھا اس لیئے کہ جب لوگون نے کہا کہ خوشا حال عثمانؓ کا کہ
اُنکو خانہ کعبہ کا طواف نصیب ہوا تو حضرت نے فرمایا یہ ممکن نہین ہے کہ عثمان بغیر ہمارے طواف کرے آخر ویسا ہی ہوا کہ بغیر حضرت
کے حضرت عثمان نے طواف نہ کیا چنانچہ اسی حدیث کے مضمون کو حملہ حیدری کے مؤلف نے بھی نظم کیا ہے کما قال ؛ نظم ؛

طلب کرد پیر اشرف انبیا	زاصحاب عثمانؓ صاحب حیا	باو ہم ہمان گفت خیر البشر
کزان پیشتر گفتہ بُد با عمرؓ	بہ پیسر عثمان زمین در زمان	بمقصد روان شد چو تیر از کمان
چو او رفت از اصحاب روز دگر	بگفتند چندی بہ خیر البشر	خوشا حال عثمان با احترام
کہ شد قسمتش حج بیت الحرام	رسول خدا چون شنید این سخن	بپاسخ چنین گفت با انجمن

بہ عثمانؓ نداریم ما این گمان ۔ کہ تنہا کند طوف آن آستان

اور بعد اسکے یہی مؤلف لکھتا ہے کہ جب حضرت عثمان مکے مین پہنچے اور ابو سفیان سے کہا کہ پیغمبر خدا
طواف کے لیئے آنا چاہتے ہین اُسنے کہا کہ یہ ممکن نہین ہے مگر تمھارا دل چاہے تو طواف کرلو تب
حضرت عثمانؓ نے انکار کیا اور اسپر ابو سفیان نے اُنکو قید کرلیا کما قال ؛ نظم ۔

بچو بشنید ش آنکہ بدل بود خون	بہ عثمان چنین گفت آن سرنگون	کہ گر میل داری تو طوف حرم
بکن با فراغت نیست کس زین حشم	ولیکن محالست آن بی گزاف	کہ آید محمد برای طواف
چو بشنید عثمانؓ از و این سخن	چنین داد پاسخ بآن اہرمن	کہ طوف حرم بی رسول خدا
نباشد بر پیرو دانش روا	ازین گفتہ سفیان بر آشفت بیش	بگردانند از سوی او روی خویش
بفرمود پس بادگر مشرکان	کہ عثمانؓ و آن دہ کس از یاوران	نیابند رفتن بہ نزد رسول
اگر شاد باشند از ین گر ملول	چو عثمانؓ از و این حکایت شنید	علاجی بجز صبر کردن ندید

مقید نمودندش اعدای دین ۔ بیان نجاتش کنم بعد ازین

غرض کہ ہم حضرات شیعہ سے التماس کرتے ہین کہ وہ ذرا انصاف فرماوین کہ انکے مفسرین اور محدثین اور

۵۷ فلما انطلق عثمان لقی ابان بن سعید فتأخر عن السرج فحمل عثمان بین یدیہ ودخل عثمان فاعلمہم وکانت المناوشۃ فجلس سہیل بن عمرو عندہ وحبس عثمان فی عسکر المشرکین وبایع رسول اللہ المسلمین وضرب باحدی یدیہ علی الاخری لعثمان وقال المسلمون طوبی لعثمان قد طاف بالبیت وسعی بین الصفا والمروۃ واحل فقال رسول اللہ ما کان لیفعل فلما جاء عثمان قال لہ رسول اللہ اطفت بالبیت فقال ما کنت لاطوف بالبیت ورسول اللہ لم یطف بہ ثم ذکر القصۃ وما کان فیہا الحدیث ۱۲

مورخین صحابہ کی نسبت کیا لکھتے ہین اور اُنکے استقلال و صبر اور ایمان اور اسلام کو کیسا تسلیم کرتے ہین اور پھر با این ہمہ اُنسے عداوت رکھتے ہین اور ایسے لوگونکو جنکے ایمان اور اسلام پر پیغمبر صاحب کو اطمینان ہوئے اور جنکی لغزش کرنے کا شبہہ تک حضرت کے دل پر نہ گذرے اور جو باوجود مصیبتون اور محنتون کے سر مو اطاعت نبوی سے باہر نہون اور جنکے استقلال اور صبر کی خدا تعریفین کرے منافق اور مرتد کہتے ہین (و نعوذ باللہ من ذلک) ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ حضرات شیعہ کسطرح ایسے سچے مسلمانون اور پکے ایمان والونکو منافق کہتے ہین ۔ اور کیونکر ایسی صریح آیات اور سچی روایات سے انکار کرتے ہین اس لئے کہ جب کوئی شخص اِن آیتون اور حدیثون اور روایتون کو دیکھے تو بھلا ممکن ہے کہ وہ صحابۂ کرام کے فضائل مین شبہہ کر سکے یا اُنکی نسبت نفاق اور ارتداد کا خطرہ بھی اُسکے دل مین گذر سکے غور کرنے کا مقام ہے کہ خدا نے اُنکے حالات بیان کرنے مین فقط کنایے اور اشارے پر قناعت نفرمائی بلکہ صاف صاف تصریح کردی اور ٹھیک ٹھیک پتہ اور نشان اُنکا بتلا دیا ، اور ایسی صریح آیتونکو نازل کرکے منکرین کے شبہات کو دور کردیا اگر پیغمبر صاحب کے اوپر ایمان لانیوالونکی فقط خدا تعریف اجمالی کرتا تو منکرین کو تاویل اور شبہے کا موقع تھا مگر جب صاف صاف کہدیا کہ مین اُن مسلمانونسے راضی ہون جنھون نے پیغمبر صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی اور جگہ بھی بیعت کرنے کی بتلادی کہ درخت کے نیچے اور یہ بھی کہدیا کہ یہ لوگ پیغمبر کے ہاتھ پر بیعت نہین کرتے ہین بلکہ میرے ہاتھ پر تو اب کون شخص ہے کہ ایسی بیعت کرنیوالون کے ایمان اور اخلاق پر شبہہ کر سکے ہان یہ شبہہ ہو سکتا تھا کہ شاید بیعت کرنیوالے وہی معدودی چند ہون جو موافق اعتقاد شیعون کے مرتد نہین ہوے لیکن جب کہ علمائے شیعہ نے اس امر کو تسلیم کرلیا کہ صحابۂ کبار جو دہ سو اس بیعت مین شریک تھے اور یہ بھی قبول فرمالیا کہ انھین کی شان مین اس آیت کو خدا نے نازل کیا اور اسکا بھی اقرار کیا کہ سواے ایک منافق کے اور کسی نے بیعت کو نہین توڑا تو ہمکو نہایت ہی تعجب آتا ہے کہ کیونکر ایسی بیعت کرنیوالون کے حق مین ایسا فاسد اعتقاد رکھتے ہین لیکن یہ خیال کرکے کہ حضرات شیعہ کو نہ خدا کے کلام پر یقین ہے نہ پیغمبر صاحب کی حدیثون پر نہ امامون کے قول پر تو کچھ تعجب نہین ہوتا اگر اُنمین سے کسی پر عقل ہوتا تو کبھی ایسا عقیدہ نہ رکھتے اے بھائیو تمھارے حق مین ہم خدا سے دعا کرتے ہین کہ اللہ جلشانہ تمکو ایک ذرہ بھر ایمان عطا کردے تاکہ تم لوگ اپنے عقیدونکی برائیون پر خود ہی اقرار کرنے لگو اور جو ہم تمکو سمجھاتے ہین وہ تم خود ہی سمجھنے لگو اے یارو ذرا ایسے عقیدون پر غور کرو اور سوچو کہ انمین کچھ بھی اثر ایمان اور اسلام کا ہے اگر ہے تو دکھاؤ ۔ شعر

نالۂ حزینت کو آہ آتشینت کو ۔۔۔ لاف عشقبازی چند عشق را نشانیہاست

پانچوین آیت

لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ؕ شان نزول اس آیت کا

۹۷
پارہ ۱۰
رکوع ۶
سورۂ انفال
۱۲

یہ ہے کہ جب لڑائی بدر کی فتح ہوئی اور مشرکین قید مین آئے تب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم
نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ اِن قیدیونکو کیا کرنا چاہیئے حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ فدیہ لیکر چھوڑ دینا چاہیے
حضرت عمرؓ نے کہا کہ اِنکی گردنین مار دینا چاہیے بلکہ جو جسکا رشتہ دار ہو وہی اپنے ہاتھ سے اُسکو قتل کرے اور
خدا کی محبت کے سامنے دوسرے کی محبت کا خیال نہ کرے لیکن حضرتؐ نے موافق مشورے ابوبکر صدیق رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اور اور صحابہ کے فدیہ لیکر چھوڑ دیا اُسپر یہ آیت نازل ہوئی اور اس روایت کو علما اور مفسرین امامیہ بھی
تصدیق کرتے ہین چنانچہ تفسیر خلاصۃ المنہج کاشانی مین لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی مین ستر آدمی قید ہوے منجملہ ان کے
عباس اور عقیل بھی تھے حضرت نے اُنکے باب مین اپنے یارون سے مشورہ کیا ابوبکر نے کہ وہ بھی مہاجرین مین سے تھے
کہا یا رسول اللہ یہ سب چھوٹے بڑے آپ کی قوم اور قبیلے کے ہین اگر ہر ایک بقدر طاقت اور استطاعت اپنی کے کچھ فدیہ دے
تو امید ہے کہ ایکدن دولت اسلام پر پہونچین اور مجمع البیان طبرسی مین لکھا ہے کہ پیغمبر خدا نے بدر کے دن قیدیون کے
باب مین اپنے یارون سے کہا کہ اگر تم چاہو انکو مار ڈالو اور چاہو جانے دو تب حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ انھون نے
آپکو جھٹلایا اور آپکو نکالا اس لیئے انکی گردنین مارنا چاہیے عقیل کو علی کے سپرد فرمایئے کہ وہ اُنکو مارین اور فلان شخص
میرے سپرد کیجیے کہ مین اُسکو قتل کرون اور یہ سب سرداران کفار سے ہین اور حضرت ابوبکر نے کہا کہ یا رسول اللہ
یہ آپکی قوم اور رشتے کے لوگ ہین فدیہ لیکر چھوڑ دینا چاہیے چنانچہ اسی طرح پر حضرتؐ نے کیا تب یہ آیت نازل ہوئی اور
پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا آسمان سے تو سواے عمر اور سعد بن معاذ کے کوئی نجات پاتا ان روایتون سے
باقرار علماے امامیہ چند فائدے حاصل ہوے ❊ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کا مہاجرین اور اہل بدر مین سے ہونا
دوسرے پیغمبر خدا کا اُنسے مشورہ کرنا تیسرے حضرت عمرؓ کا کافرون پر سخت ہونا اور خدا کی راہ مین قرابت اور برادری
کا کچھ خیال نکرنا اور جو کچھ ان فائدون سے فائدے حاصل ہوتے ہین اُنکو ہم بیان کرتے ہین کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ
اور حضرت عمرؓ کا مہاجرین مین سے ہونا ثابت ہوا تو جو فضیلتین اللہ جلشانہ نے مہاجرین کی بیان کی ہین اور جنکو
اوپر ہم نقل کر چکے ہین وہ سب اُنکے حق مین ثابت ہوئین ❊ دوسرے جو بعض علماے امامیہ نے انکار کیا ہے کہ صحاب ثلثہ
مہاجرین مین سے نہ تھے وہ قول باطل ہوا چنانچہ تقلیب المکاید کے مؤلف نے مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ
سرہ کے تحفہ کے باب مکاید شیعیان کے کید نود و یکم کے جواب مین صاف لکھا ہے کہ (اصحاب ثلثہ از مہاجرین اولین
نبودند) تیسرے امامیہ کا یہ گمان کہ معاذ اللہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ ابتدا ہی سے منافق تھے اور
کبھی دل سے ایمان نہ لائے تھے اور اُنکی نیت نیک نہ تھی فاسد ٹھہرا جیسا کہ جناب میر صاحب قبلہ حدیقۂ سلطانیہ
کے باب سوم مین لکھتے ہین کہ (سیرت شیخین دلالت بر خبث سریرت آنہا دارد کہ در وقت کتمان از حضرت نبوی
درخواست اظہار دعوت نمودہ و در فکر اضرار آن حضرت برمی آمدند و در وقت اعلان از نصرت دست می کشیدند

فاعتبروا یا اولی الابصار) انتہی بلفظہ اگر میر صاحب قبلہ زندہ ہوتے تو مین پوچھتا کہ حضرت اگر شیخین کی نیت نیک نہوتی اور وہ وقت اعلان کے نصرت سے ہاتھ کھینچتے ہوتے تو بدر کی لڑائی مین کیون شریک ہوتے اور کیون خدا انکے ہاتھ پر فتح دیتا اور کیون پیغمبر خدا اُنسے مشورہ کرتے اور کیون آپ کے جد امجد کاشانی اور طبرسی مہاجرین اور اہل شوریٰ مین ہونا انکا قبول کرتے اے مسلمانو شیعون کے ایمان اور عقل ورحیا پر غور کرو کہ وہ شیخین کی نسبت جو کہ تمام جان سے اپنی عاشق پیغمبر کے تھے اور تمام مال اپنا حضرت پر فدا کر چکے تھے اور جو شب و روز اظہار دعوت کے لیے اصرار کیا کرتے تھے یہ گمان کرتے ہین کہ اُنکی نیت اس اصرار سے یہ بھی کہ پیغمبر خدا اظہار دعوت کرین اور لوگ اُنکو ستاوین اور ہلاک کر ڈالین افسوس ایسے عقیدے پر خیر بہر حال میر صاحب قبلہ جو چاہین فرماوین اور اُنکے پدر بزرگوار جو دلمین آوے ارشاد کرین لیکن اس امر کو کہ شیخین مہاجرین اور اصحاب بدر مین سے تھے جھٹلا نہیں سکتے اور ہمارا مطلب اتنی ہی بات سے حاصل ہوا جاتا ہے اس لیے کہ جب وہ مہاجرین مین سے تھے تو اُن فضیلتون کے مستحق ہین جو خدا نے جا بجا قرآن مجید مین ہجرت کرنیوالونکی بیان کی ہین اور جب کہ وہ اہل بدر سے تھے تو وہ اُس مغفرت کے وعدے مین شریک ہین جو اللہ جلشانہ نے اہل بدر سے کیا ہے کہ مین نے اُنکو مرفوع القلم کر دیا ہے چنانچہ اس امر کو علمائے امامیہ بھی قبول کرتے ہین علامہ کاشانی خلاصۃ المنہج مین تفسیر کریمہ مَا کَانَ لِلنَّبِیِّ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗ اَسْرٰی کی یہ الفاظ کرتے ہین کہ (اگر نہ حکمی فرمانی می بود از خدا یتعالی کہ پیشی گرفتہ شدہ اثبات آن در لوح محفوظ کہ بے نہی صریح عقوبت نہ فرماید یا اصحاب بدر را عذاب نکند) اور اسی طرح پر تفسیر مجمع البیان طبرسی مین لکھا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (لعل اللہ اطلع علی اہل بدر فغفر لہم فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم) کہ خدا نے اہل بدر کی شان مین فرمادیا ہے کہ جو چاہو سو کرو مین تمکو بخش چکا ہون اور تفسیر خلاصۃ المنہج مین لکھا ہے کہ (خدای تعالی بدریان را وعدہ مغفرت دادہ وایشان را بخطاب مستطاب اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم نوازش فرمودہ) پس جب پیغمبر خدا کی زبان مبارک سے تمام اہل بدر کا قطعی جنتی ہونا اور خدا کا اُنکی نسبت اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ کہنا ثابت ہوا تو پھر اب صحابہ کبار علی الخصوص اصحاب ثلثہ کے قطعی جنتی ہونے مین کون سا شبہہ رہا اتنی یا ردہم اب تک نہین سمجھے کہ حضرات شیعہ کے مذہب کا مدار کس پر ہے اگر خدا کے کلام پر ہے تو وہ صحابہ کی فضیلتون سے بھرا ہوا ہے اگر پیغمبر خدا کی حدیثون پر ہے تو اُن مین بھی اُنھین کے صفات کا تذکرہ ہے اگر ائمہ کرام علیہم السلام کی روایتون پر ہے تو اُن مین بھی اُنکی خوبیون کا بیان ہے اگر اپنی ہی تفسیرون اور کتابون پر ہے تو اُنسے بھی اُنکے فضائل کا ثبوت ہوتا ہے پس اب اور کیسی سند حضرات چاہتے ہیں جو صحابہ کے فضائل پر ہم پیش کرین اور کیسی دلیل چاہتے ہین

جو اُنکی بزرگیون کے ثبوت مین بیان کرین اصل یہ ہے کہ اگر ایمان اور انصاف ہو تو خدا کے کلام اور
رسول کی احادیث اور ائمہ کے اقوال کو مانین جب ایمان اور انصاف ہی نہین ہی اور پیروی عبد اللہ بن
سبا کی کرنی منظور ہے تو پھر کیونکر اپنے پیرو مرشد کے سکھائے ہوے عقیدونکو چھوڑین افسوس ہزار افسوس
کہ بارہ سو برس گذر گئے اور اُس ملعون یہودی کی ہڈیان خاکستر تک ہو گئین مگر جو کچھ وہ اپنے شیعونکو سکھلا گیا
اُسکو وہ نہین بھولے اور جس راہ پر وہ اپنے یارونکو چلا گیا اُس سے نہین ہٹتے ہزار ہزار کوئی سمجھاوے
لاکھ آیتین اور حدیثین دکھلاوے مگر اپنے پیرو مرشد کے قول کے روبرو ایک پر بھی نظر نہین کرتے کلام اللہ
کی تاویل کردین حدیثون کو بناوٹی بتلادین اماموںکے قول کو رد کردین مگر اپنے جد امجد کی بات کو نہین بھولتے جس
عقیدے کو خیال کیجئے اسمین اُسی ملعون کی تعلیم کا اب تک اثر ہے جس مسئلے پر غور کیجئے اب تک اُسی کمبخت کے
قول پر عمل ہے ولنعم ما قیل * شعر -

بلب زدرو دل آہی کہ داشتم دارم ‌ ‌ ‌ نشستنی سر راہی کہ داشتم دارم

چھٹی آیت

پارہ ۱۰ - رکوع ۱۰ سورۂ انفال ۱۲

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ ؕ اس آیت کے معنی یہ ہین کہ جو لوگ ایمان لائے اور جنھون نے ہجرت کی اور
خدا کی راہ مین جہاد کیا اور جن لوگون نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہین انکے لئے مغفرت
اور رزق باکرامت ہے * اس آیت پر ایمان لانیوالے مہاجرین اور انصار کے ایمان اور اسلام پر کچھ شبہہ نہین
کر سکتے اور اُنکی مغفرت اور جنتی ہونے مین کچھ شک نہین لا سکتے ہین اس لیے کہ جب اللہ جلشانہ خود تصدیق
فرماتا ہی کہ جن لوگون نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار کو چھوڑا اور جنھون نے پیغمبر صاحب کو اور ہجرت کرنیوالونکو اپنے
گھرون مین جگہ دی اور اُنکی مدد کی وہ سچے مسلمان اور پکے ایمان لانیوالے ہین اور مغفرت اور رزق کریم
اُنکے حصے مین ہے پس خدا کی ایسی شہادت کو سنکر کون سا شخص ہو گا کہ مہاجرین اور انصار کے
ایمان مین شبہہ کرے اور اُنکی مغفرت مین کلام کرے شیعیان عبد اللہ بن سبا کو ذرا سوچنا چاہیئے کہ جب
اللہ جلشانہ مہاجرین والانصار کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے اور اُنکے حق مین شہادت اُولٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ
حَقًّا کی دیتا ہے اور اُنکی شان مین لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِیْمٌ - فرماتا ہے پھر کیونکر اُنکے دل مین ایسے
پاک لوگونکی طرف سے شبہہ ہوتا ہے اور کسطرح اُنکی زبان سے ایسے شخصون کی نسبت کفر و نفاق کا
کلمہ نکلتا ہے كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اگر کسی کو شک ہو کہ یہ آیت اُن مہاجرین اور انصار

کی شان مین نہین ہے جنکی نسبت حضرات شیعہ نیک اعتقاد نہین رکھتے اس سبلئے ہم تفسیر مجمع البیان سے جو معتبر تفاسیر امامیہ سے ہے تفسیر اس آیت کی لکھتے ہین جسکو شک ہو وہ صفحہ ۵۲ سے تفسیر مذکور مطبوعہ طہران ۱۲۸۰؁ ہجری کو دیکھ لے مفسر موصوف لکھتا ہے کہ خدا نے پھر ان آیتون مین مہاجرین اور انصار کا ذکر کیا اور انکی ثنا اور صفت بیان کی پس خدا کے اس قول کا کہ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ یہ مطلب ہے کہ تصدیق کی انھون نے خدا کی اور اسکے رسول کی اور ہجرت کی اپنے گھرون اور وطن سے یعنی مکے سے مدینے کو اور جہاد کیا انھون نے خدا کے دین کی ترقی کے لیئے اور وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا کے یہ معنی ہین کہ جگہ دی مہاجرین کو اپنے گھرون میں اور مدد کی پیغمبر کی اور اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کا یہ مطلب کہ وہی لوگ سچے مسلمان ہین اس لیئے کہ انھون نے اپنے ایمان کو ہجرت کر کے اور مدد دیکر ثابت کر دیا اس تفسیر کو دیکھکر اگر حضرات شیعہ مہاجرین اور انصار کی فضیلت کا اقرار نکرین تو سوائے تعصب اور ضلالت کے کیا تصور کیا جاے کاش اگر حضرات شیعہ بمقابلے ایسی صریح آیتون اور ایسی صاف بشارتون کے ایک دو آیت بھی قرآن سے نکال کر ہمکو دکھلاتے اور جسطرح پر ہمنے انکے فضائل اور درجات کو کلام اللہ سے ثابت کیا وہ قرآن ہی کی سند سے انکی ایک بھی برائی کا ثبوت پہنچاتے تو ہم انکو کسی قدر معذور بھی جانتے لیکن افسوس تو ہمکو اسی بات کا ہے کہ ہمتو مہاجرین اور انصار کے فضائل مین قرآن کی آیتو نکو پیش کرتے ہین رسول کی احادیث کو بیان کرتے ہین امامون کے قولون کو انھین کی کتابون سے نکال کر دکھلاتے ہین اور وہ ان سب کو چھوڑ کر چند مفتری کذّابون کی جھوٹی باتو نکو پیش کرتے ہین اور ان لوگون کے قولون پر عمل کرتے ہین جنکو امامون نے نکال دیا اور جن پر اپنی زبان سے لعنت کی اور جنکو جھوٹھا اور فریبی خطاب دیا جسکا ثبوت ہم آیندہ کرینگے انشاء اللہ تعالے پس انصاف کرنیوالے انصاف کر سکتے ہین کہ خدا کے کلام پر ہم ایمان رکھتے ہین یا حضرات شیعہ اور قرآن کی آیات کی ہم تصدیق کرتے ہین یا شیعیان عبد اللہ بن سبائے یار و اگر فرض کیا جاے کہ جو ہمارا اعتقاد بہ نسبت صحابہ کے ہے وہ معاذ اللہ باطل ہووے اور جو عقیدہ شیعون کا بہ نسبت انکے ہے وہی صحیح ہووے اور قیامت کے دن اللہ جلشانہ عدالت کی کرسی پر بیٹھکر ہمارے اعتقاد باطل پر ہمسے جواب چاہے تو ہم اسی کی کتاب کو اسکے سامنے کر دینگے اور نہایت ادب سے عرض کرینگے کہ اے العالمین تو عادل ہے اور موافق مذہب شیعون کے تیرا عدل اصول ایمان مین سے ہے تو آپ تو ہی انصاف کر کہ یہ کتاب تیری ہی ہے جسکو تو نے ہماری ہدایت کیواسطے اپنے پیغمبر کی معرفت نازل کیا اور اسکا نام کتاب مبین رکھا اور اسکی عبارت اور مضمون مین اغلاق اور تصنع کو دخل ندیا ہر چیز کو صاف صاف بیان کر دیا اور خود اسکا حافظ رہکر اسکو تحریف سے محفوظ رکھا پس خداوندا ہمنے تیری ہی کتاب کو

۵۷ ثم عاد سبحانه الى ذكر المهاجرين والانصار ومدحهم والثناء عليهم فقال والذين آمنوا وهاجروا وجاهدوا في سبيل الله اي صدقوا الله ورسوله وهاجروا من ديارهم واوطانهم يعني من مكة الى المدينة وجاهدوا مع ذلك في اعلاء دين الله والذين آووا ونصروا اي ضموهم اليهم ونصروا النبي اولئك هم المؤمنون حقا اي اولئك الذين حققوا ايمانهم بالهجرة والنصرة ۱۲ مجمع البيان

جو اُنکی بزرگیون کے ثبوت مین بیان کرین اصل یہ ہے کہ اگر ایمان اور انصاف ہو تو خدا کے کلام اور رسول کی احادیث اور ائمہ کے اقوال کو مانین جب ایمان اور انصاف ہی نہین ہی اور پیروی عبداللہ بن سبا کی کرنی منظور ہے تو پھر کیونکر اپنے پیر و مرشد کے سکھائے ہوے عقیدونکو چھوڑین افسوس ہزار افسوس کہ بارہ سو برس گذر گئے اور اُس ملعون یہودی کی ہڈیان خاکستر تک ہو گئین مگر جو کچھ وہ اپنے شیعونکو سکھلا گیا اُسکو وہ نہین بھولتے اور جس راہ پر وہ اپنے یارونکو چلا گیا اُس سے نہین ہٹتے ہزار ہزار کوئی سمجھاوے لاکھ آیتین اور حدیثین دکھلاوے مگر اپنے پیر و مرشد کے قول کے روبرو ایک پر بھی نظر نہین کرتے کلام اللہ کی تاویل کردین حدیثون کو بناڈالین اماموں کے قول کو رد کردین مگر اپنے جد امجد کی بات کو نہیں بھولتے جس عقیدے کو خیال کیجئے اسمین اسی ملعون کی تعلیم کا اب تک اثر ہے جس مسئلے پر غور کیجئے اب تک اسی کمبخت کے قول پر عمل ہے ولنعم ما قیل * شعر -

بلب زدرد دل آہی کہ داشتم دارم ۔ نشستنی سر راہی کہ داشتم دارم

پارہ ۱۰ - رکوع ۱۰ - در سورۂ انفال ۱۲

چھٹی آیت

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۔ اس آیت کے معنی یہ ہین کہ جو لوگ ایمان لائے اور جنھون نے ہجرت کی اور خدا کی راہ مین جہاد کیا اور جن لوگون نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے ایمان والے ہین انکے لئے مغفرت اور رزق باکرامت ہے * اس آیت پر ایمان لانیوالے مہاجرین اور انصار کے ایمان اور اسلام پر کچھ شبہہ نہین کر سکتے اور اُنکی مغفرت اور جنتی ہونے مین کچھ شک نہین لا سکتے ہین اس لیے کہ جب اللہ جلشانہ خود تصدیق فرماتا ہی کہ جن لوگون نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار کو چھوڑا اور جنھون نے پیغمبر صاحب کو اور ہجرت کرنیوالونکو اپنے گھرون مین جگہ دی اور اُنکی مدد کی وہ سچے مسلمان اور پکے ایمان لانیوالے ہین اور مغفرت اور رزق کریم اُنکے حصے مین ہے پس خدا کی ایسی شہادت کو سنکر کون سا شخص ہوگا کہ مہاجرین اور انصار کے ایمان مین شبہہ کرے اور اُنکی مغفرت مین کلام کرے شیعیان عبداللہ بن سبا کو ذرا سوچنا چاہیئے کہ جب اللہ جلشانہ مہاجرین والنصار کے ایمان کی تصدیق کرتا ہے اور اُنکے حق مین شہادت اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کی دیتا ہے اور اُنکی شان مین لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ - فرماتا ہے پھر کیونکر اُنکے دل مین ایسے پاک لوگونکی طرف سے شبہہ ہوتا ہے اور کسطرح اُنکی زبان سے ایسے شخصون کی نسبت کفر و نفاق کا کلمہ نکلتا ہے كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اگر کسی کو شک ہو کہ یہ آیت اُن مہاجرین اور انصار

کی شان مین نہین ہے جنکی نسبت حضرات شیعہ نیک اعتقاد نہین رکھتے اس لیئے ہم تفسیر مجمع البیان سے
جو معتبر تفاسیر امامیہ سے ہے تفسیر اس آیت کی لکھتے ہین جسکو شک ہووہ صفحہ ۵۲ سے تفسیر مذکور مطبوعہ طہران
سنہ ۱۲۶۸ ہجری کو دیکھ لے مفسر موصوف لکھتا ہے کہ خدا نے پھر ان آیتون مین مہاجرین اور انصار کا ذکر
کیا اور اُنکی ثنا اور صفت بیان کی پس خدا کے اس قول کا کہ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
یہ مطلب ہے کہ تصدیق کی اُنھون نے خدا کی اور اُسکے رسول کی اور ہجرت کی اپنے گھرون اور وطن سے
یعنی مکے سے مدینے کو اور جہاد کیا اُنھون نے خدا کے دین کی ترقی کے لیئے اور وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا کے یہ
معنی ہین کہ جگہ دی مہاجرین کو اپنے گھرون میں اور مدد کی پیغمبر کی اور اُولٰۤئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کا یہ مطلب
کہ وہی لوگ سچے مسلمان ہین اس لیئے کہ اُنھون نے اپنے ایمان کو ہجرت کر کے اور مدد دیکر ثابت کر دیا
اس تفسیر کو دیکھکر اگر حضرات شیعہ مہاجرین اور انصار کی فضیلت کا اقرار نکرین تو سوائے تعصب اور ضلالت
کے کیا تصور کیا جاے کاش اگر حضرات شیعہ بمقابلے ایسی صریح آیتون اور ایسی صاف بشارتون کے ایک دو
آیت بھی قرآن سے نکال کر ہمکو دکھلاتے اور جسطرح پر ہمنے انکے فضائل اور درجات کو کلام اللہ سے
ثابت کیا وہ قرآن ہی کی سند سے اُنکی ایک بھی بُرائی کا ثبوت پہنچاتے تو ہم اُنکو کسی قدر معذور بھی
جانتے لیکن افسوس تو ہمکو اسی بات کا ہے کہ ہمتو مہاجرین اور انصار کے فضائل مین قرآن کی آیتونکو پیش
کرتے ہین رسول کی احادیث کو بیان کرتے ہین امامون کے قولون کو اُنھین کی کتابون سے نکال کر دکھلاتے
ہین اور وہ اِن سب کو چھوڑکر چند مفتری کذابون کی جھوٹھی باتونکو پیش کرتے ہین اور اُن لوگون کے قولون
پر عمل کرتے ہین جنکو امامون نے نکال دیا اور جن پر اپنی زبان سے لعنت کی اور جنکو جھوٹھا اور فریبی خطاب
دیا جسکا ثبوت ہم آیندہ کرینگے انشاء اللہ تعالےٰ پس انصاف کرنیوالے انصاف کر سکتے ہین کہ خدا کے
کلام پر ہم ایمان رکھتے ہین یا حضرات شیعہ اور قرآن کی آیات کی ہم تصدیق کرتے ہین یا شیعیان عبد اللہ
بن سبا ۱۲ یار و اگر فرض کیا جاے کہ جو ہمارا اعتقاد نسبت صحابہ کے ہے وہ معاذ اللہ باطل ہووے اور جو عقیدہ
شیعون کا نسبت انکے ہے وہی صحیح ہووے اور قیامت کے دن اللہ جلشانہ عدالت کی کرسی پر بیٹھکر ہمارے
اعتقاد باطل پر ہمسے جواب چاہے تو ہم اُسی کی کتاب کو اُسکے سامنے کر دینگے اور نہایت ادب سے عرض
کرینگے کہ اے الٰہ العالمین تو عادل ہے اور موافق مذہب شیعون کے تیرا عدل اصول ایمان مین سے ہے تو آپ
تو ہی انصاف کر کہ یہ کتاب تیری ہے جسکو تو نے ہماری ہدایت کیواسطے اپنے پیغمبر کی معرفت نازل کیا اور
اسکا نام کتاب مبین رکھا اور اُسکی عبارت اور مضمون مین اغلاق اور تصنع کو دخل نہ دیا ہر چیز کو صاف
صاف بیان کر دیا اور خود اُسکا حافظ بنکر اُسکو تحریف سے محفوظ رکھا پس خداوندا ہمنے تیری ہی کتاب کو

۱۵ ثم عاد سبحانہ الی ذکر المہاجرین والانصار ومدحہم والثناء علیہم فقال والذین آمنوا وہاجروا وجاہدوا فی سبیل اللہ ای صدقوا اللہ ورسولہ وہاجروا من دیارہم واوطانہم یعنی من مکۃ الی المدینۃ وجاہدوا مع ذلک فی اعلاء دین اللہ والذین آووا ونصروا ای ضموہم الیہم ونصروا النبی اولٰئک ہم المؤمنون حقا ای اولٰئک الذین حققوا ایمانہم بالہجرۃ والنصرۃ ۱۲ ترجمہ البیان

اپنی آنکھون کے سامنے رکھ لیا اور جو کچھ اُس مین تو نے کہدیا اور فرمادیا اُسی پر ہمنے یقین کیا مہاجرین اور انصار کی اس قدر بزرگیان اور فضیلتین جو تو نے بیان کین کہ ہم اُنکی نسبت نیک اعتقاد رکھنے پر مجبور ہوگئے اور تیری ہی شہادت سے اُنکے ایمان اور اسلام پر بلکہ اُنکے فضائل اور درجات پر معتقد ہوگئے کہین تو نے اُنکے حق مین فرمایا اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ ہَاجَرُوْا وَ جَاہَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِہِمْ وَ اَنْفُسِہِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفَآئِزُوْنَ کسی مقام پر تو نے اُنکی نسبت ارشاد کیا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ ہَاجَرُوْا وَ جَاہَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا کسی جگہ اُنکی شان مین تو نے فرمایا لَہُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ رِزْقٌ کَرِیْمٌ کسی مقام پر اُنکی صفت مین تو نے کہا کَیْرَ زُقَنَّہُمُ اللّٰہُ رِزْقًا حَسَنًا غرض کہ خدایا جب ہمنے تیری کتاب کو کھولا تو کوئی ورق اور کوئی صفحہ اُسکا مہاجرین اور انصار کے ذکر سے خالی نہ پایا کسی آیت سے اُنکی بُرائی کا ثبوت کیسا اُنکی فضیلت پر شبہہ تک نہوا جب تیری کتاب سے اُنکی نسبت شہادت چاہی تو یہی معلوم ہوا کہ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ جب قرآن سے اُنکے واسطے فال کھولی تو یہی نکلا کہ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفَآئِزُوْنَ پس جب تو نے باین بے نیازی انکی صفات اور فضائل سے اپنی کتاب کو بھر دیا اور اُنکی شان مین بار بار رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ فرمایا اور ہمکو اُن کے اقتدا اور پیروی کی تاکید کی اور اُنسے محبت رکھنے کی تحریص اور عداوت اور کینہ رکھنے پر تہدید فرمائی تو ہم اگر اُنسے محبت نہ رکھتے اور اُنکو اچھا نہ جانتے اور اُنکی اقتدا نہ کرتے تو کیا کرتے الٰہ العالمین تو نے ہمکو اُن لوگون مین تو پیدا نہین کیا تھا جنکی نسبت تو نے فرمایا ہے اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِہِمْ وَ اَمْوَالِہِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانًا اُس گروہ مین تو نے ہمکو شامل ہی نہ کیا تھا جنکی صفت مین تو نے ارشاد کیا ہے وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَ الْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِہِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ ہَاجَرَ اِلَیْہِمْ ہمکو تو اُن سب کے پیچھے مخلوق کیا اور ہم لوگونکی نسبت پہلے ہی سے تو نے یہ لکھدیا کہ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِہِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تو کیونکر ہم اُن پیشواؤن سے محبت نہ رکھتے اور کس طرح اُنسے کینہ اور عداوت رکھتے یہ کتاب تیری موجود ہے جسکی نسبت تو نے فرمادیا تھا کہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ اور اسی وعدے پر ہم اُسکو برابر غیر محرف سمجھتے رہے اور اُسپر ایمان رکھتے آئے اگر یہ آیتین جو مہاجرین اور انصار کی نسبت ہمنے بیان کین تیری کتاب مین موجود ہین تو پھر خدایا ہمارا کیا قصور اور کیا گناہ ہے جنکو تو نے اچھا کہا ہمنے اچھا جانا جنکی تو نے تعریفین کین اُنسے ہمنے محبت رکھی ہان اگر ان لفظون کے تو نے اور کچھ معنی رکھے ہون اور اِس عبارت کا مطلب اور کچھ ہو تو ہم نہین جانتے موافق تیرے ارشاد کے تیری کتاب کو کھلی اور روشن

کتاب سمجھتے تھے اور اُسکو معما اور پہیلیون کا مجموعہ نہ جانتے تھے غرض کہ ہم نہین جانتے کہ جب ہم یہ جواب دینگے تو خداوند عادل کس جرم مین ہم کو سزا دیگا اور کس طرح ہمکو اپنی کتاب کا تصدیق کرنیوالا نہ سمجھے گا ہمکو تو یقین ہے کہ ضرور ایسے عقیدے سے خدا ہماری نجات کریگا اور ہم اُنکے مغفرت اور رزق کریم میں سے حصہ عطا کریگا + اے یارو ہمارا جواب تو سن لیا اب کچھ اپنی جواب دہی کی فکر کرو کہ اگر تمھارا عقیدہ جو بہ نسبت صحابہ کے ہے باطل ٹھہرا اور قیامت کے دن خدا نے تمسے مواخذہ کیا تو تم کیا جواب دوگے ہمارے نزدیک تو سوائے اسکے دوسرا جواب نہین ہوسکتا کہ خداوندا ہمنے تیری کتاب کو اس لئے پس پشت ڈالدیا تھا کہ اُسمین اصحاب رسول نے تحریف کردی تھی اور اسکو کم و بیش کردیا تھا جیسا تو نے نازل کیا تھا ویسا نہ رکھا تھا اور اصلی مصحف امام صاحب کے پاس تھا وہان ہمارا گذر کبھی نہو سکتا تھا کچھ نشان اور پتہ بھی امام صاحب کا نہ ملتا تھا پس ہم کیونکر مصحف عثمانی پر عمل کرتے اور کیونکر محرف قرآن کی تصدیق کرتے ہم تو اسکو کبھی دیکھتے بھی نہ تھے حفظ یاد کرنیکا ذکر کیا ہے کبھی اُسکو پڑھتے بھی نہ تھے بلکہ ہمیشہ امام صاحب کے خروج کی دعا کیا کرتے تھے اور اُنکے ساتھ جو اصلی قرآن تھا اسکے دیکھنے پر جان دیتے تھے مگر خداوندا ہمارا کیا قصور ہے اس لئے کہ تو نے ایسا اُنکو چھپایا کہ کہین انکا سایہ بھی نہ دکھلائی دیا ہزارون عرضیان بھیجین ایک کا بھی امام نے جواب نہ دیا صدہا درخواستین خضر و الیاس کے ذریعے سے براہ دریا ارسال کین کسی پر کچھ حکم نہ آیا بڑے بڑے مجتہدون سے پوچھا اُنھوں نے یہی فرمایا کہ ابھی انتظار مین رہو اور خروج اور ظہور کی دعا کیا کرو ہنوز وقت نہین آیا لیکن ہمنے بہت انتظار کیا مگر ہمارے جیتے جی ظہور کس کا خروج کیسا کچھ خبر تک امام کی نہ آئی شعر

شام تک تو آمد جاناں کا کھینچا انتظار ۔۔۔ وہ نہ آیا وعدہ اپنا یاں برابر ہو گیا

ہند سے امام کی غیبت سرا تک ہمنے ہجرت کی لیکن دیکھنا کسکا ملنا کیسا صورت تو امام کی نظر ہی نہ پڑی پس بغیر امام کے ہم کیا کرتے اور کیونکر راہ حق پر چلتے ہان امام کے دیکھنے والون نے جو کچھ ہمسے کہدیا اُسپر ہم ایمان لے آئے اور اُسی کو حق جانتے رہے اور کبھی اُس سے نہیں پھرے پس اگر خدا یہ جواب سنکر فرما دے کہ اے کمبختو جب کہ مین اپنے کلام کا حافظ تھا اور خود کہہ چکا تھا کہ نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ تو کسکی مجال تھی کہ وہ تحریف کرتا اور کون تھا کہ اُسکو بدل دیتا کسنے تمسے کہا کہ میری کتاب مین تحریف ہوئی تھی تب تم شاید یہی جواب دوگے کہ ہمنے زرارہ سے سنا تھا ہمسے شیطان الطاق نے کہدیا تھا تب اسوقت اگر خدا یہ فرمائے کہ اے بدبختو میں سچا تھا یا زرارہ میرا رسول صادق تھا یا شیطان الطاق تو معلوم نہین کہ کیا جواب دوگے ہمارے نزدیک تو سوائے اقرار جرم کے اور کچھ جواب دے سکوگے اور اُسوقت سوائے اسکے کہ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ اور کچھ حکم نہ ہوگا۔

ساتوین آیت

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ

بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ ۝ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ۝ جو آیتیں اب تک ہمنے لکھین اُنسے عام مہاجرین اور انصار کی فضیلتین ثابت ہوئیں اب ہم اس آیت کو لکھ کر خاص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کی فضیلت ثابت کرتے ہین ❊ جاننا چاہیے کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طائف اور حنین سے مراجعت فرمائی اور تھوڑے دن مدینے مین قیام فرما کر قصد جہاد روم کا کیا تو بعض لوگون پر نہایت گران گذرا اس لیے کہ گرمی کے دن تھے سفر دور و دراز تھا خرمون کے پکنے کی فصل تھی اور روم کا خوف بھی غالب تھا تب اللہ جلشانہ نے واسطے ترغیب جہاد کے ان آیتونکو نازل کیا اور کسی طرح سے لوگونکو سمجھایا چنانچہ اول آیت مین فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ کہ اے مومنین تمکو کیا ہوگیا ہے کہ جب تمسے جہاد کے لیے کہا جاتا ہے تب تم اپنے گھرون سے نکلنا نہین چاہتے کیا تم دنیا کی زندگی کو مقابلے آخرت کے اچھا سمجھکر اُسپر راضی ہو حالانکہ دنیا کا فائدہ آخرت مین بہت ہی تھوڑا ہے اس آیت مین اللہ جلشانہ نے دنیا کی حقارت بیان کرکے جہاد پر ترغیب دی بعدہ دوسری آیت۔ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ❊ مین فرمایا کہ اگر تم سستی کروگے اور جہاد پر مستعد نہوگے تو خدا تمکو دنیا و آخرت مین عذاب دیگا اور تمھارے بدلے اور غیر قوم کو پیدا کریگا اور تمھارے مدد نکرنے سے خدا یا اُسکے رسول کا کچھ نقصان نہیں ہے اس لئے کہ خدا کو کچھ پروا نہیں ہے اور رسول کا وہ خود حافظ ہے چنانچہ اپنی بے نیازی اور اپنے رسول کی بے پروائی کو ان لفظون سے بیان کیا اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اگر تم لوگ پیغمبر کی مدد نہ کروگے تو اُسکو تمھاری مدد کی حاجت نہین ہے اس لئے کہ خدا اُسکا مددگار ہے اور اپنی مددگاری کو اللہ جلشانہ اس طرح سے ثابت کرتا ہے کہ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ کہ جب کفار نے پیغمبر کو مکے سے نکالا اُسوقت کسنے اُسکی مدد کی اور اُسوقت کونسا لشکر اور گروہ اُسکا مددگار ہوا اور سوائے ایک یار کے دوسرا کون اُسکے ساتھ غار مین گیا اور جب کفار در غار پر آپہنچے اور درمیان پیغمبر کے اور اُنکے کچھ فاصلہ نرہا اُسوقت اُسکا یار غار بھی گھبرا گیا اور یہ خیال کرکے کہ ایسا نہو کہ کفار غار مین چھپے ہونے سے آگاہ ہو جاوین اور مبادا پیغمبر کو کچھ صدمہ پہنچاوین وہ غم کرنے لگا اُس اضطراب اور اضطرار کے حال مین بھی کہ بڑے بڑے شجاع

ف یہ خطاب اُنھین بعض سے ہے جو کہ جہاد پر جانے سے تساہل کرتے تھے نہ کل صحابہ سے اور انصار سے اور خطاب کل سے ہے اور بعض مراد ہونا کلام عرب مین جاری ہے ورنہ حضرت علی اور بنی ہاشم بھی اس خطاب مین شامل ہو جاوینگے ۱۲ منہ عفا عنہ

اور جو تم دگھبرا جاتے ہین میرے پیغمبر کو کچھ اضطراب نہوا اور اپنے یار کو لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہکر مطمئن کیا اور مینے اپنے پیغمبر کے کہنے سے اُس یار پر تسلی نازل کی کہ اُسکا خوف اور اضطراب جو پیغمبر پر صدمہ پہونچنے کے خیال سے تھا جاتا رہا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ اور بعد گذر جانے اُس مصیبت کے وقت کے جب بدر کی لڑائی ہوئی تب مین نے ایسے لشکر سے مدد کی کہ جسکو تم دیکھ نہین سکتے تھے وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْہَا آخر کار کفار کی بات کو پست کر کے اپنی بات کو بلند کیا وَجَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَکَلِمَۃُ اللّٰہِ ہِیَ الْعُلْیَا تمام مفسرین کیا شیعہ اور کیا سُنّی اسپر متفق ہین کہ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مین جس زمانے کا ذکر ہے اُس سے ہجرت کا وقت مراد ہے اور اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ مین جو لفظ صاحب کا مذکور ہے اُس سے حضرت ابو بکر صدیق رض مراد ہین اور اسکے بھی سب قائل ہین کہ ہجرت کا وقت بڑا نازک اور نہایت مصیبت اور تنہائی اور رنج کا تھا جو اُسوقت صدق دل سے شریک ہوا اُسکا رتبہ بھی سب سے بڑا ہے اور اس سے بھی کسیکو انکار نہین ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رض اُسوقت سے کہ جب سے پیغمبر صاحب اپنے گھر سے برآمد ہوے اور جب تک غار مین رہے اور جب تک مدینے مین پوہنچے برابر ہمراہ رہے لیکن باہم ہمارے اور شیعون کے یہ اختلاف ہے کہ ہم حضرت ابو بکر صدیق رض کی رفاقت کو اُنکے اخلاص اور نیک نیتی پر محمول کر کے اُنکو افضل مہاجرین جانتے ہین اور حضرات شیعہ اُنکی ہمراہی کو بدنیتی پر (ونعوذ باللہ من ذلک) محمول کر کے اُنکو منافقین مین سے سمجھتے ہین اس لئے ہم اسی آیت سے حضرت صدیق اکبر کے فضائل ثابت کرتے ہین اور حضرات شیعہ کے شبہات بیان کر کے اُنکا رد کرتے ہین ❊

بیان صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل کا جو اس آیت سے ثابت ہوتے ہین

اِس آیت سے بہت سی فضیلتین حضرت ابو بکر صدیق رض کی ثابت ہوتی ہین (اوّل) یہ کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل پر کفار مکہ نے اتفاق کیا اور اللہ جلشانہ نے اُنکے ارادے سے حضرت کو آگاہ فرمایا اور اجازت ہجرت کی دی تب پیغمبر خدا نے بحکم الٰہی حضرت ابو بکر صدیق رض کو اپنے ہمراہ لیا پس اگر خدائے جلشانہ کے نزدیک ابو بکر صدیق رض ایمان مین سچے اور اسلام مین پکے نہوتے اور پیغمبر صاحب پر جان و دل سے عاشق نہوتے تو ہرگز وہ ایسے وقت مین اُنکو ساتھ لینے کی اجازت نہ دیتا اور خود پیغمبر صاحب کو اگر اُنکی محبت اور عشق پر یقین کامل نہوتا تو کبھی ابو بکر صدیق رض کو اس سفر مین اپنے ہمراہ نہ لیتے (دوسرے) اگر ابو بکر صدیق رض اپنی جان و مال کو حضرت پر نثار کرنے سے راضی نہوتے تو وہ ایسی مصیبت کے وقت مین خود شریک نہوتے اور اپنے آپ کو معرض ہلاکت مین نہ ڈالتے بلکہ حیلہ حوالہ کر کے اپنے آپکو ایسی مصیبت کے وقت مین شریک ہونے سے بچا لیتے (تیسرے) گھر مین سے نکلنے کے وقت سے مدینے منورہ مین پوہنچنے تک

جو باتین صدیق اکبر نے کین اور جسطرح پر پیغمبر خدا کی حفاظت کی اور جس طور پر حق رفاقت کا ادا کیا ان سب
باتون سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابو بکر صدیق رض کو پیغمبر خدا کے ساتھ عشق کا مرتبہ تھا اور پیغمبر صاحب کے بچانے
کیلئے اپنی جان اور آبرو کا کچھ خیال نہ تھا (چوتھے) جتنے اور اصحاب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تھے اُنمین
سے کوئی اس رتبے کا نہ تھا کہ جسکو پیغمبر خدا اپنے ہمراہ لیتے اور جسکو اپنا یار غار بناتے سوائے ابو بکر صدیق کے
کہ انھین کو ایسے وقت مین اپنا رفیق بنایا اس سے ابو بکر صدیق رض کی افضیلت اور صحابیوں پر ثابت ہوتی ہے
(پانچوین) اللہ جلشانہ کو یہ خدمت صدیق اکبر رض کی ایسی پسند آئی کہ انکی صدیقیت اور رفاقت کو اور لوگون
کی تحریص اور ترغیب کے واسطے اس آیت مین بیان کیا تاکہ اُسکو سنکر لوگونکو غیرت آئے اور پیغمبر صاحب کی
رفاقت پر مستعد ہوجادین پس اگر ابو بکر صدیق رض کی صدیقیت خدا کے نزدیک مقبول نہوتی اور اُنکی خدمت اور
رفاقت اعلی درجے کی نہوتی تو انکی مثال کیون دی جاتی اور انکی یاری اور مددگاری اوروں کے دل بڑھانے
کے لیے کس لیے بیان کیجاتی (چھٹے) اللہ جلشانہ نے ثَانِیَ اثْنَیْنِ کا لفظ فرماکر ظاہر کیا کہ بعد پیغمبر خدا کے
دوسرا شخص ادائے مناصب دینی کے واسطے ابو بکر رض ہے (ساتوین) اللہ جلشانہ نے صَاحِبِہٖ کا لفظ،
ابو بکر صدیق رض کی نسبت فرماکر انکی صحابیت کو ثابت کیا کہ یہ رتبہ کسی دوسرے کو نصیب نہین ہوا اسلئے
ابو بکر صدیق رض کی صحابیت کا انکار درحقیقت نص قرآنی کا انکار ہے (آٹھوین) اس آیت مین الفاظ لَا تَحْزَنْ
اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ابو بکر صدیق کو تسلی دی اور خدا کی حفاظت
اور نصرت مین انکو اپنا ساتھی فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جسطرح پر حافظ اور ناصر اپنے پیغمبر کا تھا
اُسی طرح پر اپنے پیغمبر کے یار غار کا حامی اور مددگار تھا اور جب کہ اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ اللہ ابو بکر رض کیساتھ
تھا تو یہی سے ابو بکر کا متقی اور محسن ہونا ثابت ہوا اس لیے کہ دوسری آیت مین اللہ جلشانہ نے فرمایا ہے
کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ کہ خدا اُنھین لوگون کے ساتھ ہوتا ہے جو کہ متقی اور نیک
ہوتے ہیں (نوین) اللہ جلشانہ نے اپنی تسلی ابو بکر صدیق رض پر نازل کی اور خدا اپنی تسلی نازل نہین کرتا مگر
اُنھین لوگون پر جو کہ ایمان مین پکے اور اسلام مین مضبوط ہوتے ہین اور جن پر خدا اپنا فضل کرتا ہے اور
تسلی نازل کرنے کا ثبوت فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِ سے ہوتا ہے (دسوین) اِن آیتون پر غور کرنے سے
بڑی فضیلت صدیق اکبر رض کی ثابت ہوتی ہے اس لیے کہ یہ آیتین صرف واسطے ترغیب اور تہدید اُن،
لوگون کے نازل ہوئی ہین جو کہ جہاد پر جانے سے سُستی کرتے تھے اور اِن آیتون مین خدا نے اُن
سُستی کرنیوالونکو سمجھایا اور ڈرایا اور اپنی بے نیازی کو ظاہر کیا چنانچہ اول دنیا کی حقارت کرکے اُن کو
سمجھایا پھر انکو عذاب نازل کرنے سے اور اُنکے بدلے دوسری قوم کو پیدا کرنے سے ڈرایا آخر کار اپنی بے نیازی

اور اپنے رسول کی بے پروائی کو بیان فرمایا اور پھر اُس بے نیازی اور بے پروائی کے بیان میں صدیق اکبرؓ
کی تمثیل دی اور اُنکی رفاقت اور محبت کا تذکرہ کیا پس اسی سے ابوبکر صدیقؓ کی صدیقیت اور اُنکی صاحبیت کے
مرتبے کو قیاس کرنا چاہیے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے نزدیک اُنکی نصرت و یاری کی کیسی کچھ وقعت تھی کہ
منجملہ اور امور ترغیب و تہدید کے اُنکی نصرت و رفاقت کو بھی بیان کیا غرضکہ فضائل ابوبکر صدیقؓ کے جو ان
آیتون سے ثابت ہوتے ہیں اجمالاً ہم بیان کر چکے اب اُن شبہات کو جو حضرات شیعہ کرتے ہین بیان کر کے
اُسکا رد کرتے ہین اور چونکہ شبہات اُنکے ایسے پوچ اور رکیک ہین کہ اُنکی تردید کرنا ایسا ہے جیسا کہ روز روشن
مین آفتاب کے طلوع سے انکار کرنے والے کے مقابلے مین دلائل اور براہین بیان کرنا لیکن بمجبوری
موافق قول خاتم المحدثین کے (چون بناء کلام بر اصول گروہی نہادہ است ناچار زمام اختیار بدست آنہا
دادہ ہر جا کہ کشیدہ برند میرود و بہر رنگ کہ رنگین کنند میشود) مگر منصف مزاجون سے امید ہے کہ اُن اعتراضون
کو ذرا انصاف سے دیکھین اور علماء و مجتہدین امامیہ کے تعصب اور عناد پر خیال کرین کہ عداوت نے انکے دلون پر
کیسا پردہ اور دشمنی نے اُنکی عقلون پر کیسا حجاب ڈال دیا ہے کہ ایسی نص صریح سے انکار کرتے ہین اور افضل الصحابہ
کی فضیلت کے انکار کے لیے کیسی پوچ تاویلین بیان کرتے ہین (وہا انا اشرع فی بیان ہفواتہم)۔

بیان شیعیان عبداللہ بن سبا کے اعتراض کا اس آیت پر

ہم اعتراضون کو اُسی ترتیب سے بیان کرتے ہیں جس ترتیب سے ہمنے فضیلتین بیان کی ہین تاکہ دیکھنے والو کو
ہر فضیلت کے مقابلے مین اعتراضات اور شبہات شیعون کے معلوم ہو جاوین ✣

پہلا اعتراض پہلی فضیلت پر

جو کہ ہمنے پہلی فضیلت مین بیان کیا ہے کہ اللہ جلشانہ کے حکم سے پیغمبر خدا نے صدیق اکبرؓ کو اپنے ہمراہ لیا
اُسکو امامیہ اس طرح پر رد کرتے ہین کہ نہ خدا نے پیغمبر خدا کو ابوبکر کے ہمراہ لینے کی اجازت دی نہ پیغمبر صاحب
نے اپنی خوشی سے اُنکو اپنے ساتھ لیا بلکہ بلا مرضی اور بغیر اجازت حضرت کے ابوبکر ہمراہ ہو گئے چنانچہ اس باب
میں جو کچھ علماے شیعہ نے لکھا ہے اسکو ہم بیان کرتے ہین بڑے مجتہد صاحب یعنی شیعون کے قبلہ و
کعبہ ذوالفقار میں لکھتے ہیں کہ (احتجاج باین آیت موقوف ست کہ بہ ثبوت رسید کہ ہجرت ابوبکر باجازت
حضرت نبوی واقع شدہ و شیعہ این را قبول ندارند) اور قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین اور
اپنے اور رسالون مین بھی یہی لکھا ہے کما ذکرہ فی منتہی الکلام کہ (قاضی نور اللہ شوستری در مجالس المومنین

۱ ذوالفقار مطبوعہ لدھیانہ ۱۲۸۱ ہجری صفحہ ۵۷ سطر ۹ ۱۲

و بعضے از رسائل دیگر ذکر می کنند) (کہ ابوبکر از منافقین بود و برخلاف امر اقدس نبوی در اثنائے راہ ایستاد
و حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بعد زجر شدید او را ہمراہ گرفت تا کفار را دلالت نہ کند) اور ایک رسالے مین
جو منسوب بہ حسینیہ ہی ایک بڑے میر صاحب اس طرح پر لکھتے ہین (کہ چون پارۂ راہ برفت دید کہ شخصے در
برابر آنحضرت می آید حضرت توقف نمودہ چون نزدیک رسید بشناخت کہ ابوبکر ست فرمود کہ اے ابوبکر نہ
من امر خدا بشما رسانیدم و گفتم کہ از خانۂ خود ہا بیرون میائید تو چرا مخالفت امر الٰہی کردی گفت یا رسول اللہ دل از بہر
تو خائف بود و ہراسان بودم نخواستم کہ در خانہ قرار گیرم پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم متحیر ماند بواسطۂ آنکہ حکم الٰہی نبود
کہ کسے در ہمراہی خود ببرد در ساعت حضرت جبرئیل باز رسید و گفت یا رسول اللہ بخدا سوگند کہ اگر این را می گذاری
و ہمراہ نہ گیری کفار را گرفتہ از عقب تو بیاید و ترا بقتل رساند پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم آن وقت بالضرورت او را
با خود برد و در غار داخل شد) غرض کہ اس اعتراض سے ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق بہ قصد گرفتار کرانے پیغمبر صاحب
کے گھر سے نکلے اور راہ روک کر کھڑے ہو گئے اور باوجودیکہ حضرت نے گھر مین سے نکلنے کو منع کر دیا تھا وہ عدول حکمی
کر کے بارادۂ ایذا رسانی پیغمبر صاحب کے سد راہ ہوے آخر کار پیغمبر صاحب مجبور ہوئے اور بصلاح جبرئیل علیہ السلام
کے انکو اپنے ساتھ لے لیا اگر ہمراہ نہ لیتے تو ضرور ابوبکر کفار کو لے آتے اور پیغمبر کو گرفتار کراتے ٭ اگرچہ
اہل انصاف غور کر سکتے ہین تو بہ تو بہ ایسے بدیہی امر مین غور کی کیا حاجت ہے ویسے ہی سمجھ سکتے ہین
کہ یہ اعتراض بالکل پوچ اور واہی ہے اور اسکی رکاکت اسکے الفاظ و معانی سے ظاہر ہے لیکن ہم چند باتین
اس اعتراض کے بطلان پر لکھتے ہین اور سفاہت اس دعوے کی کہ ابوبکر صدیق رض بقصد گرفتاری و ایذا
پیغمبر صاحب کے نکلے تھے ثابت کرتے ہین ٭ (اول) سوچنا چاہیے کہ ابوبکر صدیق رض اسوقت پیغمبر صاحب کے دوست تھے
یا دشمن اگر دوست تھے تو قصد گرفتاری اور نیت ایذا دہی کے کیا معنی اگر دشمن تھے تو جسطرح پر ابوجہل وغیرہ اور دشمن حضرت
کے حضرت کے قتل کی نیت سے آپکے گھر پر گئے تھے اسی طرح پر ابوبکر انکے ساتھ کیون نہ گئے انسے علیحدہ کیون ہوے ٭
(دوسرے) ابوبکر کو حال ہجرت کا اور وقت دولتسرا سے برآمد ہونے کا اور غار مین تشریف لے جانے کا
پیغمبر صاحب نے بتلایا تھا یا نہین اگر نہین بتلایا تو ٹھیک وقت پر عین اسی راہ پر جس طرف سے حضرت
جاتے تھے ابوبکر کسطرح راہ روک کے کھڑے ہو گئے اگر پیغمبر صاحب نے پہلے سے بتلا دیا تھا تو حضرت کو ابوبکر
کا ہمراہ لے جانا منظور تھا یا نہین اگر منظور نہ تھا تو راز فاش کرنے سے کیا حاصل تھا اور ایسی پوشیدہ
بات کو دشمن پر ظاہر کرنے سے سوائے اندیشۂ ضرر کے کیا فائدہ تھا اور اگر ساتھ لیجانا منظور تھا تو پھر اعتراض
بھی باطل ہوا ٭ (تیسرے) اگر فرض بھی کیا جاوے کہ ابوبکر صدیق بہ نیت قتل پیغمبر خدا کے راہ روک کر کھڑے
ہو گئے اور اپنی بدنیتی مین ایسے مضبوط تھے کہ حضرت جبرئیل انکی نیت سے خوف کر کے فوراً ہی سدرہ سے اترے

اور پیغمبر صاحب سے کہنے لگے کہ (اگر این رامی گذاری و ہمراہ نگیری کفار را از عقب تو گرفتہ بیاید و ترا بقتل رساند)
لیکن یہ بات معلوم نہین ہوتی کہ اُسوقت ابوبکر تنہا تھے یا اور کوئی کافر بھی اُنکے ساتھ تھا اور ہتھیار بند تھے یا
خالی ہاتھ اگر یہ کہا جاوے کہ اور کافر بھی موجود تھے تو کوئی شیعہ بھی اِسکا قایل نہین اور اگر کوئی اور کافر ہمراہ
ابوبکر کے نہ تھا تو تعجب آتا ہے کہ ابوبکر باوجود جاننے شجاعت اور قوت پیغمبر صاحب کے تنہا حضرت کی گرفتاری
اور قتل کو بغیر ہتھیار کے چل دیے اور دو چار رفیقون کو بھی اپنے ہمراہ نہ لیا اور اگر یہ کہا جاوے کہ وہ فقط خبر
لینے کے لیے کھڑے ہو گئے تھے چنانچہ جبرئیل علیہ السلام کے اِس ارشاد سے کہ (کفار را از عقب تو گرفتہ بیاید) ثابت
ہوتا ہے تو پھر معلوم نہین ہوتا کہ کفار اُس جگہ سے جہان حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم ابوبکر کو ملے ایسے نزدیک تھے
کہ آواز پہونچ سکتی تھی یا اتنے دور تھے کہ اُنکے بلانے کے لیے جانا پڑتا اگر نزدیک تھے تو تعجب ہے کہ ابوبکر نے انکو
آواز دیکر کیون نہ بلا لیا اور چپ چاپ کیون کھڑے رہے اور اگر دور تھے تو معلوم نہین کہ کیون پیغمبر خدا کو دیکھتے ہی
ابوجہل وغیرہ سے خبر کرنے کو نہ دوڑے کس امر کے انتظار مین کھڑے رہے اور تعجب تو اس امر پر ہے کہ جبرئیل ؑ
علیہ السلام نے یہ صلاح تو پیغمبر صاحب کو دی کہ اس دشمن کو اپنے ساتھ لے لو اور یہ مشورہ نہ دیا کہ ذرا ٹھہر و
جب یہ تمھارے دشمن کو خبر کرنے اور بلانے کو جاوے تب چل دینا اور جب تک وہ لوٹے تب تک جا مقصود
پر پہونچ جانا خدا جانے جبرئیل کو معاذ اللہ کیا ہو گیا تھا کہ ایسے اضطرار کے وقت مین پیغمبر صاحب کو ایسے
دشمن کے ہمراہ لینے کی صلاح تو دی اور جو حکمت اُس سے بچنے کی تھی وہ نہ تبلائی ✤ (چوتھے) تعجب
ہے کہ جب ابوبکر کو پیغمبر صاحب کا گرفتار کرانا ہی منظور تھا تو وہ پیغمبر صاحب کے ساتھ کیون چلدیے اور کیون
غار مین جاکر حضرت کے ساتھ چپ چاپ بیٹھ رہے اور کس لیے کوئی تدبیر گرفتار کرانے کی نہ کی اہل انصاف غور کرین
کہ جسطرح پر اُسوقت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت کو راہ مین پایا تھا اور اُنکا قصد قتل کا تھا اگر اُس طرح پر ابوجہل
یا اور کوئی کافر قریشی حضرت کو دیکھ لیتا تو وہ کیا کرتا اور حضرت اُس سے کیا کرتے اگر کسی کے ذہن
مین یہ بات آوے کہ وہ حضرت کو چھوڑ دیتا یا حضرت اُسکو اپنے ہمراہ لے لیتے تو ہم ابوبکر کی نسبت بھی
شیعون کے خیال کو درست کر سکتے ہین ہم نہایت تعجب کرتے ہین کہ شیعونکی عقل پر کیسا پردہ پڑ گیا
ہے کہ اتنا نہین سمجھتے کہ ہجرت کا وقت وہ تھا کہ تمام کفار مکے کے پیغمبر صاحب کے قتل کے درپے تھے
اور در دولت پر مجمع کر کے اپنے ارادے کے پورا کرنے کے لیے پہونچ گئے تھے اور کسیکو خبر تک نہ تھی کہ پیغمبر
صاحب اِس گھر سے نکل گئے ہین بلکہ سب جانتے تھے کہ اپنی جگہ پر آرام کر رہے ہین اُسوقت مین جو رفیق،
حضرت کا ہوا اُسکی نسبت دشمنی کا گمان کرتے ہین اگر وہ رفیق بحکم اور برمرضی پیغمبر ؐ کی رفاقت کیلیے آمادہ نہوتا
تو وہ اس گروہ مین شامل ہوتا جو در دولت پر واسطے قتل کے گیا تھا یا بلا اطلاع بلا خبر راہ روک کر

کھڑا ہوجاتا جو کچھ اب تک ہمنے لکھا یہ بتسلیم روایات شیعہ کے لکھا اور اُس سے بھی صدیق اکبر کی صدیقیت کو ثابت کیا لیکن اب ہم اپنے دعوے کو عقلی دلائل سے قطع نظر کر کے نقلی دلائل سے ثابت کرتے ہیں اور خود حضرات امامیہ کی معتبر کتابون سے اُنکے اعتراض کو رد کرتے ہین اور بوحی آلٰہی اور مرضی رسالت پناہی ابوبکر صدیق کا ساتھ ہونا ثابت کرتے ہین مفسر کاشانی جو علمائے اعلام شیعہ سے ہین تفسیر خلاصۃ المنہج مین تحریر فرماتے ہیں کہ (امیرالمومنین را برجای خود خوابانید و خود از خانہ ابوبکر برفاقت او در ہمان شب بیرون آمدہ باین غار متوجہ شد) پس حضرات امامیہ اس مفسر کی تفسیر کی لفظون کو کہ (خود از خانہ ابوبکر برفاقت او در ہمان شب بیرون آمدہ) ملا نوراللہ شوستری کے اس مضمون سے کہ (ابوبکر از منافقین بود و برخلاف امر مقدس نبوی در اثنای راہ ایستادہ و حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد زجر شدید او را ہمراہ گرفت) ملاوین اور خود ہی تصفیہ کرین کہ ان مین کون سچا ہے اگر ایک روایت پر حضرت امامیہ کی خاطر جمع نہ ہو اور اسکو قبول نہ کرین تو دوسری روایت سنین اور کسی عالم اور مجتہد کی بھی نہ سنین بلکہ خاص امام کی وہو ہذہ تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں سورۂ بقر میں لکھا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر کہا کہ اللہ جلشانہ آپکو سلام کہتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ قریش خصوصًا ابوجہل نے آپ کے قتل کی تدبیر مصمم کی ہے اس لیے آپکو چاہئے کہ علی کو اپنی جگہ پر چھوڑیے کہ وہ مثل اسماعیل کے جان نثار کرے گا اور ابوبکر کو اپنا رفیق کیجیے کہ اگر وہ موانست کرے اور اپنے عہد پر قائم رہے تو جنت میں بلکہ اعلیٰ علیین مین آپکا رفیق ہوگا تب پیغمبر خدا نے حضرت علی سے یہ حال کہا حضرت علی اپنے مارے جانے پر راضی ہوے بعدہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر کیطرف متوجہ ہوے اور فرمایا کہ اے ابوبکر تو راضی ہے کہ اس سفر مین میرے ہمراہ ہو اور کفار قریش جسطرح پر مجھے قتل کے لیے تلاش کرین اسیطرح تیرے قتل کے لیے درپے ہون اور یہ بھی مشہور ہو دے کہ تو نے مجھے اس کام پر آمادہ کیا اور میری رفاقت کے سبب سے تجھپر طرح طرح کے عذاب پہنچین ابوبکر نے عرض کی کہ یارسول اللہ مین تو وہ شخص ہون کہ اگر تیری محبت مین سخت ترین بلاؤن مین گرفتار ہون اور قیامت تک انمین پڑا رہون تو بھی میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ تجھ کو چھوڑ کر دنیا کی سلطنت قبول کرون میری جان میرا مال میرے اہل و عیال لڑکے بالے سب آپ پر قربان ہیں آپ کو چھوڑ کر کہان ہون گا شعر

کف پا بہر زمینے کہ رسد تو نازنین را ۔۔۔ بلب خیال بوسم ہمہ عمر آن زمین را

یہ سنکر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تیری زبان موافق تیرے دل کے ہے تو بالیقین خدائے تعالیٰ تجھ کو بمنزلہ میرے سمع و بصر کے کرے گا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہوگی جو کہ سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے + الخ اس روایت کو دیکھکر ہم نہین جانتے کہ پھر کیونکر

+ بیدلہ وہم لجسد من فدا بانہ اللہ بالتفصیل و ہو معنا فی الرفیق الاعلیٰ ۱۲ +

شیعون کی زبان سے یہ بات نکلے گی کہ بلا اجازت پیغمبر خدا کے ابوبکر صدیقؓ راہ روک کر کھڑے ہو گئے
تھے اس لیے کہ خود امام حسن عسکری علیہ السلام تصدیق کرتے ہین کہ پیغمبر خدا نے بحکم اور بوحی آلٰہی ابوبکر کو
اپنے ساتھ لیا تھا اور جو کچھ ابوبکر نے پیغمبر خدا سے کہا اور جو کچھ حضرت نے انکی نسبت فرمایا اُسپر غور کرنے سے معلوم
ہوتا ہے کہ ابوبکر صدیق کو پیغمبر خدا سے کیسی محبت تھی اور پیغمبر خدا کو بھی اُنپر کیسی شفقت تھی کہ اُنکو اپنی سمع و بصر اور
جان اور دل سے تشبیہ دیتے تھے جاننا چاہیے کہ اس حدیث کو جب تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام سے نکالکر
مولوی حیدر علی صاحب نے جواب مین سبحان علیخان کے لکھا تھا تو خانصاحب کے ہوش و حواس جاتے رہے
اور مضطر ہو گئے اور حقیقت مین ہوش و حواس جانیکا مقام تھا اس لیے کہ جب امام کے قول سے حضرت ابوبکر
صدیق کا بوحی آلٰہی حضرت کے ساتھ ہجرت کرنا اور پیغمبر خدا کا ابوبکر صدیق کو سمع و بصر سے تشبیہ دینا
ثابت ہوا تو پھر بطلان عقائد امامیہ مین کونسا شبہہ باقی رہا اور منشی سبحان علیخانصاحب نے اس روایت کو
دیکھکر جو خط مولوی نور الدین صاحب شہید ثالث کے نور العین کے نام لکھا ہے اور رسالۃ المکاتیب فی رویۃ
الثعالیب والغرابیب مطبوعہ سنہ ۱۲۶۱ ہجری کے صفحہ ۱۰۹ سطر ۹ مین بلفظہ نقل ہو قابل ملاحظے کے ہے ہم بھی
تا الیقین کے دیکھنے کے لیے اُس عبارت کو بلفظہ نقل کرتے ہین (و ہو ہذہ) لکن اشکال این ست کہ ناصب
احادیث طریقہ امامیہ را التقاط کردہ بالفعل پنج جزو بغلط از کتاب بنام بصارت العین یا چہ نام دارد
فرستادہ دران حدیثے مبسوط از تفسیر منسوب بہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام بقصہ ہجرت مدح ابوبکر
نقل کردہ پس اگر تالیفش تالیف بندہ بدست کسی از متمذہبین بمذہبی غیر اسلام افتد واحسرتاہ و واسفاہ
یعنی معاذ اللہ حکم شعار خما و تساقطا کند مدبر عالم جلت قدرتہ زمان ظہور صاحب الامر والزمانؑ نزد دیر نہ
تا این اختلاف از میان برخیزد) غرضکہ منشی صاحب ہزار واحسرتاہ اور واویلاہ مچاوین اور ہر چند امام صاحب الامر
کے ظہور کی دعا کرین مگر امام حسن عسکری علیہ السلام کی تکذیب نہین کر سکتے اور جو فضائل ابوبکر صدیقؓ کے
امام کے قول سے ثابت ہوے اُسکو باطل نہیں کر سکتے ۔ اے بھائیو ذرا سوچو کہ جب امام صاحب یہ فرماوین
کہ بوحی آلٰہی ابوبکر کو پیغمبر خدا نے اپنے ہمراہ لیا اور پھر ملا نور اللہ شوستری وغیرہ معاندین یہ کہیں کہ ابوبکرؓ
راہ روک کر کھڑے ہو گئے تھے تو اب ہم امام کے قول کی تصدیق کرین یا ملا نور اللہ شوستری کی،
بات سنیں حقیقت تو یہ ہے کہ ملا نور اللہ شوستری نے ظاہر مین تو دعوی محبت ائمہ کا کیا لیکن باطن
مین اُنکو جھوٹھا بنایا اور تشیع کے پردے مین ایمان اور اسلام کو داغ لگایا ۔ شعر

دامن فشان گذشت و ادا را بہانہ ساخت — خاکم بباد داد و صبا را بہانہ ساخت

اس تفسیر کی روایت سے بھی اگر سیری نہو تو اور فارسی اردو پڑھنے والے کو اس تفسیر کا ملنا دشوار ہو

توالیسی کتاب کی روایت سنین جو ہر جگہ مل سکتی ہی اور جسکا مولف بڑا غالی شیعی مشہور ہے اُسی کو دیکھکر ذرا غیرت پکڑین اور تعجب کرین کہ پیغمبر کے یار غار کی صدیقیت باوجود ایسے تعصب و عناد کے اُنھین کے مجتہدین و علما کے اقرار کے ثابت ہوتی ہی اور اُنکے بغض کی بیماری کی دوا انھیں کے نسخون سے نکل آتی ہی اس پر بھی اگر دوا نہ کرین اور اپنا ہلاک ہونا چاہیں تو اختیار ہی اب اُس روایت کو سننا چاہیے جو حملۂ حیدریہ مین مذکور ہی **نظم**

چنین گفت راوی کہ سالار دین   چو سالم بحفظ جہان آفرین   ز نزدیک آن قوم پرمکر رفت
بسوی سرای ابوبکر رفت   پی ہجرت او نیز آمادہ بود   کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
نبی بر در خانہ اش چون رسید   بگوشش ندای سفر در کشید   چو بوبکر زان حال آگاہ شد
زخانہ برون رفت و ہمراہ شد   گرفتند پس راہ یثرب بہ پیش   نبی کند نعلین از پای خویش
بسر پنجہ آن راہ رفتن گرفت   پی خود ز دشمن نہفتن گرفت   چو رفتند چندی ز دامان دشت
قدوم فلک سای مجروح گشت   ابوبکر آنگہ بدوشش گرفت   ولی زین حدیث ست جای شگفت
کہ در کس چنان قوت آید پدید   کہ بار نبوت تواند کشید   برفتند القصہ چندے دگر
چو گردید پیدا نشان سحر   بجستند جائیکہ باشد پناہ   ز چشم کسان دور یکسو ز راہ
بدیدند غارے دران تیرہ شب   کہ خواندی عرب غار ثورش لقب   گرفتند در جوف آن غار جائے
ولی پیش بنہاد بوبکر پائے   بہر جا کہ سوراخ یا رخنہ دید   قبا را بدرید و آن را بچید
بدینگونہ تا شد تمام آن قبا   یکی رخنہ نگرفتہ ماند از قضا   بران رخنہ گویند آن یار غار
کف پای خود را نمود استوار   نیامد جز او این شگرف از کسی   کہ در راز خردمی نماید بسے
بغار اندرون در شب تیرہ فام   چسان دید سوراخہا را تمام   دران تیرہ شب یک بیک آن شمرد
یکی کامد افزون بروپا فشرد   نیامد چنین کاری از غیر او   بدینسان چو پرداخت از رفت و رو
درآمد رسول خدا ہم بغار   نشستند یکجا بہم ہر دو یار   اس روایت سے ثابت ہوتا ہے

کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود حضرت ابوبکر صدیق رض کے گھر گئے اور اُنکو ہمراہ لیا اور جو کچھ ابوبکر صدیق نے خدمتیں کین یعنی پیغمبر خدا کو دوش پر چڑھانا اور غار مین اول جانا اور اُسکو صاف کرنا اور قبا کو چاک کرکے سوراخون کو بند کرنا اور باقی ماندہ سوراخ کو اپنے کف پا سے مسدود کرنا وہ عشق و محبت پر دلالت کرتی ہین نہ کہ نفاق و عداوت پر اگر یہ خدمتین جو حضرت ابوبکر صدیق رض نے شب ہجرت مین کین نفاق کی نشانیان ہین تو معلوم نہیں کہ محبت اور عشق کی علامتین کیا ہین + یہ بات بھی لایق لکھنے کے ہے کہ جو بعض شیعون نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ پیغمبر خدا نے سب صحابہ کو منع کیا

حملۂ حیدری جلد اول مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۷ ہجری صفحہ ۲۴۳ از سطر ۱۷ تا سطر ... صفحہ ۲۴۴ ...

تھا کہ اپنے گھرون سے نہ نکلنا اور ابوبکر نے خلاف حکم پیغمبرؐ کے کیا وہ بالکل غلط ہی اس لیے کہ خود مورخین
اُنکے اقرار کرتے ہین کہ پیغمبر خدا نے سب اصحاب کو اول سے روانہ کر دیا تھا اور صرف دو شخصون کو رکھ لیا
تھا یعنی حضرت علیؑ کو کہ اُنکو اپنی جگہ پر سولایا اور ابو بکر صدیقؓ کو کہ انکو اپنے ساتھ لیا پس کونسا اصحاب مین
سے باقی رہگیا تھا جسکو پیغمبر خدا نے شب ہجرت مین باہر نکلنے سے منع کیا ہو اور جنکی نسبت یہ ارشاد
کیا ہو (کہ نہ من امر خدا بہ شمار ساندم کہ از خانۂ خود ہا بیرون میائید تو چرا مخالفت امر الٰہی کردی)۔
اور یہ امر کہ سب اصحاب پہلے سے ہجرت کر گئے تھے اور صرف حضرت علی اور ابو بکر صدیقؓ رہ گئے تھے
باقرار مورخین شیعہ ثابت ہی چنانچہ حملۂ حیدریہ مین لکھا ہے کہ **نظم**

جبیبؐ خدا چون بدید آن ستم	چنین داد فرمان ز لطف و کرم	کہ اصحاب ہجرت بہ یثرب کنند
نہان یک یک از چشم اعدا روند	نہادند یاران بفرمان قدم	برفتند پنہان بدنبال ہم
بدینگونہ رفتند یاران تمام	علیؑ ماند و بوبکرؓ و خیر الانام	

غرضکہ باقرار علماے شیعہ
ثابت ہوا کہ پیغمبر خدا نے باجازت اور بحکم الٰہی ابو بکر کو ہمراہ لیا اور ابو بکر نے حق رفاقت اچھی طرح پر ادا کیا

دُوسرا اعتراض دوسری فضیلت پر

دوسری فضیلت مین ہمنے بیان کیا ہی کہ اگر ابو بکر صدیق پیغمبر خدا پر عاشق نہوتے اور اپنی جان
و مال کو حضرت پر نثار کرنے کو راضی نہوتے تو ایسی مصیبت کے سفر مین کبھی شریک نہوتے اسپر
علماے شیعہ یہ اعتراض کرتے ہین کہ ابو بکرؓ کی نیت ہجرت میں اچھی نہ تھی چنانچہ مجتہد صاحب
ذو الفقار مین لکھتے ہیں کہ (ہمچنین باتفاق فریقین شرط ترتب ثواب بر ہجرت صحت نیت ست
الی قولہ پس مادامیکہ ما را علم بہ صحت نیت ابی بکر بہ ثبوت نرسد دخول او در مدلول این آیہ متیقن
نمی شود و تا متیقن نشود احتجاج باین آیہ بر علو مرتبت او نمی تواند شد) اور قاضی صاحب احقاق الحق
میں فرماتے ہین (وقد ظہر من جزعہ و بکائہ ما یکون من مثلہ فساد الحال فی الاختفا الی قولہ فافضلیتہ
فی الغار یفتخر بہا لابی بکر لولا المکابرۃ واللداد) یعنی ابو بکر صدیق کی جزع اور بکا سے ثابت ہوا کہ انکا حال
اچھا نہ تھا اور نیت اُنکی درست نہ تھی اس اعتراض کا جواب خود امام حسن عسکری علیہ السلام کی
تفسیر سے اوپر مذکور ہو چکا کہ جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کہ (ارضیت ان تکون معی
یا ابا بکر تطلب کما اطلب الی قولہ قال ابو بکر یا رسول اللہ اما انا لو عشت عمر الدنیا اعذب جمیعا اشد
عذاب لخ) اے ابو بکر تو میرے ساتھ چلنے سے اس شرط پر راضی ہی کہ تو عذاب اور تکلیف مین گرفتار

حاشیہ:

۱ — حملہ حیدری جلد اول مطبوعہ مطبع سلطانی ۱۲۶۷ ہجری صفحہ ۲۴ سطر ۲۲ و ۱۲ منہ

۲ — ذو الفقار مطبوعہ لکھنؤ سنہ ۱۲۸۱ ہجری صفحہ ۱۵ سطر ۲ ۱۲ منہ

ہووے تو اُنھون نے یہی جواب دیا کہ آپ کی رفاقت مین اگر قیامت تک مجھے عذاب ہووے تو منظور ہے لیکن دامن چھوڑنا منظور نہین ہی پس اس جواب سے کیا ثابت ہوتا ہے نیک نیت ہونا ابوبکر کا یا بدنیت ہونا اور چونکہ نیت کا حال افعال و اعمال سے ظاہر ہوتا ہے اور حرکات جوارح سے دلکی کیفیت معلوم ہوتی ہی پس جو کام ابوبکر صدیقؓ نے شب ہجرت کو کئے وہ انکی نیک نیتی پر شاہد ہین یا انکی بدنیتی پر

تیسرا اعتراض تیسری فضیلت پر

تیسری فضیلت مین ہمنے بیان کیا ہی کہ گھر سے نکلنے کے وقت سے مدینے مین پہونچنے تک جو باتین صدیق اکبر نے کین وہ اُنکے عشق اور محبت پر ساتھ رسول خدا کے دلالت کرتی ہین حضرات شیعہ اُس سے انکار کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ابوبکر صدیق کی حرکتین اُنکے نفاق اور عداوت پر دلالت کرتی ہین اسلیئے ہم انکی ان خدمتون کو جو شب ہجرت مین اُنھون نے کین بیان کرتے ہین تاکہ معلوم ہو جائے کہ جو کام ابوبکر صدیقؓ نے کیئے وہ سوائے عاشق صادق کے کسی دوسرے سے ہو نہیں سکتے (اوّل) جب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ چلے تب راہ مین ادھر اُدھر نظر کرتے جاتے تھے حضرت نے پوچھا اے ابوبکر یہ کیا تیرا حال ہی تب ابوبکر صدیق نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرا مطلب صرف آپکی حفاظت ہی چنانچہ صاحب منتہی الکلام ریاض النضرۃ سے اسکا خلاصہ ان لفظون مین لکھتے ہین کہ (چون صدیق ہمراہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارشاد شریف متوجہ غار شد گاہی پیش میرفت وگاہی در عقب و زمانے بجانب راست توجہ میکرد وساعتی بطرف چپ قطع راہ می نمود حضرت پرسید کہ اے ابوبکر گاہی ترا چنین ندیدہ بودم چہ افتاد کہ در رفتن راہ اختلاف میکنی عرض کرد کہ مقصود من نگاہبانی حضرت از شر دشمنان است مبادا کہ ازین جہات در رسند و حضرت را از راہ تا غار بر دوش برد) (دوسری) جب پیغمبر خدا کے پائے مبارک کے کسل پر ابوبکر صدیقؓ کو اطلاع ہوئی تو بغیر اسکے کہ حضرت نے کچھ کہا ہو ابوبکر صدیقؓ نے حضرت کو اپنے دوش پر چڑھایا اور غار تک پونہچایا پس زہی نصیب ابوبکر صدیق کے کہ جنکے دوش پر شاہ نبوت نے قدم رکھا چنانچہ اس امر کو ہم اوپر حملہ حیدریہ سے ثابت کر آئے ہیں (تیسری) جب غار کے کنارے پر پہونچے تب اول ابوبکر صدیق غار مین گئے اور اُسکو صاف کیا اور سوراخون کو بند کیا تب پیغمبر خدا صلعم کو بلایا اور اپنے زانو پر سولایا اسکو بھی ہم اوپر ثابت کر آئے ہین اور قاضی نور اللہ شوستری بھی ابوبکر صدیقؓ کے اول غار مین جانے کو تصدیق کرتے ہین (چوتھی) ابوبکر صدیقؓ کے اُس پانون مین جو بند کرنے کے لیے سوراخ پر رکھا تھا سانپ نے کاٹا اور حضرت نے انکو تسلی دی

۵ کما قال ان قولہ تعالی ثانی اثنین بیان حال رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعتبار دخولہ فی الغار ثانیا ودخول ابی بکر اولا کما نقل فی السیر ۱۲ احقاق الحق

(پانچوین) جب تک غار مین رہے تب تک ابوبکر صدیق رضہ کے گھر سے انکے لڑکا کھانا پونہچاتا رہا اور پیغمبر صاحب کو کھلاتا رہا (چھٹی) دو اونٹنیان پیغمبر خدا نے ابوبکر صدیق رضہ کے بیٹے سے منگائین اور اُس نے حاضر کردین ایک پر آپ سوار ہوے اور اپنے ساتھ ابوبکر کو سوار کیا اور دوسرے پر عامر جو کہ شبان بیت الحرام تھا اور شتربان سوار ہوا چنانچہ ان سب باتونکو جسطرح پر صاحب حملہ حیدریہ نے بیان کیا ہی اسکو ہم لکھتے ہین

ثبوت مین امر چہارم کے

چو[1] شد کار پرداختہ آن جنان	رسیدند کفار با پے بران	درانداخت کف پای آن یار غار
کہ بر روی سوراخ بود استوار	رسیدش ز دندان مارے گزند	وزان درد افغان او شد بلند
پیمبر باو گفت آہستہ باش	رسیدند اعدا مکن راز فاش	مخور غم مگردان صدا را بلند
	کہ از زخم افعے نیابے گزند	

ثبوت مین امر پنجم کے

بغار اندرون تا سہ روز و سہ شب	بسر برد آن شہ بفرمان رب	شدی پور بوبکر ہنگام شام
بہ بردی در آن غار آب طعام[2]	نمودی ہم از حال اصحاب شر	حبیب خدای جہان را خبر

ثبوت مین امر ششم کے

نبی[3] گفت پس پور بوبکر را	کہ ای چون پدر اہل صدق و صفا[4]	دو جمازہ باید کنون راہ وار
کہ مارا رساند بہ یثرب دیار	برفت از برش پور بوبکر زود	بدنبال کاری کہ فرمودہ بود
ہم از اہل دین بد یکی جملہ دار	برو کرد راز نبی آشکار	بگفتش فلان روز وقت سحر
دو جمازہ بہر پیمبر ببر	ازو جملہ دار این سخن چون شنود	دو جمازہ در دم مہیا نمود
تہی شد از ان قوم آن کوہ و دشت[5]	رسول خدا عازم راہ گشت	بصبح چہارم بر آمد ز غار
دو جمازہ آوردہ بد جملہ دار	نشست انی بر یک شتر شاہ دین	ابوبکر را کرد با خود قرین
بر آمد بر آن دیگرے جملہ دار	بہمراہ او گشت عامر سوار	پس نہایت تعجب کی بات ہے

کہ باوجودیکہ مورخین شیعہ بھی اِن خلفا متوںکا اقرار کرتے ہین اور پھر بھی ابوبکر صدیق رضہ کی صدیقیت کا اقرار نہین کرتے

ساتوان اعتراض ساتوین فضیلت پر

[1] حملہ حیدری جلد اوّل صفحہ ۴۰ سطر ۱۴ ۱۲ منہ
[2] ایضاً صفحہ ۴۰ سطر ۲۰ ۱۲ منہ
[3] ایضاً صفحہ ۴۰ سطر ۲۲ ۱۲ منہ
[4] حملہ حیدری جلد اوّل صفحہ ۲۹ سطر ۱۰ ۱۲ منہ

ہمنے اوپر بیان کیا ہی کہ لِصاحبہ کی لفظ سے صاحبیت ابوبکر صدیق کی ثابت ہوتی ہی اور یہ رتبہ کسی دوسرے کو نصیب نہین ہوا کہ خدا نے کسیکی صحابیت کو تخصیص کر کے بیان فرمایا ہو اسپر علمائے شیعہ چند طرح سے اعتراض کرتے ہین (اوّل) اس طرح پر کہ لفظ صاحب سے مراد ہمراہ کی ہی اس سے کوئی فضیلت ثابت نہین ہوتی بلکہ اللہ جلشانہ نے اپنے کلام مین کافر کو مومن کا صاحب بیان کیا ہو چنانچہ فرماتا ہی فقال لِصاحِبِہٖ وَہُوَ یُحاوِرُہٗ اَکَفَرتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ اور دوسری جگہ فرماتا ہے کہ حضرت یوسف نے اپنے قیدیون سے جو قید مین تھے اور کافر تھے فرمایا یا صَاحِبَیِ السِّجْنِ پس اس صاحب کی لفظ سے فضیلت سکیطرف اسلام کا ثبوت بھی نہیں ہوسکتا اور صحابیت اصطلاحی کے لیے ایمان کا ہونا ضرور ہی کہ وہ ابوبکر صدیق کو حاصل ہی نہ تھا پس وہ فضیلت جو اس لفظ سے ظاہر ہوتی ہے نسبت اُنکے ثابت نہین ہوسکتی چنانچہ آیت اول کا جواب یہ ہی کہ بیشک آیہ فَقَالَ لِصَاحِبِہٖ وَہُوَ یُحَاوِرُہٗ مین اللہ جلشانہ نے کافر کو صاحب مومن کا فرمایا مگر اسی وقت اُسکی اہانت بھی بیان کردی اور اُسکا کفر ظاہر کردیا اور کہدیا کہ اَکَفَرْتَ بِالَّذِیْ خَلَقَکَ مِنْ تُرَابٍ اور یہان جو صدیق اکبر کو صاحب بیان کیا تو اُسکے ساتھ ہے وہ کلمہ جو محبت اور تسلی پر دلالت کرتا ہے بیان کردیا کہ پیغمبر کی طرف سے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہ نہ غمگین ہو خدا ہمارے ساتھ ہی پس دونون مین کیا مناسبت ہے، اور دوسری آیت کا یہ جواب ہے کہ صَاحِبَیِ السِّجْنِ، مین صاحب کا لفظ مضاف سجن کیطرف ہے نہ حضرت یوسف کیطرف اور اس آیہ مین لفظ صاحب کا مضاف نبی کیطرف ہی رہا ایمان لانا ابوبکر صدیق کا وہ بروایات معتبرۂ امامیہ کے ثابت ہی چنانچہ مجالس المومنین مین قاضی نوراللہ شوستری نے لکھا ہے کہ (خالدبن سعید از سابقین اولین بودہ اسلام او مقدم بر اسلام ابوبکر بودہ بلکہ ابوبکر بہ برکت خوابی کہ او دیدہ بود مسلمان شدہ بود بالجملہ سبب اسلام خالد آن بود کہ در خواب دیدہ بود کہ بر کنار آتشی افروختہ ایستادہ است و پدر او میخواہد کہ اورا در آتش اندازد کہ ناگاہ رسالت پناہ گریبان او گرفتہ بجانب خود کشید و باو گفت کہ بجانب من بیا تا بآتش نیفتی خالد ازین خواب ہولناک بیدار شد وقسم یاد کرد کہ این خواب من صحیحست وآنگاہ متوجہ خدمت حضرت رسالت گردید در راہ ابوبکر باو ملاقات نمود و از حال وی پرسید خالد صورت واقعہ را باو بیان نمود ابوبکر نیز باو موافقت کرد و بخدمت آن حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آمدند و بشرف اسلام فائز گردیدند) اس روایت کے دیکھنے والے انصاف کرسکتے ہیں کہ جو شخص اسلام کی سچائی پر بالہام غیبی یقین لایا ہو اور جسکو خدا نے رویا صادقہ کے ذریعے سے یہان پر راغب کیا ہو اسکی نسبت کسکی زبان سے نکل سکتا ہے کہ وہ ایمان سے بے بہرہ تھا برائے خدا کوئی قاضی نوراللہ شوستری کے اس فقرے کو کہ (ابوبکر

به برکت خوابی که او دیده بود مسلمان شده بود) مجتہد صاحب کے اس فقرے سے کہ (خلیفۂ اوّل از اوّل امر
از ایمان بہرہ نداشت باتفاق من علماء الامامیہ) مطابق کرے اور انصاف سے نہ گذرے کہ ان
لوگونکو دشمنی اور عداوت نے کیسا اندھا کر دیا ہے کہ ایسے صدیق کے ایمان سے انکار کرتے ہین جسکو
خدا نے بذریعۂ رویاء صادقہ کے حقیقت اسلام پر آگاہ کر دیا ہو اگر کوئی کہے کہ قاضی نور اللہ شوستری نے
اسلام کا اقرار کیا ہے اور مجتہد صاحب نے ایمان سے انکار فرمایا ہے اُسکا جواب ہم چند طرح سے دیتے ہین
(اوّل) یہ کہ ہمکو یہ امر ثابت کرنا ہے کہ ابو بکر صدیق نے پیغمبر صاحب کی نبوت کو دل سے سچ جانا اور حضرت
کی دعوت کو دل سے قبول کیا اُسکا نام مجتہد صاحب اسلام رکھین یا ایمان سو بفضلہ تعالیٰ قاضی نور اللہ
شوستری کے اقرار سے ثابت ہو گیا اور اگر مجتہد صاحب نے ایمان اور اسلام کی لفظون مین اس نظر سے فرق
کیا ہو کہ ایمان سے مراد تصدیق بالجنان ہو اور اسلام سے فقط اقرار باللسان اور ایمان سے ابو بکر صدیقؓ
کے اس لیے انکار کیا کہ انکو پیغمبر صاحب کی نبوت پر تصدیق قلبی کا مرتبہ نہ تھا تو اُنکے تکذیب کے لیے نقض کے
شہید ثالث کا اقرار کافی ہے یعنی (ابو بکر به برکت خوابی که او دیده بود مسلمان شده بود) (دوم) ہمنے
مانا کہ ایمان اور اسلام مین فرق ہے اور اس روایت سے شہید ثالث کی اسلام ابو بکر کا ثابت ہوتا ہے
نہ ایمان لیکن ہم ابو بکر صدیقؓ کا ایمان بھی امیر المومنین علی مرتضیٰ کے اقرار سے ثابت کرتے ہین اور
مجتہد صاحب کے تار و پود کو درہم و برہم کیے دیتے ہین مومنین کو چاہیے کہ اُسکو ذرا دل سے سنین اور اپنے
بزرگون کی بیخبری پر افسوس کرین کہ علامۂ حلی نے شرح تجرید مین لکھا ہو کہ (قال علیہ السلام یوماً علی المنبر
انا الصدیق الاکبر انا الفاروق الاعظم اسلمت قبل ان اسلم ابو بکر و آمنت قبل ان آمن) کہ حضرت علی علیہ السلام
نے ایکدن منبر پر یہ فرمایا کہ مین ہون صدیق اکبر مین ہون فاروق اعظم اسلام لایا قبل اسلام ابو بکر کے
اور ایمان لایا قبل ایمان لانے ابو بکر کے پس علامۂ حلی نے حضرت علی کی زبان سے اسلام بھی ابو بکر کا
اور ایمان بھی اُنکا ثابت کر دیا اگر نور اللہ شوستری کے قول سے مجتہد صاحب کا قول باطل نہوا تھا تو اب
علی مرتضیٰ کے قول سے اُنکا یہ قول کہ (خلیفہ اول از ایمان بہرہ نداشت) باطل ہو گیا (والحمد للہ علی ذلک)
بلکہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام اور ایمان کو ابو بکرؓ کے ایسی وقعت اور عزت اور شہرت تھی
کہ حضرت علیؓ نے فخریہ بیان کیا کہ مین اُنسے بھی پہلے ایمان اور اسلام لایا اگر موافق قول شیعون کے
ابو بکر صدیقؓ ایمان اور اسلام مین کامل نہوتے یا معاذ اللہ منافق ہوتے یا طمع دنیا سے ایمان لائے
ہوتے تو حضرت علیؓ انسے پیشتر ایمان لانے پر افتخار کیوں کرتے (سوم) اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا
کہ ابو بکر صدیقؓ کے اسلام و ایمان کی نسبت جو علمائے امامیہ کا قول ہے کہ وہ صرف ظاہر میں اسلام لائے تھے

اور کاہنون کے کہنے سے بہ طمع خلافت مسلمان ہوگئے تھے وہ بالکل غلط ہے لیکن قاضی صاحب کی شہادت سے جسمین اُنھون نے ابو بکر صدیقؓ کو سابقین اولین مین بیان کیا اُنکے اگلے پچھلے جھوٹھے ہوگئے اور یہ کوئی خیال نہ کرے کہ قاضی صاحب کے اس فقرے سے فقط اپنے علما اور مجتہدین کے قولون کو باطل کیا بلکہ اپنے حضرت صاحب الامر کے قول کو بھی رد کردیا یعنی شیعون کے امام مہدی صاحب کا بھی یہی قول ہے کہ ابو بکر صدیقؓ دنیا کی طمع سے ایمان لائے تھے اور یہودیون سے پیغمبر صاحب کی بادشاہت اور غلبے کا حال سنا کرتے تھے پس موافق اُنکے کہنے کے ظاہر مین کلمہ گو ہوگئے تھے چنانچہ اسکو ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار سے رسالہ رجعتیہ میں بروایت شیخ صدوق محمد بن بابویہ قمی کے لکھا ہے کہ (اسلام ابو بکر طوعا بود امابرای طمع دنیا زیراکہ ایشان با کفرۂ یہود مخلوط بودند (الی قولہ) چون حضرت دعوی رسالت فرمود ایشان ازروی گفتۂ یہود بہ ظاہر کلمتین گفتند و در باطن کافر بودند) الغرض ان روایتون سے اسلام اور ایمان ابو بکر صدیقؓ کا بخوبی ثابت ہوا اور جب ایمان اور اسلام اُنکا بخوبی ثابت ہوا تو لِصَاحِبِہٖ کے لفظ سے یہ بھی بنص قرآن ثابت ہوا کہ وہ پیغمبر کے صاحب تھے اور پیغمبر صاحب کے صحابیون کے جو فضائل اور درجات ہین اور جنکو علمائے امامیہ بھی تسلیم کرتے ہین اُنکے مصداق بھی ٹھہرے پس باوجود اسکے جو کوئی صحابیت سے انکار کرے اور اُنکے فضائل کو نہ مانے وہ منکر نص قرآنی ہے ❊

آٹھوان اعتراض آٹھوین فضیلت پر

ہمنے اوپر بیان کیا ہے کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا سے ثابت ہوتا ہے کہ جب ابو بکر صدیقؓ نے کفار کو درِ غار پر آپونہچا ہوا دیکھا تو وہ بخیال اسکے کہ حضرت کو صدمہ نہ پونہچے اندوہگین ہوئے تب حضرت نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہ کچھ غم نہ کر خدا ہمارے ساتھ ہے اور معنا جسمین ضمیر جمع متکلم کی ہے اس لیے فرمایا کہ اس معیت مین خدا کی ابو بکر بھی شریک ہووین پس پیغمبر صاحب نے ابو بکر کو بھی اس معیت مین اپنے شامل کرلیا اسپر چند طرح سے امامیہ اعتراض کرتے ہین (اول) اس طرح پر کہتے ہین کہ حزن ابو بکر کا طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو پیغمبر خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے اور اگر معصیت تھا تو عصیان ابو بکر ثابت ہوا (دوسرے) ابو بکر کو خدا اور اسکے رسول کے قول پر یقین نہ تھا اور با آنکہ اپنی آنکھ سے غار مین بہت سی نشانیان حفاظت کی دیکھین مثل کبوترون اور عنکبوت وغیرہ کے مگر تب بھی اُنکو یقین حفاظت پر نہوا اور خوف کے مارے زور زور سے رونا شروع کیا اور ہرچند پیغمبر خدا نے جھڑکا اور بزجر و توبیخ باز رکھنا چاہا مگر وہ رونے اور چلانے سے باز نہ رہے (تیسرے)

۱؎ یہ روایت بھی منجملہ اُن روایتون کے ہے جنسے اکثر کتابین شیعون کی بھری ہوئی ہین اور جنکی بیہودگی اور رکاکت پر ہنسی آتی ہے ہم آیندہ جہان حضرات شیخین کے ایمان لانے کا تفصیلی حال لکھینگے انشاء اللہ تعالی اس روایت کو پورا نقل کرکے مومنین کو خوش کرینگے۔ ۱۲ منہ عفا عنہ

ابوبکر کا رونے اور چلانے سے یہ مقصد تھا کہ کفار آواز سن لین اور پیغمبر صاحب کو گرفتار کر لین اور اسی واسطے حضرت اُنکو سمجھاتے اور رونے سے باز رکھتے تھے لیکن وہ باز نہ رہتے تھے اور اپنی بدنیتی اور فساد باطنی کو رونے کے پیرایے مین ظاہر کرنا چاہتے تھے بلکہ بعض دانشمندون نے اسقدر اور بڑھا دیا ہے کہ جب ابوبکر کا رونے سے کام نہ نکلا اور کافرون نے اُنکی آواز نہ سنی تب اُنھون نے اپنا پاؤن غار سے باہر کر دیا کہ کفار دیکھ لین اور غار کے اندر گھس آوین کہ اُسی وقت خدا کے حکم سے سانپ نے اُنکے پانون مین کاٹا اور مجبوری اُنھون نے اپنا پاؤن اندر کھینچ لیا (جو تھے) جب ابوبکر کا مطلب پانون کے باہر کرنے سے بھی حاصل نہوا یعنی کافرون نے آنحضرت کو غار مین سے نہ پکڑا تب اور طرح سے پیغمبر خدا کو تکلیف دینا شروع کیا یعنی حضرت علی کی یاد کرنے لگا اور انکی تنہائی پر اپنا رنج ظاہر کرنے لگے تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ کہ اے ابوبکر اپنا رنج علی کی تنہائی پر ظاہر نہ کر اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا خدا ہمارے اور علی کے ساتھ ہے (پانچوین) اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا سے دو معنی مراد لیتے ہین ایک یہ کہ خدا ہمارے اور علی کے ساتھ ہو دوسرے یہ کہ ابوبکر سے پیغمبر خدا نے کہا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے یعنی ہماری نیکی پر اور تمھاری بدی پر مطلع ہے ہمکو نیکی کا صلہ اور تمکو بدی کا بدلا دیگا اِن تقریرون کو سنکر ہر شخص محو حیرت ہوگا اور زانوے تحیر سے سر نہ اٹھائیگا اور تعجب کریگا کہ یہ عقر اصل ہی یا مجنونون کی بڑ ہے جواب ہی یا دیوانون کی جھک ہے بلکہ جو لوگ عقل و دانش رکھتے ہین اُنکو تو یقین ہی اسپر نہوگا کہ یہ تقریرین کسی عالم یا مجتہد کی زبان سے نکلی ہونگی مگر جس کسیکو شک ہو وہ احقاق الحق اور مجالس المؤمنین وغیرہ کو کھولکر دیکھے کہ انھین تقریرون کو شہید ثالث نے کس آب و تاب سے لکھا ہی اور مُلا حضرت مشہدی نے ان تقریرون پر کیسا فخر کیا ہی اور صاحب تقلیب المکائد نے بجواب تقریر خاتم المحدثین کے ہی پر کیسا کچھ ناز کیا ہی بلکہ مولوی صاحب پر بڑا طعنہ کیا ہے کہ اُنھون نے قاضی نور اللہ شوستری کی تقریرون کو بعینہ نقل نہیں کیا اور ان لفظون سے اپنا غصہ ظاہر کیا ہی کہ (ناصبی را می بایست کہ این عبارت جناب قاضی را نقل میکرد و بران آنچہ می توانست وارد میکرد تراشیدن تقریرے از طرف خود نسبت دادن بہ طرف شیعیان و بعد ازان بجواب آن مشغول شدن از اعظم مکائد این ناصبی ست) اب ہم اُن تقریرون کا خلاصہ تو لکھ چکے اصل عبارتکو بھی لکھتے ہین اور نہایت ادب سے خدمت مین حضرات شیعہ کے عرض کرتے ہین کہ وہ ذرا انصاف فرماوین کہ یہ تقریرین ایسی ہین کہ انپر کوئی ناز کرے یا ایسی ہین کہ اُنسے شرماوے ہمارے نزدیک اگر کسی دانشمند یا صاحب حیا و شرم کیطرف ایسی تقریرونکو کوئی منسوب کرے تو ضرور وہ اُس نسبت کو اپنا عار و ننگ سمجھے گا اور ایسی لچر اور بیہودہ باتون کے انتساب سے شرمائیگا معلوم نہین کہ قاضی صاحب اور ملا صاحب نے اِن تقریرون کو کیسے مضامین حکیمانہ درج کیے ہین اور کیسے جواہر بیش بہا انمین رکھے ہین جنپر انکو اور اُنکے مقلدین کو اسقدر ناز و افتخار ہے

ہم تو انمین ایک بات بھی ایسی نہین پاتے جو بیہودگی سے خالی ہو اور ایک لفظ بھی ایسا نہین دیکھتے
جو سفاہت اور رکاکت سے محفوظ ہو شعر

زپای تا بسرش ہر کجا کہ مے نگرم — کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

ہمارے نزدیک تو شاہ صاحب قدس اللہ سرہ نے بڑا احسان قاضی صاحب اور ملا صاحب پر کیا تھا کہ
انکی تقریرونکو بلفظہ نقل نہ کیا اور فضیحت اور رسوائی سے انکو بچایا لیکن چونکہ حضرات امامیہ کو انکی تشہیر ہی
منظور ہے اس لیے اب ہمنے بمجبوری انکو نقل کردیا اگرچہ ہمکو ایسی بیہودہ تقریرون کے جواب مین لکھنا اوقات
کو ضایع کرنا ہی مگر تنبیہا للسفہا کچھ لکھتے ہیں بہ نسبت پہلے اعتراض کے کہ حزن ابوبکرؓ کا طاعت تھا یا معصیت
اگر طاعت تھا تو پیغمبر صاحب نے کیون منع کیا اور معصیت تھا تو ابوبکر کا گنہگار ہونا خدا کی کتاب سے ثابت ہوا
جواب الزامی یہ ہی کہ اللہ جل شانہ نے جو خطاب حضرت موسیٰؑ سے کیا ہی کہ لاتخف انک انت الاعلی اور حضرت
لوط سے فرمایا ہے کہ لاتخف ولا تحزن انا منجوک واہلک اور پیغمبر خدا سے فرمایا ہے کہ لا یحزنک قولہم اس سے ظاہر
ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت لوطؑ کو خوف تھا اور پیغمبر خدا کو کافرون کی باتون سے رنج ہوتا تھا خدا نے
انکے اطمینان اور تسلی کے لیے لاتخف ولاتحزن فرمایا پس ہم شیعیان پاک سے پوچھتے ہین کہ ان پیغمبرونکا
خوف طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو خدا کا طاعت سے منع کرنا ثابت ہوتا ہے اگر معصیت
تھا تو انبیا معصومین کا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن جو کچھ وہ انکا جواب دینگے وہی ہماری طرف سے سمجھین اسکے
جواب مین قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین بہ ضمن حکایات مفیدہ شیخ مفید کے بجواب تقریر ابو الحسن
خیاط ازمین معتزلہ کے لکھا ہی کہ انبیا کی عصمت بدلیل عقلی ثابت ہی اسلیے جو نہی انکی نسبت ہوا اس سے
ظاہری معنی مراد نہین ہو سکتے اور ابوبکر کی عصمت ثابت نہین اس لیے جو نہی انکی شان مین ہے اسکے ظاہری
معنی مراد ہین وہذہ عبارتہ (مضمون آن آیات نہی ست لیکن انبیا را از ارتکاب قبیحی کہ فاعل ان مستحق
ذم میشود بواسطہ دلیل عقلی کہ بر عصمت انبیا و اجتناب ایشان از گناہان قایم گشت موجب عدول از ظاہر
شدہ از ظواہر آن آیات عدول میکنم وہر گاہ اتفاق حاصل باشد در آنکہ ابوبکر معصوم نبود واجب ست کہ
اجرای نہی کہ در شان آن واقع شدہ بر ظاہر آن کہ قبح حال ابوبکر ست باشد) بجواب اسکے ہم یہ کہتے ہین کہ
خوف کو معصیت مین شمار کرنا ہی غلط ہے اور انبیا نے جو خوف کیا اور خدا نے انکو اس سے مطمئن کیا
اس نہی کو بلا ضرورت ظاہر سے عدول کرنا ہی لغو ہے بلکہ خوف کو معصیت قرار دیکر عمداً انبیا پر تہمت کرنا ہی
اور جو فرقہ انبیا کی عصمت کا قائل نہیں ہی اسکو تقویت دینا ہے حالانکہ خوف منجملہ ان امور بشریہ کے ہی جن سے
کسی بشر کو خواہ وہ نبی ہو خواہ امام ہو خواہ ولی ہو چارہ نہین اور اسپر خدا کی طرف سے بھی مواخذہ نہین ہی چنانچہ

حضرت موسیٰؑ اور ہارون کو حکم ہوا کہ فرعون کو جاکر سمجھاؤ اور اسکو دعوت ایمان کی کرو تو اُنھون نے خوف کیا
اور یون کہا کہ رَبَّنَا اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ یُّفْرِطَ عَلَیْنَا اَوْاَنْ یَّطْغٰی کہ خداوندا ہمکو خوف ہوتا ہے کہ کہین ہمپر وہ زیادتی
نکرے تب اللہ نے مطمئن کیا اور فرمایا کہ لَا تَخَافَا اِنَّنِیْ مَعَکُمَا کہ کچھ خوف نکرو مین تمھارے ساتھ ہون پس ذرا غور
کرنیکا مقام ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ اور ہارون باوجود نبوت کے خوف کرین اور خدا کیطرف سے اِس خوف پر اُنکو
عتاب نہووے اور اُنکی نبوت مین فرق نہ آوے تو اگر حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے جو بالاتفاق نہ نبی تھے نہ معصوم خوف
کیا تو کیا گناہ کیا بلکہ جسطرح پر خدا نے حضرت موسیٰؑ اور ہارون کو اِنَّنِیْ مَعَکُمَا کہکر مطمئن کردیا اُسی طرح پر پیغمبر خدا نے
اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فرماکر ابو بکر رضؓ کو مطمئن کردیا ہمکو شہید ثالث کی سمجھ پر نہایت تعجب آتا ہے کہ ابو بکر صدیق رضؓ کے
محزون اور مغموم اور خائف ہونے سے خوف کو بھی گناہون مین داخل کردیا اور ایک ابو بکر رضؓ کے ذمے گناہ ثابت
کرنے کے لیے تمام پیغمبرونکی نسبت معاصی کا الزام لگایا اور بلا ضرورت الفاظ خوف کو اُنکے حقیقی ظاہری
معنی سے عدول کیا لیکن جب کہ جابجا قرآن مین الفاظ خوف کے انبیا کی نسبت وارد ہین اور مفسرین نے
اسکے ظاہری معنی مراد لیے ہین اور کسی نے خوف کو معصیت اور گناہ اور نقص مین شمار نہیں کیا ہے تو ایک
شہید ثالث کے کہنے سے کچھ نہین ہوسکتا چنانچہ آیہ فاوجس منہم خیفۃً کی تفسیر مین علامہ طبرسی نے جو محققین شیعہ
سے ہین لکھا ہے کہ (فلما امتنعوا عن الاکل خاف منہم وظن انہم یریدون سوء افقالوا ای قالت الملائکۃ لاتخف یا
ابراہیم) کہ جب فرشتون نے حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ کھانا نہ کھایا تو وہ ڈرے اور گمان کیا کہ کہین یہ لوگ
کچھ بدی سے پیش نہ آوین تب ملائکہ نے کہا کہ اے ابراہیمؑ کچھ خوف نکرو اور ہمسے نہ ڈرو ہم آدمی نہین ہین پس خوف
دور کرنے کے لیے جو کلمات تشفی اور تسلی کے بہ لفظ لَا تَخَفْ یا لَا تَحْزَنْ کلام الٰہی یا احادیث نبوی مین مذکور ہین
اُنکو از قبیل اُس نہی کے تصور کرنا جو ارتکاب معاصی کے منع کے لیے مستعمل ہین بڑی غلطی ہے ورنہ اگر یہ امر تسلیم
کرلیا جاوے کہ جہان لفظ لَا کا جو حرف نہی کا ہے استعمال کیا جاوے وہان مراد نہی عن المعصیت ہو یا جہان کسی
شے کی نہی بیان ہو اُس سے اُسکا وقوع ہونا بھی ضروری سمجھا جائے تو ہزارون اعتراض ائمہ کرام پر ایسے وارد ہونگے
کہ سوائے انکی عصمت کے دوسرا جواب حضرات امامیہ سے بن نہ پڑیگا مثلاً علل الشرائع مین لکھا ہے کہ پیغمبر خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام سے فرماتے ہین کہ (یا علی لاتتکلم عند الجماع ولاتنظر الی فرج امراتک
ولاتجامع امراتک بشہوۃ امراۃ غیرک) کہ اے علی نہ کلام کر وقت جماع کے اور نہ دیکھ اپنی عورت کی شرمگاہ کو اور نہ
صحبت کر اپنی بی بی سے اور کسی عورت کی شہوت پر پس اگر کوئی پوچھے کہ حضرت علی رضؓ یہ کام کرتے تھے یا نہ کرتے
تھے اگر نہ کرتے تھے تو وہ قاعدہ باطل ہوا جاتا ہے کہ نہی شے وقوع شے پر دال ہے اور اگر کرتے تھے تو وہ فعل
طاعت تھا یا معصیت اگر طاعت تھا تو پیغمبر خدا نے کیون منع کیا اگر معصیت تھا تو امام معصوم کا گنہگار رہونا

ثابت ہوا اگر کوئی یہ جواب دے کہ امام معصوم ہوتے ہین اس لیے اِس نہی کو اگرچہ نہی عن المعصیت ہے
(انظاہر آن عدول میکنم) تو ہم بھی بمجبوری یہ کہنے لگین گے کہ ابوبکر صدیق بھی محفوظ تھے اِس لیے ہم بھی
نہی لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کو انظاہر آن عدول نی کنیم اے یار و ایسی صریح اور صاف بات کو عناد اور عداوت
سے کیون معما اور پہیلی بنائے دیتے ہو اور سیدھی سچی بات کو کس لیے مشکل کیے دیتے ہو ذرا انصاف کرو کہ اگر کوئی
دوست کسی دوست پر صدمہ پہنچنے سے رنج کرے اور وہ دوست اُسکو مطمئن کرے اور کہے کہ کچھ خوف نکر اللہ
ہمارا مددگار ہے تو یہ کہنا از روی تشفی اور تسلی کے ہے یا از قسم زجر و توبیخ کے اگر تشفی اور تسلی کے قسم سے ہو تو
لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کو بھی اُس قسم سے سمجھو خدا کی آیتوں کی تحریف لفظی نہ کرو اور یہ خیال نہ کرو کہ نہی کے،
حرف کا استعمال واسطے منع اور زجر و توبیخ کے ہوتا ہے بلکہ واسطے ترحم اور شفقت کے بھی ہوتا ہے چنانچہ اگر قرآن مجید
کی لفظون پر کوئی غور کرے تو اُسکو خود معلوم ہو جاویگا کہ اکثر جگہ خدا نے پیار اور محبت میں بھی حرف نہی کا استعمال کیا
ہے چنانچہ پیغمبر خدا سے فرماتا ہی کہ لَاتُحَرِّکْ بِہٖ لِسَانَکَ لِتَعْجَلَ بِہٖ کہ بہت جلدی زبان نہ کھولدیا کرو اور میرے کلام کو پورا
سن لیا کرو اور دوسرے مقام پر فرماتا ہی کہ فَلَا تَذْھَبْ نَفْسُکَ عَلَیْھِمْ حَسَرَاتٍ کہ لوگونکے پیچھے تیری جان نہ جاتی رہے
تو اُنکے لیے اپنی جان نہ دے تو کیا اِن کلمات کو بھی قاضی صاحب زجر و توبیخ کے کلمے سمجھین گے اور
تحریک لسان اور ذہاب نفس کو معصیت اور ذم تصور کرکے بلحاظ عصمت حضرت کے ظاہر سے عدول کرینگے
اور اگر اِن کلمات کو رحمت اور شفقت پر محمول کرینگے تو اپنے دعوی کی سفاہت کے قائل ہون گے۔

(اعتراض دوسرا) کہ ابوبکرؓ کو خدا اور رسول پر کچھ یقین نہ تھا اس لئے باوجود دیکھنے بہت سی نشانیون
حفاظت کے وہ روئے اور ہائے ہائے مچانے لگے اسکا جواب یہ ہے کہ ہائے ہائے کرنا اور زور زور
سے چلانا ابوبکر صدیق کا کسی طرح پر ثابت نہیں ہے اس لیے قرآن مجید سے تو حزن کرنا ثابت ہوتا ہے
اور حزن کے معنی نوحہ اور فریاد کے نہین ہین اگر کوئی خاص لغت کی کتاب حضرات امامیہ کی ایسی ہو کہ جو الفاظ
صحابہ کبار کی شان مین ہون انکے کچھ معنی ہی علیحدہ ہین لکھے ہون تو ہم نہین جانتے ورنہ حزن کے معنی
غم کے ہین نہ ہائے ہائے مچانے اور زور سے چلانے کے جسکو نور اللہ شوستری نے احقاق الحق مین لکھا ہے
کہ (حتی غلبتہ بکائہ وتزاید قلقہ وانزعاجہ) علاوہ اسکے خود مفسرین امامیہ کی تفسیر پر خیال کرنا چاہیے
کہ اُنھون نے حزن کے کیا معنی لکھے ہین پس مفسر کاشانی نے خلاصۃ المنہج مین اسکا ترجمہ کیا ہے کہ
(چون گفت پیغمبر بیار خود را اندوہ مخور) اور علامہ طبرسی نے فرمایا ہے (لَاتَحْزَنْ اے لاتخف) پس ہمکو
سراسر حیرت ہے کہ قاضی صاحب نے حزن کے معنی نوحہ و فریاد کے کہان سے نکالے اور یہ امر
کہ خوف مقتضائے بشریت ہے اور انبیا اور ائمہ کو بھی ہوا ہے اور معصیت نہین ہے ہم اوپر ثابت

کر آئے ہین اور اب پھر ثابت کرتے ہین کہ حضرت موسیٰ نے خود اللہ جلشانہ سے کہا کہ اَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ کہ مین
ڈرتا ہون کہ کہین فرعون اور اُسکے لشکری مجھے قتل نہ کر ڈالین تب خدا نے فرمایا کہ لَا تَخَفْ اِنَّکَ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ
کہ ہرگز اسکا خوف نہ کر تو امن و امان مین رہیگا بلکہ علمائے امامیہ نے حضرت موسیٰؑ کے خائف ہونے کا ایسے
موقع پر اقرار کیا ہے کہ نہ اُس سے انکار کر سکتے ہین چنانچہ جو دلیل حضرت علیؑ کی حضرت موسیٰ سے افضل
ہونے پر بیان کی ہی اُسمین یہی تقریر کی ہے کہ حضرت موسیٰ جب مصر سے مدین کو جاتے تھے تب خائف
اور ہراسان تھے فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَّتَرَقَّبُ اور حضرت علیؓ ہجرت کی رات کو بے خوف پیغمبر کے بستر پر
بفراغ خاطر سوتے تھے اگر کچھ بھی خوف ہوتا تو ہرگز انکو نیند نہ آتی اور اگر اسپر بھی حضرات شیعہ کی خاطر جمع
نہو اور ابوبکر صدیقؓ پر خوف و ترس کے الزام لگانے سے باز نہ آوین تو ہم اُنکے اقرار سے خود پیغمبر خدا کا خائف
ہونا ثابت کرتے ہین چنانچہ صاحب تقلیب المکائد کید ہشتاد و ہفتم کے جواب مین فرماتے ہین کہ (اگر خوف قتل
و قتال بود پیغمبر خدا چرا مختفی بیرون رفت و حال آنکہ سبب ہجرت فرمودن رسول خدا محض خوف قتل بود) بار خدایا
سمجھ مین نہین آتا کہ علمائے شیعہ حضرت ابوبکر صدیق کے حزن و خوف کو کس طرح انکے عدم یقین پر محمول
کرتے ہین جبکہ انبیاء و مرسلین کے حزن و خوف کا خود اقرار کرتے ہین اور خاص سید الانبیا کی ہجرت کا سبب
محض خوف قتل کہتے ہین ہمارے عقیدے کے موافق ابوبکر صدیقؓ حضرت موسیٰ سے افضل نہ تھے کہ خائف
نہوتے پیغمبر خدا سے زیادہ اطمینان اُنکو نہ تھا کہ قتل و قتال سے نہ ڈرتے یہ عقیدہ تو حضرات شیعہ کا ہے کہ
حضرت موسیٰ کو خائف بتلادین پیغمبر خدا کی نسبت قتل و قتال کے خوف سے نسبت دینے کو عیب نہ جانین لیکن حضرت علیؑ
کی نسبت خوف کا خیال بھی نہ کرین اور اُنکے تقیّے کو ہتک آبرو کے خوف کا سبب سمجھین جیسا کہ تقلیب المکائد کا
مؤلف لکھتا ہے کہ تقیہ بجہت خوف ہلاکت جان خود نہ بود بلکہ بجہت خوف ہتک عرض و ناموس بود الی قولہ کہ دانستی
کہ خوف حضرت امیر المؤمنینؑ نہ از ہلاکت جان بود بلکہ خوف ہتک عرض و ناموس) غرضکہ ان سب روایتون کے دیکھنے
سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ الزام خوف کا ابوبکر صدیقؓ پر کسی طرح عائد نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اگر یہ کہا جاوے کہ
انکو قتل و قتال کا خوف تھا تو ایسا خوف باقرار علمائے شیعہ انبیا کو بھی ہوا ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ انکو قتل و قتال کا
خوف نہ تھا بلکہ ہتک آبرو کا تو اس کا خوف حضرت امیر المؤمنین علی مرتضیٰ کو بھی ہوا ہے جو باعتقاد شیعہ
سب نبیون سے افضل و سب پیغمبرون سے بہتر تھے الحاصل قرآن مجید کی آیتین اور آئمہ کی حدیثین اور
علمائے امامیہ کے اقوال اسپر شاہد ہین کہ حضرت ابراہیمؑ سے پیغمبر جو خدا کے خلیل تھے اور حضرت موسیٰ سے نبی جو خدا سے
باتین کیا کرتے تھے اور حضرت سید الانبیا علیہ التحیۃ والثناء سے رسول جو خدا کے خاص محبوب تھے اور حضرت
امیر المؤمنین علی مرتضیٰ سے امام جو پیغمبر کے وصی اور خدا کے شیر تھے اور سب پیغمبرون سے افضل اور

بہتر تھے قتل و قتال کے خوف اور عزت اور آبرو کے خوف اور ڈر سے محفوظ نہین رہے تو اگر ابو بکر صدیق
بھی خوف و ترس سے نہ بچے ہون تو کیا عجب ہے لیکن ہمکو نہایت تعجب آتا ہے علمائے شیعہ سے کہ اُنھون نے
ابو بکر صدیق رض کے ایک شب کے خوف پر اسقدر زبان درازی کی اور اُنکے خوف کو اُنکے کفر و نفاق کا نتیجہ سمجھا باوجودیکہ انکا
عقیدہ ہو کہ تمام ائمہ کرام اول سے آخر تک پیدایش کے زمانے سے موت کے وقت تک ہر ساعت و ہر لحظہ خوف مین رہے
اور امام اول سے لیکر امام آخر الزمان تک سب کے سب تقیہ کرتے رہے ایک بھی ائمہ اثنا عشر سے ایسا نہیں ہوا
کہ جسکی عمر خوف و ترس مین نہ گذری ہو اور ایک لحظہ بھی خوف سے مہلت پائی ہو آخر تقیہ جسکی بنا سراسر خوف پر ہے
ایمان کا جزو عظم قرار دیا گیا اور (التقیۃ دینی و دین آبائی) امامت کا کلمہ مقرر کیا گیا پس جبکہ ائمہ کرام باوجودیکہ
موت و حیات اُنکے اختیار مین کہ جب تک چاہین زندہ رہین ملائکہ اُنکے حکم مین کہ جو چاہین وہ کرین نگاہ مین اُنکی
وہ تاثیر کہ اگر پہاڑ کیطرف دیکھین تو وہ بھی پھٹ جاوے بازو مین اُنکے وہ قوت کہ اگر ایک ہاتھ اٹھاوین
اسی ہزار جن قتل ہو جاوین علم کا وہ حال کہ جو کچھ ہوا اور ہو گا سب سے آگاہ اور جو کچھ گذرا اور گذریگا سب سے واقف
اعجاز کی یہ کیفیت کہ عصا ہاتھ سے گرا دین اژدہا ہو جاوے کفار اور منافقین کیطرف اشارہ کرین ایکدم مین سبکو
نگل جاوے اور پھر باوجود ایسی قدرت اور طاقت اور اعجاز کے تمام عمر خوف اور ترس مین رہین اور اپنی امامت کا دعوی
تک نہ کرین جان و آبرو کے ڈر سے کسی سے سچ بات نہ کہین اگر کسی اخص خواص سے کوئی راز کی بات کہنے کو ہون
تو دروازے بند کرلین ڈرتے ڈرتے اپنے شاگردونکو علوم دینی کی تعلیم دین اور اگر ایک ناصبی سامنے آجاوے تو
انکار کر جاوین اپنے خلص احباب پر لعنت اور تبرا کرنے لگین اور حضرات شیعہ اُنکے خوف و ترس پر کچھ بھی طعنہ
نہ کرین اور اُنکی امامت اور فضیلت پر اس سے کوئی شبہہ نہ لاوین بلکہ اُس خوف کو بہترین عبادت سمجھین اور
تقیے کو ائمہ کرام کا دین سمجھین اور ابو بکر صدیق رض کے ایک شب کے خوف پر اسقدر زبان درازی کرین اور اُنکے
خوف و ترس کو اُنکے کفر و نفاق کی دلیل سمجھین باوجودیکہ ابو بکر صدیق رض کے اختیار مین موت و زندگی بھی
نہ ملائکہ اُنکے تابع فرمان تھے نہ علم ماکان و مایکون اُنکو حاصل تھا نہ اسی ہزار جن کے قتل کر دینے کی اُنکو طاقت
تھی معلوم نہین کہ حضرات شیعہ نے ائمہ کرام کے خوف مین اور ابو بکر صدیق کے خوف مین مابہ الامتیاز کیا قرار
دیا ہے کہ وہی خوف ائمہ کے حق مین فضیلت ہو اور ابو بکر صدیق رض کے حق مین نقص و عیب **مصرعہ**
ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا * لیکن اگر ہم شیعون کے عقیدے کے موافق خوف کو انبیا اور ائمہ کی نسبت
بسبب معصوم ہونے اُنکے کے ظاہر سے عدول کرین اور ان آیات کی نسبت جنسے خوف اُنکا ثابت ہوتا ہے
(از ظواہر آن عدول سکنیم) کہین تو بھی کچھ حاصل نہین ہوتا اس لیے کہ علاوہ انبیا کے خدا کے کلام
سے مومنین کا بھی خائف ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ

۵۷ پارہ ۲۴ رکوع ۱۸ سورۂ حم السجدہ ۱۲

ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ
کہ جو لوگ کہتے ہین کہ خدا ہمارا پروردگار ہے اور پھر مضبوط رہتے ہین اُنپر ملائکہ یہ کہتے ہوے نازل ہوتے ہین کہ
لَا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا کہ کچھ خوف نہ کرو اور کچھ حزن نہ کرو پس اس سے اُن مومنین کا جو اپنے ایمان پر نہایت
مضبوط ہوتے ہین خائف اور محزون ہونا ثابت ہوا اور پھر ایک دوسری جگہہ پر اللہ جلشانہ مومنین سے
فرماتا ہو کہ وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ کہ کچھ غم نکرو مقین کو غلبہ ہوگا پس معلوم نہین اِن آیتون مین جو مومنین کی نسبت
لفظ لَا تَحْزَنُوا کا ہے یہ بھی زجر و توبیخ کے واسطے ہو یا تسلی اور تشفی کے لیے پس یہ تو ظاہر ہے کہ قاضی صاحب بھی
اسکا اقرار نکرینگے کہ یہان بھی زجر و توبیخ کے لئے ہو بلکہ یہی فرماوینگے کہ تسلی اور تشفی کے لیے تو پھر ہم نہین سمجھتے
کہ ابوبکر صدیقؓ کی شان مین جو لفظ لاتحزن کا ہے اسکو کسطرح زجر و توبیخ کے لیے بیان کرتے ہین تعجب کی
بات ہو کہ ایک ہی کلمہ لَا تَحْزَنْ ہزار جگہہ واسطے تسلی اور تشفی کے استعمال کیا جاے اور ایک جگہہ واسطے زجر و توبیخ
کے ہان اگر کوئی قرینہ عتاب و خفگی کا پایا جاتا تو ہم تسلیم کرتے کہ ابوبکر صدیق کی نسبت کلمہ لَا تَحْزَنْ واسطے زجر و
توبیخ کے ہو سو وہ بھی نہین اس لیے کہ جسطرح مومنین کی نسبت خدا نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنُوا اور آگے بیان کیا کہ
أَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ کہ کچھ غم نہ کرو تمھارے واسطے بہشت موجود ہے یا ارشاد کیا کہ لَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ کہ کچھ غم
نہ کرو متقین کو غلبہ ہوگا اُسی طرح ابوبکر صدیقؓ سے بھی پیغمبر نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کچھ غم نکرو خدا ہمارے
تمھارے ساتھ ہو پس بظاہر دونون مین کچھ فرق پایا نہین جاتا اس لیے اگر اُن آیتون مین لَا تَحْزَنُوا واسطے
تسلی اور تشفی کے ہے تو اس آیت مین بھی تسلی کے لیے ہو اور اگر وہان واسطے زجر و توبیخ کے ہے تو یہان بھی
لیکن باوجود اتحاد الفاظ اور تطابق قراین کے لَا تَحْزَنُوا کو اُن آیتون مین تسلی پر اور یہان عتاب پر محمول
کرنا موجب ہزار حیرت اور باعث صد ہزار تعجب ہے لیکن ہم حضرات شیعہ کو معذور سمجھتے ہین کہ اگر الفاظ قرآنی سے
انکے حقیقی معانی مراد لین تو صدیق اکبرؓ کی صدیقیت کا اقرار کرنا پڑتا ہو اگر اقرار کرین تو مذہب ہاتھ سے جاتا ہے
پس بجز اسکے کہ قرآن کی تحریف معنوی کرین اور کلام اللہ کی لفظون کے نئے نئے معنی بناوین اور کچھ چارہ نہین ہے شعر

دست بیچارہ چون بجان نہ رسد ۔ چارہ جز پیرہن دریدن نیست

اگر اسپر بھی حضرات شیعہ کے دلمین کچھ خطرہ رہ جاوے اور کوئی دانشمند یہ کہنے لگے کہ ہمنے مانا کہ خوف
گناہ نہین اور لَا تَحْزَنْ تسلی کا کلمہ ہو لیکن اتنا تو بھی ثابت ہوا کہ ابوبکر صدیق کو کامل یقین پیغمبر صاحب کے
وعدے پر اور خدا کی حفاظت پر نہ تھا ورنہ کسی طرح اُنکو خوف نہوتا اسکا یہ جواب ہو کہ خود حضرات شیعہ کا اقرار
ہو کہ پیغمبر خدا بار بار ابوبکر صدیق پر خفا ہوتے تھے اور فرماتے تھے کہ چپ رہو راز کو فاش نہ کرو اور وہ نہ مانتے
تھے پس شیعون کیطرح ہر ایک ملحد کہہ سکتا ہو کہ پیغمبر صاحب کو بھی اپنے خدا کے وعدے پر اور حفاظت پر

یقین نہ تھا ورنہ جو بات افشائے راز کی کرتے تھے اُس سے پیغمبر صاحب گھبراتے اور بار بار ابو بکر پر راز
کے فاش کرنے پر خفا ہوتے پس جو اُس ملحد کو حضرات شیعہ جواب دین وہی ہماری طرف سے قبول فرماوین لیکن
اگر کوئی ذرا بھی غور کرے تو موافق اصول اور عقائد شیعون کے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی نسبت حزن و خوف کا
اطلاق ہو ہی نہین سکتا اسلیئے کہ اگر وہ اقرار کرین کہ ابو بکر صدیقؓ حقیقت مین خائف تھے تو ہم پوچھتے ہین کہ اُن کو
اپنی جان کا اندیشہ اور اپنے اوپر تکلیف پہونچنے کا ڈر تھا یا پیغمبر صاحب کے ایذا و مصیبت کا خوف اگر اُنکو اپنی جان کا
خوف تھا تو یہ قول باطل ہوا جاتا ہے کہ وہ دشمنون سے ملے ہوے تھے اور راز فاش کرنا چاہتے تھے اسلیئے کہ اگر وہ
کافرون سے ملے ہوے ہوتے تو پھر اُنسے اُنکو کیا ڈر ہوتا اور اگر کافرون سے ملے ہوے نہین تھے بلکہ اُنکو کافرونکی طرف
سے خیال اپنے اوپر ایذا پہونچنے کا تھا تو اس سے دو باتین ثابت ہوتی ہین ایک یہ کہ کفار بسبب ایمان اور رفاقت
پیغمبر کے ابو بکر صدیقؓ سے ایسی دشمنی رکھتے تھے کہ اُنکے قتل کے درپے تھے تو اس سے وہی بات ثابت ہوئی جسکا
ہم دعویٰ کرتے ہین (دوسرے) یہ کہ کبھی ابو بکر صدیق کا ارادہ راز فاش کرنیکا نہ تھا اسلیئے کہ جن لوگون سے خود
انکو خوف تھا اور جنکے ڈر سے غار مین چھپے ہوے تھے اُنھین پر اپنا راز ظاہر کرتے اور اپنے آپکو معرض ہلاکت مین
ڈالتے اور اگر یہ کہا جاوے کہ ابو بکر صدیق کو خوف پیغمبر صاحب پر صدمہ پہونچنے کے خیال سے تھا تو یہ خوف ہزار،
اطمینان سے بہتر ہے اور ایسے عیب پر ہزار ہنر قربان ہین اور ایسے خوف کو حضرات شیعہ گناہ کیا اگر کفر بھی سمجھین
اگر ہم ثواب کیا ہزار ایمان سے بہتر سمجھین گے اور سمجھتے ہین اور اسی خوف سے حضرت صدیق اکبرؓ کی صدیقیت کا اعتقاد
کرینگے اور کرتے ہین اسلیئے کہ اگرچہ ابو بکر صدیقؓ کو پیغمبر صاحبؐ کی جان اور سلامتی پر یقین کامل تھا مگر جب اُنھون نے
دیکھا کہ شاہ ہر دوسرا بادشاہ دین و دنیا ایک غار تنگ و تاریک مین رونق افزا ہوا اور جسطرح چاند کسی وقت ابر مین چھپ
جاتا ہے اسیطرح ماہ نبوت غار مین چھپا ہوا ہے اور جسکا مقام عرش و کرسی ہو وہ ایک تنگ جگہ مین قیام فرما ہو تو یہی
حالت پیغمبرؐ کی ابو بکرؓ کے دل کو پارہ پارہ کرتی تھی اور اُنکو بےچین کر رہی تھی چنانچہ ابو بکر صدیق کا اول خود غار مین
جانا اور اُسکو صاف کرنا اور سب سوراخون کو اپنی قبا چاک کرکے بند کرنا اور پھر پیغمبر صاحب کو بلانا اور
اپنے زانو پر سُلانا اسپر شاہد ہے اور پھر ایسی دردناک حالت مین جب اُنھون نے کفار کو در غار پر دیکھا تو بخیال
ایذائے پیغمبر کے جو کچھ صدمہ اُنکے دل پر ہوا ہو گا اُسکو وہی جانتے ہین یا وہ عاشق جانے جسکا معشوق اُسکے سامنے
کسی تکلیف و ایذا مین مبتلا ہوا ہو اور دشمن اُسکے اُسپر حملہ آور ہوے ہون اُسوقت کوئی اُس عاشق مسکین
کی کیفیت دیکھے کہ اُسکو اضطرار ہوتا ہے یا وہ اطمینان سے بیٹھا رہتا ہے ہان جسکو عشق و محبت سے خبر ہی نہو وہ
عاشق صادق کے خوف و اضطرار پر طعنہ نہ کرے تو کیا کرے اے بھائیو ذرا دل ذرا پیغمبر صاحب کے ساتھ محبت پیدا
کرو تب جو پیغمبر صاحب کے جان نثار تھے اُنپر الزام لگاؤ مگر جب تکو محبت ہی نہین ہے تو تم اُنکی حقیقت کیا جانو قطعہ

تو نازنین جہانے و ناز پروردہ | تراز سوز درون نیاز ما چہ خبر
چو دل بمہر نگارے نہ بستۂ ای مہ | تراز حالت عشاق بینوا چہ خبر

اے شیعیان پاک ذرا مہربانی کرکے اپنے شہید ثالث کی موشگافیون پر غور کرو کہ ابوبکر صدیقؓ کے حزن و غم کی نسبت کیا کچھ زبان درازی فرمائی اور (قد ظہر من جزعہ و بکائہ ما یکون من مثلہ فساد الحال) کہکر انکی شان گھٹائی مگر وہ تحریر انکی خاک میں مل گئی اور سب تقریر انکی ہباءً منثورا ہو گئی آخر انھیں باتون پر خیال کیجے اصلی خوف اور حزن سے انکار فرمایا اور اسکو تصنع اور بناوٹ پر محمول کیا اہل انصاف سے امید ہے کہ ذرا دل لگا کر اسکو بھی سنین اور جو کچھ سحر بیانی اور جادو زبانی اس باب مین حضرات امامیہ نے کی ہے اُسپر احسنت اور آفرین کہیں اور اسکا کچھ خیال نہ کرین کہ ایک دعوے کو چھوڑ کر دوسرا دعوی کیون کرتے ہیں اور ایک امر کا اقرار کرکے اس سے منکر کیون ہو جاتے ہین اس لیے کہ یہ امر اسی خاص بحث کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر کلیہ اور ہر جزئیہ مین اس شان کا ظہور دیکھا ہے جب مباحث امامت و خلافت کے آوینگے تب دیکھنا کہ حضرات کیسا رنگ بدلتے ہین اور کیسے نئے نئے گل بوٹون سے تقریر کو زینت دیتے ہیں شعر

شاہد دلربای من میکند از برای من | نقش و نگار و رنگ و بو تازہ بتازہ نو بنو

جب حضرات امامیہ نے دیکھا کہ حزن اور خوف کے اثبات سے محبت صدیق اکبرؓ کی ساتھ پیغمبر صاحب کے ثابت ہوتی ہے تب اس دعوے کو چھوڑ کر یہ دعوی کیا کہ ابوبکرؓ کو کچھ خوف نہ تھا بلکہ وہ اسواسطے فاش کرنے راز کے جزع فزع کرتے تھے جیسا کہ رسالہ حسینیہ میں لکھا ہے کہ (غرض او از جزع و فزع و فریاد برای آن بود کہ مشرکان را اطلاع گرداند و بفہمانند کہ درین غارست) اور ملا خضر مشہدی نے لکھا ہے کہ (وایضا مما اشتہر من لدغ الحیۃ ایاہ انما کان لانہ کان یرید اظہار امرہ) کہ جب ابوبکرؓ کا کام رونے اور پیٹنے سے بھی نہ نکلا تب پاؤن بڑھا دیا کہ اسی کو دیکھکر کفار اندر غار کے چلے آوین تب خدا نے سانپ کو حکم دیا کہ اُسنے پاؤن مین اُنکے کاٹا تب مجبوری پیغمبر صاحب کا راز فاش ہونے سے بچا اسکے جواب مین ہماری زبان سے تو کوئی بات بھی نہیں نکل سکتی اور ایسی حکیمانہ تقریر کی تردید ہم سے ہو ہی نہیں سکتی اگر از شرق تا غرب اور از جن تا انس جمع ہون تب بھی کسی سے یہ عقدہ حل نہوگا فی الحقیقت جو صاحب تقلیب المکائد نے اپنے بزرگون کی تقریر نقل نہ کرنے پر مولانا صاحب قدس اللہ سرہ پر

غصہ کیا ہے وہ نہایت ہی بجا تھا اگر وہ اِن تقریرونکو نقل کر دیتے اور بلفظہ اُن عبارتونکو لکھ دیتے تو حقیقت مین
مذہب امامیہ کی پھر کسی کو کیا کلام رہتا اور پھر ابو بکر صدیق کی فضیلت کو کوئی کسطرح ثابت کرتا آے یارو انصاف کرو
اور حضرات امامیہ کے مجتہدین کے غزارت علم پر لحاظ فرماؤ کہ جو بات ہے وہ حکیمانہ جو قول ہے وہ محققانہ *

نوان اعتراض نوین فضیلت پر

اور ہمنے بیان کیا ہے کہ جب ابو بکر صدیق محزون اور غمگین ہوے اور اُنکو کسی قدر اضطراب ہوا تب اللہ جلشانہ نے
اپنی تسلی اُنپر نازل کی جسکا بیان خدا نے ان لفظون سے فرمایا ہے کہ فانزل اللہ سکینتہ علیہ اسپر حضرات امامیہ
چند طرح سے اعتراض کرتے ہین (اول) یہ کہ علیہ کی ضمیر راجع طرف پیغمبر خدا کے ہے نہ ابو بکر صدیق کے اس لیے
اسکے یہ معنی ہین کہ نازل کی تسلی اپنی خدا نے اور پیغمبر کے جواب اسکا یہ ہے کہ حزن اور خوف تو ابو بکر صدیق کو تھا
نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پس اگر علیہ کی ضمیر راجع طرف پیغمبر خدا کے ہو تو آیت کے یہ معنی ہونگے کہ جب
ابو بکر صدیق کو خوف و اضطراب ہوا تو پیغمبر نے اُنسے کہا کہ غم نکرو اللہ ہمارے ساتھ ہے پس خدا نے اپنی تسلی
پیغمبر پر نازل کی اس عبارت بے جوڑ اور بے ربط کو دیکھکر کون شخص ہی جو نہ ہنسیگا اور کسکو تعجب نہوگا کہ خوف اور
اضطراب تو ابو بکر کو ہو اور پیغمبر خدا انکی تشفی کرین اور خدا کی تسلی پیغمبر صاحب پر نازل ہو اگر حضرات امامیہ یہ فرمادین کہ
پیغمبر خدا کو بھی خوف تھا اس لیے خدا نے اُنپر تسلی نازل کی اُسکے جواب مین ہم کہینگے کہ حضرات امامیہ جب ابو بکر صدیق پر خوف
کے سبب سے طعنہ جبن و نامردی کا کرتے ہین تو پھر اب اُسی خوف کو کس مُنہ سے حضرت کی طرف منسوب کرتے ہین اور اگر ہم
حضرت کا خائف ہونا تسلیم بھی کر لین اور واسطے ازالۂ خوف حضرت کے تسلی کا نزول حضرت پر قبول کرین تو عبارت
آیت کی لایق اصلاح معلوم ہوتی ہے یعنی بجاے ان لفظون کے جو خدا نے فرمائین کہ اذ یقول لصاحبہ لاتحزن
ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ اسطرح پر الفاظ آیت کے ہونے چاہیے تھے کہ (فانزل اللہ
سکینتہ علیہ فقال لصاحبہ لاتحزن) کہ پہلے خدا نے اپنی تسلی حضرت پر نازل کی اور جب حضرت کو اطمینان
کامل ہوگیا تب حضرت نے ابو بکر سے کہا کہ کچھ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے ورنہ آیت کی لفظون سے تو یہ معنی جو حضرات
شیعہ کہتے ہین نہیں بنتے اِس لیے کہ پہلے الفاظ سے صاف یہ معنی ظاہر ہوتے ہین کہ پیغمبر خدا نے ابو بکر کو

۲- افترا ہے تو بیخبر ہین اور اور ون پر طعنہ کرتے ہین ۱۲ منہ عفا عنہ۔

محزون دیکھکر فرمایا کہ لَا تَحزَن اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کہ کیون محزون ہوتے ہو خدا ہمارے ساتھ ہے پس حضرت کے اس کہنے سے خدا نے اپنی تسلی ابوبکر پر نازل کی تاکہ انکا حزن وغم جاتا رہے پس لے یارو سوچو کہ آیت کے معنی اسطرح پر بنتے ہین جو ہم کہتے ہین یا اُس طرح پر جو تم کہتے ہو (دوسرا اعتراض) کہ اللہ جلشانہ کو اگر ابوبکر صدیق پر تسلی نازل کرنا منظور ہوتا تو ضرور پیغمبر خدا کا ذکر کر کے ابوبکرؓ کا ذکر کرتا اس لیے کہ خدا نے بغیر شرکت رسول کے کبھی کسی پر تسلی نازل نہین کی چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے اس تقریر کو در ضمن حکایات مفیدہ شیخ مفید کے نہایت آب و تاب سے لکھا ہے اور اس تقریر کو عسیر الجواب سمجھکر یہ فرمایا کہ (چون این سخن را گوش ناصبان شنید باعث حیرت ایشان بگردید و در حلیۂ خلاصی از ان جان ایشان بلب رسیدہ) اور صاحب تقلیب المکائد نے اسکو اپنی کتاب مین بلفظہ نقل کر کے اسپر بڑا ہی ناز کیا ہے چنانچہ ہم اُس عبارت کو بلفظہ لکھتے ہین اور اہل انصاف سے التماس کرتے ہیں کہ ذرا غور کرین کہ قاضی صاحب نے اپنی صدف طبیعت سے کیسے جھوٹے موتی نکال کر اپنے مقلدین کے نذر کیے ہین اور وہ بھی انکو گوہر گران بہا سمجھ کر درۃ التاج بنائے ہوے ہیں کوئی آنکھ کھول کر نہیں دیکھتا کہ اُنکے موتی جھوٹے ہیں یا سچے وھو ہذہ (انچہ کاشف صحت بیان مذکور تواند بود آنست کہ مقدمان مشائخ بار ضوان اللہ علیہم افادہ فرمودہ اند کہ خدای تعالی ہرگز در ہیچ جای کہ یکی از اہل ایمان با حضرت پیغمبر بودہ اند انزال سکینہ نہ نمودہ الا آنکہ نزول آنرا شامل جمیع ایشان داشتہ چنانچہ در بعضے آیات فرمودہ ویوم حنین اذا اعجبتکم کثرتکم فلم تغن عنکم شیئا وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین و در آیۂ دیگر گفتہ فانزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی المومنین و چون با آنحضرت غیر از ابوبکر در غار نبود لاجرم خدا تعالی آن حضرت را در نزول سکینہ منفرد ساخت و او را بآن مخصوص گردانید و ابوبکر را با و شرکت نہ داد و گفت فانزل اللہ سکینتہ علیہ وایدہ بجنود لم تروہا پس اگر ابوبکر مومن میبود بایستی کہ خدا تعالی درین آیہ ورا جاری مجری مومنان میفرمود و در عموم سکینہ داخل می فرمود الی قولہ بنا بر این نزول سکینہ مخصوص او شدہ باشد و ابوبکر بواسطۂ عدم ایمان از فضیلت سکینہ محروم ماندہ باشد و ایضا بنص قرآنی اباد اور وازان کہ در آیۂ غار سکینہ بر غیر رسول باشد) خلاصہ اس ساری تقریر کا یہ ہے کہ خدا نے جہان تسلی مومنین پر نازل کی ہے تو وہان اُس رسول پر نازل کی اور بعدہ مومنین پر کسی جگہ فقط مومنین پر تسلی نازل نہین کی تو کیونکر ممکن ہے کہ غار مین پیغمبر صاحب کو چھوڑ کر فقط ابوبکر پر تسلی نازل کی ہو پس اس آیت سے ابوبکر کا عدم ایمان ثابت ہوا اس لیے کہ اگر وہ با ایمان ہوتے تو بشمول پیغمبر کے ضرور خدا اُنپر بھی تسلی نازل کرتا لیکن یہ دعوی قاضی صاحب اور انکے مشائخ کا کہ یہ امر خلاف نص قرآنی کے ہے کہ تسلی فقط مومنین پر خدا نازل نہین کرتا محض غلط ہے کسی آیت سے صراحۃً کیا کنایۃً بھی تو یہ بات نہین پائی جاتی کہ تسلی سوائے پیغمبر کے دوسرے پر تنہا نازل نہین ہوئی ہاں اگر دو چار جگہ مومنین پر بشمول نبی اور رسول کے تسلی نازل کرنیکا ذکر آیا ہے تو اس سے

انکار نزول تسلی سے بلا شمول رسول کے مومنین پر لازم نہیں آتا پس اگر فرض کیا جاوے کہ کسی جگہ قرآن مجید
مین ذکر نزول سکینہ کا فقط مومنین پر نہو تا تب بھی لیہ اعتراض درست نہ تھا نہ کہ خدا کے فضل سے نزول سکینہ
کا فقط مومنین پر بلا شمول رسول کے ہونا قرآن مجید میں مذکور ہے مگر حضرات امامیہ مین سلفاً عن خلفٍ کوئی
حافظ قرآن تو ہوا ہی نہین اور شاید قاضی صاحب نے اور اُنکے مشایخ کرام نے از اول تا آخر قرآن مجید کو تمام عمر مین
ایک مرتبہ دیکھا تک نہیں ورنہ اس زور شور سے انکار نکرتے اور اس شد و مد کے ساتھ یہ نفر ملاتے کہ اخدا تعالی ہرگز
در ہیچ جائے کہ یکی از اہل ایمان با حضرت بودہ اند انزال سکینۃ نہ نمودا چنانچہ اب ہم حضرات امامیہ کو نشان دیتے ہین
کہ نزول سکینہ تنہا مومنین پر بلا شمول پیغمبر صاحب کے سورۂ انا فتحنا مین دو مقام پر مذکور ہے اگر شک ہو تو قرآن مجید
مین سے اُس سورے کو نکال کر دیکھ لین کہ اللہ جلشانہ پہلے رکوع مین فرماتا ہو هُوَ الَّذِی أَنْزَلَ السَّكِينَةَ
فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوا إِيمَانًا مَّعَ إِيمَانِهِمْ، اور پھر تیسرے رکوع مین ارشاد کرتا ہے کہ
إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ پس اے مومنین ذرا،
غور سے ان آیتونکو پڑھو اور دس مبیں قرآنون کو ملاؤ کہ کسی مین یہ تو نہیں لکھا ہے کہ (ہو الذی انزل السکینۃ
فی قلوب رسولہ و قلوب المومنین یا فانزل السکینۃ علی رسولہ و علیہم اگر عرب سے عجم تک ہند سے ایران تک کسی قرآن
میں علیٰ رسولہ کا لفظ ہو تو تم سچے تمھارے مجلسی سچے اور اگر کسی مین یہ لفظ نہو اور ایران اور کوفے کے
قرآنون میں بھی فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ لکھا ہو تو پھر تم ہی انصاف کرو کہ تم اور تمھارے قاضی اور اُنکے
متقدمین و مشایخ جھوٹے ہین یا سچے اے یارو افسوس کرنے کی بات ہے کہ صدہا برس گذر گئے کہ یہ مباحثہ
ہو رہا ہے اور آج تک کسی نے سورۃ الفتح کو نکال کر بھی نہ دیکھا اور فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ پر خیال نکیا اور
اب تک انھین قاضی صاحب کے جھوٹے قول پر ناز ہے اور اُنکی فضیلت و قابلیت پر افتخار ہے اور سب سے
زیادہ افسوس اسپر ہو کہ حضرات امامیہ جنمین سے دو چار ہی ایسے شخص نکلیں گے جنکو قرآن کی سورتون کے نام
بھی یاد ہون اور دو ایک ہی ایسے ہونگے جنکو اِنَّا أَنْزَلْنَاهُ اور قل ہو اللہ کے سوائے کلام اللہ کے
دو چار رکوع حفظ ہون ورنہ خدا کے فضل سے سب کے سب قرآن شریف سے بیخبر کلام اللہ سے ناواقف اور
باوجود ناواقفیت شوخی کہ اہل سنت و جماعت کے مقابلے میں قرآن شریف کی سند پیش کرتے ہین جنکی زبان پر ایک
ایک لفظ قرآن مجید کا اور جنکے دل میں ایک ایک حرف کلام اللہ کا لکھا ہوا ہے پس یہ غلطی قاضی صاحب اور
اُنکے مشایخ کبار سے قرآن مجید کی ناواقفیت سے ہوئی ہے اس لیے ہم اُنکو معذور سمجھتے ہین اور اُنکی غلطی سے درگذر
کرتے ہین (تیسرا اعتراض) کہ اگر ضمیر علیہ کی فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ مین راجع طرف ابو بکرؓ کے ہو تو تخلل
فی الضمائر لازم آتا ہے اس لیے کہ پہلے جتنی ضمیرین أَخْرَجَهُ اور لِصَاحِبِهِ وغیرہ مین ہین وہ سب

رسول کیطرف راجع ہین اور پھر آگے جو ضمیر وَاَیَّدَہٗ مین ہے وہ بھی راجع طرف پیغمبر کے تو کیونکر ممکن ہو کہ ضمیر علیہ کے بیچ میں راجع طرف ابوبکر کے ہو جواب اسکا یہ ہے کہ اول تو ضمیر کا عود چاہیے کہ اقرب مذکورات کیطرف ہو سو اس مقام پر ابوبکر ہین اس لیے کہ انھیں کیطرف لصاحبہ کا اشارہ ہے دوسرے تخلل ضمیر جب ہو کہ وایدہ عطف ہو فانزل اللہ پر حالانکہ وایدہ عطف ہے فقد نصرہ اللہ پر پس تخلل ضمائر بھی واقع ہوا تیسرے تخلل فی الضمائر قرآن مجید مین اکثر جگہ ہے جیسا کہ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْدٌ وَاِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیْدٌ الخ میں ہے پس جو اعتراض نزول سکینۃ کا ابوبکرؓ پر تھا رد ہوا اور بفضلہ تعالیٰ نازل ہونا سکینۃ کا ابوبکر صدیقؓ پر ثابت ہوا اور جو کچھ قاضی صاحب اور ملا صاحب اور اُنکے مشائخ اور مقلدین نے لکھا پڑھا تھا وہ سب باطل ہوا اور اُسکی بیہودگی اور سفاہت کا حال بھی سب پر کھل گیا اور نہ فقط ہم اہل سنت ان اعتراضات کو بیہودہ سمجھتے ہین بلکہ بعض حضرات امامیہ بھی کبھی شرماکر اقرار اُسکے سفاہت کا کرنے لگتے ہیں جیسا کہ صاحب مجمع البیان طبرسی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہو کہ (وقد ذکرت الشیعۃ فی تخصیص النبی فی ہذہ الآیۃ بالسکینۃ کلاما رأینا الاضراب عن ذکرہ احری لئلا ینسبنا ناسب الی شئ) کہ شیعون نے اس آیت میں تسلی کو پیغمبر صاحب کے ساتھ مخصوص ہونے پر ایسی باتیں لکھی ہین کہ ہم اُنکا نہ لکھنا ہی مناسب سمجھتے ہین تاکہ کوئی کہنے والا ہمکو بھی کچھ نہ کہنے لگے پس اس علامہ کی ان لفظوں سے صاف ظاہر ہو کہ وہ باتیں جو شیعہ ذکر کرتے ہیں ایسی پوچ اور بیہودہ ہین کہ انکو بیان کرنے سے اُسے شرم آتی ہو غرض کہ اب اچھی طرح پر معلوم ہو گیا کہ ان آیتوں سے وہ فضائل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ثابت ہوتے ہیں جو اوپر ہمنے بیان کئے اور جو اعتراضات شیعون کے ہین وہ بالکل پوچ اور بیہودہ ہیں اور سیاق آیت بھی اسی پر شاہد ہو اس لیے کہ اگر ان آیتوں میں ابوبکر صدیقؓ کے ذکر کرنے سے اُنکی رفاقت اور نصرت کا بیان منظور نہوتا تو یہ کوئی موقع اُنکے نفاق کے اظہار کا نہ تھا کہ یہ بات خود حضرات امامیہ جانتے ہیں اور دل میں سمجھتے ہیں مگر صرف اپنے مذہب کے تعصب کے سبب سے ایسی صریح اور صاف آیت سے انکار کرتے ہیں اور باوجود کھل جانے امر حق کے فضیلت افضل الصحابہ کا اقرار نہیں فرماتے ہین اور اپنے آپ کو ایسی آیات کے انکار سے مستحق جہنم بناتے ہیں (نعوذ باللہ من شرور انفسہم ومن سیئات اعمالہم)

ائمہ کرام کی شہادتین صحابہ کی فضیلت مین

پہلی حدیث

شیعون کی کتابوں میں بروایت ائمہ کرام علیہم السلام منقول ہو کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا (اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم) کہ میرے اصحاب مثل ستارون کے ہیں اُنمیں سے جس کسی کی

پیروی کروگے ہدایت پاوگے اور نیز حضرت نے فرمایا ہے کہ (دعوالی اصحابی) کہ میرے اصحاب کو میرے لیے چھوڑ دو یعنی میرے حقوق صحبت کی اُنکے حقمیں رعایت کرو اور اُنکی عیب جوئی نکرو ان دونوں حدیثوں میں سے پچھلی حدیث کی صحت لفظاً و معناً علمار امامیہ کے نزدیک مسلم ہو اور صاحب استقصاء الافحام نے بھی اسکو قبول کیا ہے لیکن پہلی حدیث کی نسبت کچھ کلام ہے اس لیے ہم پچھلی حدیث کی نسبت صرف یہی کہتے ہیں کہ جب اُسکی صحت پر اقرار ہے تو کیا وجہ ہے کہ اُسپر عمل نہیں کرتے اور جو پیغمبر صاحب نے اپنے اصحاب کے حق میں فرمایا اسکو نہیں مانتے کیوں حقوق صحبت پیغمبر کی اُنکے حقمیں رعایت نہیں کرتے اور کس لئے اُنکی عیب جوئی سے باز نہیں آتے اور کس واسطے باوجود سفارش پیغمبر صاحب کے اُنکی دشمنی ترک نہیں کرتے اور پہلی حدیث (اصحابی کالنجوم) کی نسبت ہم اقوال ائمہ کرام کو امامیہ کی کتابون سے نقل کرکے اُسکی صحت ثابت کرتے ہیں اور علمار امامیہ نے جو تاویلات اور تحریفات لفظی و معنوی کیے ہیں انکو ظاہر کرکے اُسکا بطلان ثابت کرتے ہیں۔ واضح ہو کہ عیون اخبار مین جو معتمدین کتب امامیہ سے ہو لکھا ہے کہ (حدثنا الحاکم ابو علی الحسن بن احمد البیہقی قال حدثنا محمد بن یحیی الصولی قال حدثنا محمد بن موسی بن نصر الرازی قال حدثنی ابی قال سئل الرضا علیہ السلام عن قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم وعن قولہ دعوالی اصحابی فقال ہذا صحیح) کہ ایک شخص نے امام موسی رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب مثل ستارون کے ہین اُنمین سے جس کسیکی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ چھوڑ دو میرے واسطے میرے یارونکو تو امام موصوف نے جواب دیا کہ یہ صحیح ہو اس روایت سے ثابت ہوا کہ حدیث اصحابی کالنجوم جن لفظون سے کتب اہل سنت میں منقول ہی اُنہیں لفظوں سے کتب امامیہ مین مذکور ہے اور امام موسی رضا علیہ السلام کی زبان سے اُسکی صحت پر علمائے امامیہ کو اقرار ہے اور نہ صرف اسی ایک روایت سے اسکا ثبوت ہوتا ہے بلکہ اور بھی بہت سی روایتین مؤید اسکی کتب امامیہ مین موجود ہین کہ بعد ملاحظہ اُنکے کسی شیعہ کی یہ مجال نہیں کہ اس حدیث کی صحت سے انکار کر سکے یا اُسکو موضوع کہہ سکے یا اُسکو خبر احاد کہکر اپنا پیچھا چھڑا دے اس لیے کہ شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں اور علامۂ طبرسی نے احتجاج مین اور ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں اور ملا حید رآملی اثناعشری نے جامع الاسرار میں اس حدیث کے مضمون کی صحت پر اقرار کیا ہے پس تعجب ہی علمائے متقدمین امامیہ پر کہ جب تک علمائے اہل سنت نے اس حدیث کو خود انکی کتابون سے نکال کر نہ دکھلا دیا اور اُسکی صحت کو امام کے قول سے ثابت نہ کر دیا تب تک اُنھون نے اس حدیث کی صحت پر کیا شور و غل مچایا اور اُسکی موضوعیت اور بطلان کے اثبات مین دفتر کے دفتر سیاہ کیے یہان تک کہ قاضی نور اللہ شوستری نے کس شد و مد سے احقاق الحق میں فرمایا ہو کہ (اما ما رواہ

من حدیث صحابی کالنجوم ففیہ من آثار الوضع والبطلان مما لا یخفی) کہ اس حدیث کی موضوعیت پر اتنی، نشانیان ہین کہ بیان نہیں ہو سکتیں لیکن افسوس کہ قاضی صاحب نے یہ خیال نفرمایا کہ جس حدیث کی موضوعیت کا دعوی اس شد و مد کے ساتھ کرتے ہیں وہ خود ہماری حدیث کی کتابوں میں منقول ہے اور جسکے بطلان کا، الزام اہل سنت پر لگاتے ہین وہ بروایت ائمہ کرام ہمارے اصول کے موافق ثابت ہو ہان اتنا فرق ہو کہ سنی بیچارون کے راوی ضعفا اور مجاہیل ہیں اور خود بدولت کے یہاں راوی ائمہ کرام ہین پس اگر سنیون کے طور پر روایت کی ہوئی حدیث کو غلط کہہ دیا یا خود سنیون نے اپنے طور پر راویان احادیث کو ضعیف تصور کیا تو کچھ ہرج نہیں اگر قاضی صاحب نے یا کسی اور صاحب نے اس حدیث کو موضوع بتلایا اور باوجود تصدیق امام موسی رضا علیہ السلام کے اسکو جھٹلایا تو اُسنے اپنا دین ہی غارت کیا اور امام کی تکذیب کرکے اپنے آپکو دائرہ ایمان سے خارج کیا۔ اب ہم اُن تحریفات کو بیان کرتے ہیں جو علماے امامیہ نے اس حدیث کی نسبت کی ہیں عیون اخبار میں جو حدیث ہمنے صحابی کالنجوم نقل کی ہے اُسمین بعد اُن الفاظ کے یہ عبارت بڑھائی ہو (یرید من لم یغیر بعدہ ولم یبدل الخ) کہ مراد اُن اصحاب سے جو حدیث مین مذکور ہین وہ ہین جنھون نے کچھ تغیر و تبدیل نہیں کی پوچھنے والے نے امام سے پوچھا کہ یا حضرت ہم کیونکر جانیں کہ اصحاب نے کچھ تغیر و تبدیل کی ہے تب امام نے جواب دیا کہ خود پیغمبر صاحب کی حدیث موجود ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ کچھ لوگ میرے صحاب سے قیامت کے دن حوض سے علیحدہ کر لیے جاوینگے تب میں کہونگا کہ خدایا یہ میرے اصحاب ہین تب اللہ جلشانہ فرمادیگا کہ تو نہیں جانتا کہ اُنھون نے تیرے پیچھے کیا کیا اور وہ دوزخ کیطرف کھینچ لیے جاوینگے تب مین کہونگا کہ دور رہو دفع ہو ان الفاظ کے بڑھانے سے غرض یہ ہے کہ بعض صحابہ بسبب ارتداد کے حدیث کی مصداق سے خارج ہو جائین لیکن تب بھی ہمارا کچھ نقصان نہین اسلئے کہ ہم خود قائل ہین کہ جو لوگ پیغمبر کے بعد مرتد ہو گئے وہ اس حدیث کے مصداق سے خارج ہیں اور اصحاب مقبولین نے نہ تغیر و تبدیل کیا نہ اس حدیث کے مصداق سے خارج ہوے اور خود حضرات امامیہ کا اقرار ہے کہ اصحاب مقبولین حدیث حوض کے مصداق سے مستثنی ہین جیسا کہ صاحب استقصاء الافحام نے بجواب منتہی الکلام کے سلک ثانی کے ایک مقام پر اسکا اقرار کیا ہے و ہذہ عبارتہ (کہ ہرگز حدیث حوض در حق مقبولین اصحاب کرام جناب خیر الانام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وارد نیست و ہرگز این حدیث برآنہا منطبق نمی تواند شد) اور اس امر کو کہ خلفاء راشدین اور انصار و مہاجرین صحاب مقبولین تھے ہم اسی حدیث کی بحث میں بفصل ارتداد صحابہ مین ثابت کرینگے انشاء اللہ تعالی و لو فرضنا کہ بعض اصحاب مقبولین مغیرین و مبدلین مین ہون لیکن تاہم اکثر اصحاب کی نسبت اس حدیث کا مضمون صادق

له یرید من لم یغیر بعدہ ولم یبدل قیل وکیف نعلم انہم قد غیروا وبدلوا قال لما یروونہ من انہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال لیذادن رجال من اصحابی یوم القیامۃ عن حوضی کما تذاد غرائب الابل عن الماء فاقول یا رب اصحابی اصحابی فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فیؤخذ بہم ذات الشمال فاقول بعدا لہم وسحقا افتری ہذا لمن لم یغیر ولم یبدل ۱۲

آتا ہے اس لیے کہ افصح الفصحا ابلغ البلغا علیہ التحیۃ والثنا نے ایسا لفظ تشبیہ میں صحابہ کے بیان فرمایا ہے کہ جسطرح پر وہ فضیلت پر دال ہے اُسی طرح پر کثرت پر یعنی لفظ نجوم پس حضرت کا یہ فرمانا کہ میرے صحاب مثل ستاروں کے ہین اُنکے بیشمار ہونے پر دلالت کرتا ہے اور سوائے جاہل اور نادان کے کوئی ستارونکی مثال کو معدودے چند کے حق میں وارد نہیں سمجھ سکتا دسلمنا کہ بہت ہی تھوڑے بلکہ دو تین ہی صحاب پر جو ارتداد سے بچ گئے یہ حدیث منطبق ہوئے تب بھی یہ عقیدہ امامیہ کا کہ اقتدا صرف اہلبیت کی واجب ہے اور دوسرے کی ناجائز باطل ہوتا ہے اور اہتدا جو کہ مخصوص اہلبیت کیلئے ہو اُسمین دوچار کا شریک ہونا ثابت ہوتا ہے (ولم الیقل بہ احد منہم) غرضکہ جب حضرات امامیہ نے دیکھا کہ یہ عبارت بھی بیکار ہوئی اور اسنے بھی وار دگیر اہل سنت سے نہ بچایا تب اسکو چھوڑا اور دوسرے طور پر تاویل کو کام فرمایا اور یہ دعویٰ کیا کہ مراد اصحاب سے اہلبیت ہین جیساکہ صاحب استقصاء الافحام نے بجواب منتہی الکلام کے فرمایا ہے (مراد از اصحاب در حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اہلبیت علیہم السلام اند) لیکن ہم اس دعویٰ کو چند دلیلون سے باطل کرتے ہیں +

دلیل اوّل

اصحاب کی لفظ سے اہلبیت مراد لینا داد تحریف دینا ہے اس لیے کہ عرفاً صحاب کا اطلاق یار دوستون پر اور اہلبیت کا گھر والون پر ہوتا ہے شرعاً اصحاب سے مراد پیغمبر پر ایمان لانیوالے اور رفقا لیے جاتے ہین اور اہلبیت سے گھر والے اور بنی فاطمہ سمجھے جاتے ہین بلکہ احادیث نبوی اور اقوال ائمہ اطہار سے یہ ظاہر ہے کہ دونون لفظون کے مصداق دو فریق علیحدہ علیحدہ ہیں جہاں یاران پیغمبر کی شان میں کوئی حدیث یا قول ہو وہان لفظ اصحاب کا آیا ہے اور جہان خاندان نبوی اور ائمہ اطہار کا ذکر ہے وہان لفظ اہلبیت اور عترت کا چنانچہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ (انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی) یا (مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح) یا امام زین العابدین نے اپنی دعا میں جو صحیفہ کاملہ مین مذکور ہے فرمایا ہے کہ (اللہم واصحاب محمد خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ) الخ اگر لفظ صحاب یاران پیغمبر کے لیے مخصوص نہوتا اور اُسکا استعمال اہلبیت اور عترت کی نسبت بھی ہوتا تو کیون ان احادیث مین الفاظ اہلبیت اور عترت کی تخصیص کیجاتی اور کس لیے پیغمبر خدا حدیث انی تارک فیکم الثقلین میں بجائے کتاب اللہ وعترتی کے کتاب اللہ وصحابی نفرماتے اور حدیث مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح میں مثل اصحابی کسفینۃ نوح ارشاد نہ کرتے اور کس واسطے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حضرت فاطمہ کے گھر جاتے تو (السلام علیکم اہل البیت) فرماتے اور السلام علیکم یا اصحابی نہ کہتے غرضکہ احادیث نبوی اور اقوال ائمہ اطہار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب اور اہلبیت کی لفظ کو ادرسے میں دونون ایک

دوسرے سے جدا ہو گئے اور دونون کے مصداق دو فریق ہو گئے صحابؓ کا اطلاق یارون دوستون پر اور اہلبیت کا استعمال گھر والون پر ہوتا رہا اور اب تک خواص اور عوام دونون فریق کے ویسا ہی استعمال کرتے ہین پس نہایت تعجب کی بات ہی کہ صدہا احادیث اور ہزارہا اقوال مین تو اصحابؓ کا لفظ یاران پیغمبر پر اور اہلبیت کا لفظ گھر والون پر استعمال کیا جاوے اور کسی حدیث کے قول مین کوئی صحابؓ کے لفظ سے اہلبیت اور اہلبیت کے لفظ سے صحاب مراد نہ لے اور صرف ایک حدیث صحابی کالنجوم مین خلاف تبادر اذہان اور مخالف محاورے و عادت کے اصحابؓ کے معنی اہلبیت کے لیے جائین اور پھر بھی ایسے معنی بنانیوالے اپنے آپکو مصداق یُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ کا نہ سمجھین آپ حضرات ذرا تو انصاف کرو کہ اگر کوئی سنی بیچارہ اپنی زبان سے نکالے کہ اہلبیت مین ازواج مطہرات بھی داخل ہین اور مثل اہلبیتی کسفینۃ نوح کے مصداق ہین وہ بھی شامل ہین اور آیہ تطہیر مین جو لفظ اہل بیت مذکور ہی اُس سے پیغمبر کے ازواج مطہرات مراد ہین بلکہ مراد لینا یہ کہ طرف وہ بھی شامل ہین تو دیکھو کہ تمھارے علما کیسا شور و غل مچاتے ہین قیامت بپا کرتے ہین آسمان زمین کو ملاتے ہین نوحہ و فریاد کی آواز عرش تک پہنچاتے ہین کہنے والے کو خارجی اور ناصبی اور دشمن اہلبیت کا بتلاتے ہین اور باآنکہ اہلبیت سے ازواج مراد لینا ٹھیک محاورے کے موافق ہے تسپر تحریف کا الزام لگاتے ہین اور خود جب اصحابؓ سے مراد اہلبیت اور یار اور رفیق کے لفظ کو بھائی اور آل و اولاد کی نسبت استعمال کرتے ہین تو کچھ بھی نہین شرماتے شرمانا کیسا ایسی سمجھ پر ناز کرتے ہین ایسے جوابون پر سر افتخار بلند کرتے ہین پس ایسی سمجھ کا کیا علاج اور ایسے جواب کا کیا جواب **شعر**

این سبزہ و این چشمہ و این لالہ و این گل ۔۔۔ آن شرح ندارد کہ بگفتار در آید

پس ہر شخص جو ذرا بھی انصاف اور سمجھ کو دخل دے یقین کریگا کہ اگر پیغمبر صاحب اس حدیث کو اہلبیت کی شان مین فرماتے تو صاف لفظ اہلبیت کا ارشاد کرتے اور بجاے صحابی کالنجوم کے اہلبیتی کالنجوم فرماتے اور حضرات شیعہ یہ جواب دیتے ہین کہ پیغمبر صاحب نے معاذ اللہ تقیہ کو دخل دیا اور اصحابؓ کے خوش کرنے کو لفظ صحابی فرمایا اور جب گھر مین آئے اور اہلبیت نے شکایت کی تب آپنے اُنسے یہ فرمایا ہو کہ مراد اصحابؓ تم ہو ؛

دوسری دلیل

اگر ہم لفظ صحابؓ سے اہلبیت کے معنی مراد لینے پر کچھ دار و گیر امامیہ کی نہ کرین اور اُنکی اس تحریف معنوی کو تسلیم بھی کر لین تب بھی موافق اُنکے عقیدے کے یہ حدیث شان مین اہلبیت کے صادق نہین آتی اس لیے کہ اہلبیت کا اطلاق دوازدہ امام پر ہوتا ہے اور صحاب کا اطلاق صرف انھین لوگون پر جو حضرت کی صحبت مین رہے اور سوائے

حضرت علی اور حسنین علیہم السلام کے اور نو امام پیغمبر صاحب کے پیچھے پیدا ہوئے پس یہ ظاہر ہے کہ نو اماموں پر لفظ اصحاب کا صادق نہوگا تو حدیث اصحابی کالنجوم میں سے سواے حضرت علی و حسنین علیہم السلام کے اور سب ائمہ کرام خارج ہو جائینگے اور وہ نجوم کی تشبیہ سے مستثنیٰ کر دیے جائینگے اور انکی اقتدا باعث ہدایت نہ سمجھی جائیگی (و نعوذ باللہ من ذالک) کون مسلمان ہے کہ ایسی بات زبان پر لاویگا اور ائمہ کرام کی نسبت ایسا خیال کریگا پس ثابت ہوا کہ مراد اصحاب سے اہل بیت نہیں ہیں ورنہ پیغمبر صاحب ضرور لفظ اہل بیت کا فرماتے اور بجائے اصحابی کالنجوم کے اہلبیتی کالنجوم ارشاد کرتے تاکہ کوئی امام اُسکے مصداق سے خارج نہوتا ہاں ممکن ہے کہ حضرات شیعہ یہ جواب دیں کہ نو امام جو پیغمبر صاحب کے روبرو پیدا نہیں ہوے اگرچہ باعتبار عالم اجسام لفظ اصحاب کے مصداق سے خارج ہیں مگر بلحاظ عالم ارواح کے اصحاب میں داخل ہیں ٭

تیسری دلیل

جو عبارت (من لم یغیر بعدہ) کی اس حدیث کے آگے زیادہ لکھی ہے اُسنے اس تاویل کا دروازہ بند کر دیا اور لفظ اصحاب سے اہلبیت کے معنی لینے کو منع کر دیا اس لئے کہ حضرات نے تو یہ خیال کیا کہ اگر اور کچھ الفاظ اس حدیث کے آگے نہ بڑھائے جاوینگے اور فقط ہذا صحیح لکھکر یہ حدیث ختم کر دیجاویگی تو سنیوں کی دار و گیر سے نجات نہ ملیگی اور حدیث اصحابی کالنجوم کی صحت سنکر وہ جان آفت میں ڈالدینگے اس لیے یہ الفاظ امام صاحب کیطرف سے بڑھادیے کہ مراد اصحاب سے وہ لوگ ہیں جنھوں نے کچھ تغیر و تبدل دین میں نہیں کی اور جو مرتد نہیں ہوا وہ دوزخ کیطرف نہ کھینچے جائینگے اور جنکے ضمیر خود اسرار می اپنی ظاہر نہ کرینگے پس ان الفاظ سے ہمارا نقصان تو کچھ نہ ہوا اسلئے کہ ہم بھی ایسے تغیر تبدیل کرنیوالونکو اور مرتد ہو جانیوالونکو اس حدیث کے مصداق سے خارج سمجھتے ہیں اور خلفاء راشدین اور انصار و مہاجرین کو جو ہزار طرح پر امامیہ مرتدین میں شامل کرنا چاہیں وہ شامل نہیں ہو سکتے کہ اسکا بیان تفصیلی بحث ارتداد صحابہ میں ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ لیکن ان الفاظ سے ہمکو بہت ہی فائدہ ہوا اور حضرات امامیہ کی تاویل و تحریف کا حال اس سے کھل گیا اس لیے کہ اگر یہ الفاظ نہ ہوتے تو خیر کسی نہ کسی طرح پر وہ اپنا دل خوش کر سکتے تھے اور اصحاب سے مراد اہلبیت لے سکتے تھے لیکن ان لفظوں نے مجبور کر دیا کہ وہ کسی طور سے صحاب سے اہلبیت مراد نہیں لے سکتے اس لیے کہ اگر حدیث اصحابی کالنجوم میں مراد اصحاب سے اہلبیت ہوں تو جو الفاظ (من لم یغیر بعدہ) کے آگے بیان کئے گئے ہیں وہ بھی انکی شان میں وارد ہونگے تو معاذ اللہ معنی اُسکے مطابق قول شیعوں کے یہ ہونگے کہ وہی اہل بیت مثل ستاروں کے ہیں جنھوں نے دین میں تغیر و تبدل نہیں کی (نقل کفر کفر نباشد) جو مرتد نہیں ہوے پس کس منہ سے اس

حدیث کو شان مین اہل بیت کی کہیگے اور کس طرح اہلبیت نبوی پر تہمت تغیر وارتداد کی لگا دینگے غرض کہ ان الفاظ نے امامیہ کی تحریف کو ثابت کر دیا اور اُنکی تاویل کا دروازہ بند کر دیا سبحان اللہ کیا قدرت خدا کی ہے کہ جن الفاظ سے ہمپر الزام دینا چاہیے تھے اُنسے خود ہی ملزم ہو گئے اور جو عبارت ہمارے قائل کرنے کیلئے بڑہائی تھی اُسی سے خود قائل ہو گئے شعر

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد   خمیر مایہ دوکان شیشہ گر سنگست

جب علمائے امامیہ نے دیکھا کہ یہ دعوی بھی ثابت نہیں ہوتا اور اس حدیث میں اصحاب کے لفظ سے اہلبیت کے معنی نہیں بنتے تب مجبور ہو کر حدیث اصحابی کالنجوم کی صحت سے انکار کیا اور اُسکے عدم صحت کا دعوی کر کے اپنا پیچھا چھوڑانا چاہا مگر ہزار شکر اسپر ہے کہ الفاظ حدیث سے انکار نہیں کیا اور اُس عبارت کو جو اوپر ہمنے نقل کی ہے نہیں جھٹلایا بلکہ صرف تاویل ور تحریف معنوی کو کام فرمایا ہے اور فقط شبہات اور احتمالات سے اُسکی صحت سے انکار کیا ہے چنانچہ صاحب استقصاء الافحام نے جواب مین منتہی الکلام کے لکھا ہے کہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ دو حدیثونکی نسبت سائل نے سوال کیا ایک حدیث اصحابی کالنجوم کی نسبت دوسری حدیث دعوا لی اصحابی کی نسبت اور امام موسی رضا علیہ السلام نے ہذا صحیح اُسکے جواب میں فرمایا پس یہ جواب صرف حدیث اخیر کی نسبت ہے نہ حدیث اول کی نسبت کما قال (از ملاحظہ این حدیث شریف ظاہر ست کہ آنچہ مخاطب در ترجمہ آن گفتہ کہ امام رضا علیہ السلام حکم بصحت این ہر دو حدیث نمودہ غیر صحیح ست زیرا کہ ہرگز تصریح بہ صحت ہر دو حدیث درین روایت صراحۃ کہ مدلول کلام وست مذکور نیست بلکہ لفظ ہذا صحیح مذکور ست و جائز ست کہ آن متعلق بہر دو حدیث نباشد بلکہ محتمل ست کہ گو سائل سوال از دو حدیث استفسار کردہ بود مگر آن جناب در جواب یکے ازان کہ حدیث اخیر ست بیان فرمودہ) اس جواب باصواب مین تین خطائیں ہین (اول) خود مجیب اس جواب کو یقینا بیان نہین فرماتا اور جائز ست اور محتمل ست بجای واجب ست و یقین ست کے استعمال کرتا ہے اور احتمال اور شک سے اس حدیث سے کہ جسکی صحت مین بقول امام کچھ شک نہیں تکذیب فرماتا ہے (دوسرے) یہ احتمال بھی فقط احتمال ہی احتمال ہے اس لئے کہ جب سائل نے دو حدیثونکی نسبت استفسار کیا اور امام نے ہذا صحیح کہکر جواب دیا تو یقینًا یہ امر ثابت ہوا کہ حضرت امام نے سائل کے قول کی تصدیق کی اور اُسکا قول دو حدیثونکی نسبت تھا اس سے دونون کی صحت ثابت ہوئی رہا یہ احتمال کہ اگر امام دونوں حدیثوں کی صحت تسلیم کرتے تو ہذان صحیحان فرماتے یہ قابل لحاظ کے نہیں ہے اس لیے کہ مقصود سائل کا واحد تھا یعنی قول نسبت مدح صحابہ کے تو حرف اشارہ واحد کا مقصود واحد کی نسبت استعمال کرنا خلاف محاورہ نہیں ہے (تیسرے) سائل نے دو حدیثونکی نسبت استفسار کیا اور امام نے فقط ہذا صحیح فرمایا اگر ہم تسلیم بھی کرین کہ یہ جواب دوسری ہی حدیث کی نسبت ہے تو پہلی حدیث کا جواب کیا ہے کیا یہ کسی کے خیال میں

آتا ہی کہ سائل دو حدیثونکی نسبت سوال کرے اور امام ایک ہی کی نسبت جواب دین اور دوسری کی نسبت الا ونعم کچھ بھی نفرماوین اور اُنکی صحت اور عدم صحت کی نسبت کچھ بھی زبان مبارک سے ارشاد نکرین اور ایک مجمل لفظ کہکر سائل کو حیرت میں ڈالدین شاید حضرات امامیہ یہ جواب دین کہ ائمہ کی شان یہی ہی کہ کبھی کسیکو جواب صاف نہ دین اور تقیے کو کسی حالت میں نہ چھوڑین اور ہمیشہ گول بات کے سوا زبان سے کچھ ارشاد نفرماوین خدا کے واسطے ذرا انصاف کرنا چاہیئے کہ جس سائل نے امام سے سوال ہر نسبت دو حدیثون کے کیا جب اُسکے جواب میں امام نے ہذا صحیح فرمایا تو وہ کیا سمجھا ہوگا دونون حدیثون کی نسبت یا ایک ہی حدیث کی نسبت اگر وہ ایک ہی حدیث کی نسبت سمجھتا تو ضرور وہ دوسری حدیث کی نسبت مکرر استفسار کرتا اور اگر وہ دونون حدیثونکی نسبت سمجھا تو یا امام کی اُن لفظون کا یہی مطلب ہوگا یا معاذ اللہ امام نے اُسکو جان بوجھکر مجمل لفظ کہکر دھوکھے میں ڈالا ہوگا لیکن اگر ہم اس روایت میں امام کی تصدیق کو بہ نسبت دوسری ہی حدیث کے سمجھین تو بھی حضرات شیعہ کی جان نہین بچتی اس لیے کہ قطع نظر اس روایت اور اس کتاب کے اور روایتون سے بھی صحت مضمون حدیث اصحابی کالنجوم کی ہوتی ہی پس اگر علمائے امامیہ اس روایت میں اس حدیث کی تکذیب کرین تو اور احادیث کو کیا کرینگے اور کہانتک ائمہ کرام کے قولونکو جھٹلا دینگے چنانچہ اب ہم اس حدیث کی صحت دوسرے طریق سے ثابت کرتے ہین ملا حیدر آملی اثنا عشری نے جامع الاستفسار مین لکھا ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ + (انا کالشمس و علی کالقمر واصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم) کہ مین مثل سورج کے ہون اور علی مثل چاند کے اور میرے صحاب مثل ستارون کے جنکی پیروی کروگے ہدایت پاؤگے معلوم نہیں کہ اس حدیث کو دیکھکر کیسا شعلۂ جانسوز علمائے امامیہ کے سینے سے نکلے گا اور خبر نہیں کہ یہ شرارہ اُنکے خرمن عقل و خرد کو کیسا جلا دیگا ہان اسکی بھی تاویل کرینگے کہ مراد اصحاب سے اہل بیت ہین اُسکا جواب ہم اوپر بیان کر چکے اور اب بھی بیان کرتے ہیں لیکن قبل جواب دینے کے ہم یہ عرض کرتے ہین کہ جب اس حدیث کی صحت ثابت ہو گئی تو عیون اخبار مین جو امام موسی رضا کے جواب سے اُسکی صحت ثابت ہوتی ہے اُسکا کس مُنہ سے انکار کرینگے اور جو عبارت انہ (من لم یغیر بعدہ) اُس روایت میں ہی اُسکو شان مین اہلبیت کی کیونکر صادق سمجھین گے اب اس تاویل کو جو اس حدیث کی نسبت ہے غور سے سینئے کہ جو تقریر اس علامۂ اثنا عشری نے کی ہی وہ اس امر پر دال ہی کہ مراد صحاب سے اہلبیت نہیں ہیں اس لیے کہ اوپر اس حدیث کے یہ بیان ہی کہ نبوت مثال نور آفتاب کے ہی اور امامت مانند چاند کی روشنی کے اور علم علما کا مانند چمک ستارون کے وہذہ عبارتہ بلفظہ (وورد فی اصطلاح القوم تسمیۃ الولایۃ بالشمسیۃ والقمریۃ والمراد بہما ولایۃ النبی وولایۃ الولی ونسبۃ العلماء الیہما کنسبۃ النجوم الی القمر والشمس الی قولہ فکذلک لایکون للعلماء قدرۃ ولاظہور مع وجود الاوصیاء وانوارہم من حیث الولایۃ ویؤید ذلک کلہ

ما اشار الیہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لقولہ انا کالشمس و علی کالقمر و اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم) پس
ظاہر ہوا کہ ائمہ کرام اوصیا میں داخل ہیں نہ علما میں اور تمثیل نجوم کی علما پر صادق ہے نہ اوصیا پر تو اس
علامہ کی تقریر سے ظاہر ہوا کہ حدیث اصحابی کالنجوم میں اصحاب سے مراد اہلبیت نہیں ہیں بلکہ علما ہیں اور
اس سے ہمارے دونوں مطلب ثابت ہوگئے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور مراد لفظ اصحاب سے اہلبیت نہیں ہیں اگر اس روایت
پر سیری نہووے اور حضرات امامیہ کو اپنے اور بزرگوں کی تصدیق سننے کی خواہش ہو تو اور بھی سنیں اور تیسرے
طریق سے اس حدیث کے مضمون کی صحت پر سنئیے شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں لکھا ہے کہ حدثنا
محمد بن الحسن احمد الولید رحمہ اللہ قال حدثنا محمد بن الحسن الصفار عن الحسن بن موسی الخشاب عن غیاث بن
کلوب عن اسحق ابن عمار عن جعفر بن محمد عن آبائہ علیہم السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ما وجدتم فی
کتاب اللہ عزوجل فالعمل لکم بہ لا عذر لکم فی ترکہ و ما لم یکن فی کتاب اللہ عزوجل و کانت فیہ السنۃ منی فلا عذر لکم فی
ترک سنتی و ما لم یکن سنۃ منی فما قال اصحابی فقولوا بہ انما مثل اصحابی فیکم کمثل النجوم بایہا اخذ اہتدی و بای اقاویل
اصحابی اخذتم اہتدیتم و اختلاف اصحابی لکم رحمۃ) یعنی امام جعفر صادق نے فرمایا کہ فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے کہ جو پاؤ تم خدا کی کتاب میں اسپر عمل کرو کوئی عذر تمکو اسکے ترک پر نہیں ہو سکتا اور جو کچھ کتاب خدا
میں نہ پاؤ اسمیں میری سنت پر عمل کرو کوئی عذر تمکو میری سنت کے ترک پر نہیں ہو سکتا اور جسمیں میری سنت
نہ ملے اسمیں عمل کرو اسپر کہ جو کچھ میرے اصحاب نے کہا ہو کیونکہ میرے اصحاب تمھارے بیچ میں ایسے ہیں جیسے کہ
ستارے جسطرح پر جس کسی ستارے کو کوئی لے لے راہ پر پہونچ جائیگا اسی طرح پر میرے اصحاب ہیں کہ جس
کسی قول کو میرے اصحاب کے تم لے لوگے ہدایت پاوگے اور میرے اصحاب کا اختلاف تمھارے واسطے رحمت ہے اس
حدیث کی صحت میں کسیکو کلام نہیں اس لیے کہ علامہ طبرسی نے احتجاج میں اور ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں

اسکی تصدیق کی ہو پس یہ حدیث معناً مطابق حدیث سابق کے ہو بلکہ اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کا فقرہ
اور زیادہ ہو پس انکار حدیث سابق سے جو عیون اخبار میں مذکور ہے تکذیب امام موسیٰ رضا علیہ السلام کی ثابت
ہوتی ہے لیکن اگر ہم اس حدیث کو جو عیون اخبار میں مذکور ہو کان لم یکن سمجھیں اور اسی حدیث کو جو معانی
الاخبار سے ہمنے نقل کی صحیح جانین تب بھی مطلب ہمارا فوت نہین ہوتا اس لیے کہ جو الفاظ اس حدیث
کے ہین وہ بھی مؤید ہمارے قول کے ہیں باقی رہی تاویل و تحریف علمائے امامیہ کی اسکی نسبت بھی ہم بحث کرتے ہین
اور جو کچھ تاویلات اُنھون نے کیے ہین اُسکو ظاہر کرتے ہین واضح ہو کہ شیخ صدوق نے اس حدیث کو جسطرح اوپر
ہمنے نقل کیا لکھکر یہ الفاظ اور بڑھادیے ہین (فقیل یا رسول اللہ من اصحابک قال اہلبیتی) کہ جب حضرت پیغمبر خدا نے
فرمایا کہ اصحاب میرے مثل ستارون کے ہین اور انکا اختلاف رحمت ہے تب پوچھنے والے نے پوچھا کہ یا حضرت آپکے
اصحاب کون ہین حضرت نے جواب دیا میرے اہلبیت انھین الفاظ پر صاحب استقصا نے اپنے جواب کو جو حدیث
سابق کی نسبت ہو استدلال کیا ہو اور حدیث سابق کا ان لفظون سے جواب دیا ہو (پس اگر در حدیث عیون جواب
آن حضرت متعلق بہر دو حدیث باشد و معنایش آن باشد کہ ازین حدیث نجوم ہم مراد اصحاب اند بمعنی الذی وصفت
از حدیث معانی الاخبار و امثال آن لازم می آید لہٰذا بالبداہت قطعاً ثابت شد کہ جواب امام رضا علیہ السلام متعلق
بہر دو حدیث نیست بلکہ آن حضرت فقط حال حدیث دعوالی اصحابی بیان فرمودہ و تفسیر آن باصحابیکہ متغیر و مبتدل
نشدند نمودہ زنگ شبہہ از خواطر اہل ایمان زدودہ) لیکن اس جواب میں بھی چند نقص ہین (اول) ہم اس عبارت زائد کو
صحیح نہیں سمجھتے اور اسکو تحریف شیخ صدوق کی جانتے ہین کہ حضرت نے اپنے مذہب کے موافق یہ الفاظ بڑھادیے
ہین اور یہ صرف ہم اپنی بدظنی سے نہیں کہتے اور ہم شیخ صدوق پر تہمت نہیں لگاتے بلکہ خود انھین کے علما انکی
نسبت یہ خیال کرتے ہیں اور انکو تحریف کے فن مین استاد جانتے ہیں اگر کسیکو شک ہووے تو وہ ملا باقر مجلسی کی
بحار الانوار کو دیکھے کہ ملا سے موصوف نے شیخ صدوق کی نسبت کیا فرمایا ہو ایک حدیث میں جو ابی بصیر سے الفاظ شاء
ماشاء کے معنی میں منقول ہو صدوق صاحب نے تحریف کی اور الفاظ حدیث کو کم زیادہ کر دیا اور جن لفظون سے کافی
میں منقول تھے نقل نہ کیا اسپر ملا باقر مجلسی نے یہ الفاظ شان میں حضرت کے لکھے ہین (ہذا الخبر ماخوذ من الکافی وفیہ
تغییرات عجیبۃ تورث سوء الظن بالصدوق وانہ انما فعل ذلک لیوافق مذہب اہل العدل فی الکافی ہکذا الخ) کہ یہ خبر کافی
سے لی گئی ہو اور اسمین عجیب تغییر و تبدل کیا گیا ہو جس سے صدوق کی نسبت بدظنی ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہو کہ انھون
نے اس حدیث مین تغییر و تبدیل اس لیے کی ہو کہ اہل عدل کے مذہب کے موافق ہوجاے اور الفاظ حدیث کافی کے
اس طرح پر ہیں فقط کہ اسکو لکھکر ملا مجلسی نے الفاظ حدیث کافی کے نقل کیے ہین پس باقرار ملا باقر مجلسی کے ثابت ہوا کہ
حضرت شیخ صدوق نے ذرا ذرا بات پر الفاظ حدیث کے بدل دیتے تھے اور واسطے موافق کرنے ساتھ اپنے مذہب کے انھون کی

احادیث مین تغیر و تبدل کر دیا کرتے تھے پس اگر اس حدیث مین جس سے صحابہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور جسکی صحت
سے کل مذہب ہی باطل ہوا جاتا ہی کچھ الفاظ زائد کر دیے ہون تو کیا عجب ہی بلکہ یقین کرنا چاہیے کہ ضرور انھون نے یہ
فقرہ بڑھا دیا ہے اور کیون نہ بڑھاتے اس لیے کہ اگر حدیث کو انھین لفظون پر ختم کر دیتے اور اصحابکا پیغمبر صاحب کی زبان
سے مثل ستارون کے ہونا اور انکی اقتدا کا تسلیم کر لیتے تو پھر اپنے مذہب کو کسطرح بچاتے اسی لیے ہم بھی ملا باقر مجلسی صاحب
کے ساتھ اتفاق کرتے ہین اور حضرت شیخ صدوق کے حق مین اس حدیث مین الفاظ زاید کرنے کی نسبت یہی الفاظ کہتے
ہین کہ (انما فعل ذلک لیوافق مذہب اہل العدل) لیکن اگر کسی کو یہ اطمینان نہو اور باوجود اقرار ملا مجلسی کے صدوق
کی تحریف و تغیر پر یقین نہ آوے تو ہم چند دلیلون سے ثابت کرتے ہین کہ الفاظ (فقیل یا رسول اللہ ومن اصحابک قال اہل
البیت) بڑھائے ہوئے ہین * (پہلی دلیل) مولوی علی بخش خان صاحب بہادر اپنے ایک رسالہ مین فرماتے ہین
کہ اصحابی کا لفظ معما تھا یا پہیلی اور چیستان تھی کہ جسکے پوچھنے کی ضرورت ہوتی اور سننے والا نہ سمجھتا اور ان الفاظ
مین اصحابک استفسار کرتا پس یہ سوال خود اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اپنی طرف سے بڑھایا ہی * (دوسری دلیل)
اس حدیث سے اختلاف اصحاب کا ثابت ہوتا ہی اور موافق اصول شیعون کے اہل بیت باہم مختلف نہین
ہوتے پس کیونکر اصحاب سے اہلبیت مراد لینا جائز ہوگا اور اختلاف اصحابی لکم رحمۃ کے فقرہ سے کیا معنی
ہونگے چنانچہ خود اسی حدیث مین بعد ان الفاظ کے جو ہمنے نقل کیے شیخ صدوق صاحب یہ فرماتے ہین کہ
(قال محمد بن علی مؤلف ہذا الکتاب ان اہل البیت علیہم السلام لا یختلفون ولکن یفتون الشیعۃ بمر الحق وربما افتوہم
بالتقیۃ فما یختلف من قولہم فہو التقیۃ والتقیۃ رحمۃ للشیعۃ) کہ مؤلف اس کتاب کا کہتا ہے کہ اہلبیت علیہم
السلام تو کچھ اختلاف نہیں کرتے بلکہ اپنے شیعون کو صحیح فتوی دیتے ہین البتہ کبھی کبھی کوئی فتوی تقیے سے بھی
کر دیتے ہین پس اختلاف سے مراد تقیہ ہے اور تقیہ شیعون کے حق مین رحمت ہی ۔ اگرچہ صدوق اُنکی یہ توجیہ اب
پیش کرتے ہین مگر کوئی اہل عقل اس جواب کو پسند نکریگا اسلیے کہ تقیہ کے معنی ہین سچ بات کو چھپانا اور جھوٹ
کو ظاہر کرنا پس سوائے حضرات امامیہ کے دوسرا کون ہی کہ جھوٹھ بولنے کو رحمت سمجھیگا اور اختلاف اصحابی لکم رحمۃ
کی حدیث کو تقیے پر محمول کریگا لیکن اگر ہم اختلاف کو تقیے پر منحصر سمجھین تو گویا حدیث کے یہ معنی ہونگے کہ اہلبیت
کے جس قول پر کوئی عمل کریگا وہ ہدایت پاویگا اگرچہ دو قول باہم مختلف ہون اور ایک دوسرے سے مخالف ہون
اس لیے کہ اختلاف میرے اہلبیت کا رحمت ہی فقط اور یہ ظاہر ہی کہ ہزارہا احادیث اور اقوال امامون کے ایسے
ہین کہ جنکو اہل سنت مانتے ہین اور حضرات امامیہ انکو تقیے پر محمول کرتے ہین لیکن جب تقیہ رحمت میں شمار کیا
گیا تو سنیونکا ان اقوال پر عمل کرنا جو امامون نے براہ تقیہ کے فرمائے عین ہدایت ٹھہرا ورنہ اگر تقیے کے قولون
پر عمل کرنیوالے خطا پر ہون اور گمراہ ٹھہرائے جاوین تو پھر معنی ان الفاظ کے کہ (ای اقاویل اصحابی اخذتم بہ اہتدیتم

(اختلاف اصحابی لکم رحمۃ) کے کیا معنی ہونگے اور کوئی یہ نہ خیال کرے کہ ائمہ کرام نے جو اقوال و احکام براہ تقیہ کے فرمائے ہیں وہ مجمل اور مشترک المعنی نہیں ہیں بلکہ نہایت صاف اور صریح ہیں اور یہ بھی کوئی نہ سمجھے کہ اُنھون نے وقت کہنے اُن اقوال اور دینے اُن احکام کے اسکا خیال نہیں کیا کہ پوچھنے والا اور سننے والا گمراہ ہوگا بلکہ جان بوجھکر سوچ سمجھکر اُن اقوال کو فرمایا ہے کہ پوچھنے والا اور سننے والا اُسپر یقین کرے اور کسی طرح پر اسکو اُس قول کی صداقت میں شبہہ نہ ہو جیسا کہ علماے امامیہ نے اسکو خود بیان کیا ہے چنانچہ میر باقر داماد نبراس الضیا میں فرماتے ہیں کہ جو فتوے ائمہ کرام نے موافق قاعدۂ تقیہ کے دیئے ہیں اُنمین سے بعض ایسے ہیں کہ اُنسے غرض تعلیم ہے تاکہ اسکا جواز بیان کیا جاوے کہ وقت ضرورت کے اُسپر عمل کیا جاوے اور بامید اسکے کہ مومنین کو حق بات بتلا ہی دی گئی ہے اور اُنمین سے بعض فتوے ایسے ہین کہ جو ایسے پوچھنے والے نے پوچھے کہ اپنے باطل مذہب پر فریفتہ تھا اور اپنے دین کج پر اعلی درجے کا غلو رکھتا تھا تو ایسے شخص کو ائمہ کرام نے اُسی کے دین و مذہب کے موافق فتوے دیدیے اسلیے کہ نہ اُسکی ہدایت پانیکی امید تھی نہ راہ راست پر آنے کا یقین تھا پس جب اماموں نے خود دیدہ و دانستہ پوچھنے والے کو فتوی اسکے دین و مذہب کے موافق بتلادیا تو گو وہ فتوی مخالف دوسری روایتوں کے ہو لیکن بہ نسبت (اختلاف اصحابی لکم رحمۃ) کے پوچھنے والے کے حق میں رحمت ہوگیا اور بمقتضاے (بای اقاویل اصحابی اخذتم اہتدیتم) کے اُسپر عمل کرنیوالا ہدایت پانے والوں میں محسوب ہوگا ❊ (تیسری دلیل) صاحب استقصا نے حدیث عیون اخبار کی تکذیب پر یہ دلیل بیان کی ہے کہ اگر وہ حدیث صحیح ہووے تو مخالفت دوسری حدیث سے جو معانی اخبار میں مذکور ہے لازم آتی ہے یہ دلیل بالکل ہیچ ہے اس لیے کہ اگر عبارت زائد پر جو شیخ صدوق نے بڑھادی ہے لحاظ نکیا جاوے تو دونون حدیثوں کا مضمون موافق ہوتا ہے نہ مخالف اس لیے کہ عیون اخبار کی حدیث کے یہ لفاظ ہیں (اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم) اور معانی اخبار کی حدیث کے یہ الفاظ ہین (ان مثل اصحابی فیکم کمثل النجوم بایہا اخذ اہتدی) پس ہم نہیں جانتے کہ دونون حدیثیں باعتبار معنی کے کیونکر مخالف ہین باقی رہی بحث عبارت زائد (فقیل یا رسول اللہ من صحابک) کے اسکو ہم تحریف شیخ صدوق کی سمجھتے ہین اور اسکے دلائل ہم ابھی بیان کرچکے ہیں پس اگر ہم تسلیم کرین کہ جو حدیث اصحابی کالنجوم کو امام موسی رضا نے موضوع اور غیر صحیح فرمایا تو جب اسکی صحت امام باقر علیہ السلام کے بیان سے ہوتی ہے تو ایک امام کے قول سے دوسرے امام کی تکذیب لازم آتی ہے ہان اگر معانی اخبار کی حدیث سے یہ ثابت ہوتا کہ حدیث اصحابی کالنجوم معنًا موضوع اور غلط ہے تو ہم صاحب استقصا کے جواب کو انکے اصول کے مطابق تسلیم کرلیتے لیکن جب اُس سے بھی اسکی صحت ثابت ہوتی ہے تو ہم نہایت تعجب کرتے ہیں کہ مولف موصوف نے حدیث معانی اخبار کے بیان کرنے مین سوائے اسکے کہ حدیث اصحابی کالنجوم کی صحت کو ایک دوسرے امام کے قول سے ثابت کردیا کیا فائدہ اپنے واسطے تصور کیا تھا علاوہ برین غور کرنے کی بات ہے کہ اگر پوچھنے والا یہ سوال نکرتا کہ اصحاب سے مراد کون لوگ ہیں تو یہ کسی کو نہ معلوم ہوتا

کہ اصحاب سے مراد اہلبیت ہیں پس کیونکر قیاس مین آوے کہ اگر پیغمبر خدا یہ حدیث شان میں اہلبیت کی فرماتے تو وہ
ایسا لفظ استعمال کرتے جسکا اطلاق عرفاً اہلبیت پر نہیں ہوتا اور کیونکر عقل قبول کرے کہ اصحاب کی لفظ
کو سائل نہ سمجھا ہوگا اور اُسنے اُسکے معنی حضرت سے پوچھے ہونگے اس لیئے کہ ہم اکثر احادیث میں دیکھتے ہیں کہ لفظ
اصحاب کا آیا ہے اور پھر کسی ایک مین بھی ایسا سوال نہیں دیکھتے مثلاً حدیث (دعوالی اصحابی) کو دیکھنا چاہیے کہ
خود صاحب استقصاء اسکو صحیح بتلاتے ہیں اور امام موسی رضا کی تصدیق کو اُسی پر ختم کرتے ہیں تو اُسکے بعد یہ
عبارت نہیں ہے (فقیل من اصحابک) تو کیونکر ہم جانین کہ کبھی کسی شخص نے اصحاب کی لفظ کو پیغمبر صاحب سے
سنکر اُسکے معنی نہ پوچھے اور اس حدیث میں لفظ اصحاب ایسا مغلق اور معما ہو گیا کہ بغیر پوچھے معنی کے سننے والا
اُسکے معنی نہ سمجھا اور بدون اُسکی شرح دریافت کرنیکے سامع سے نہ رہا گیا (فہذہ (مما یضحک علیہ الصبیان)
احتجی دلیل) اگر ہم اُس عبارت زائد کو جو معانی اخبار کی حدیث میں ہے موافق قول صدوق کے تسلیم بھی کرین
اور عیون اخبار کی حدیث کو معانی اخبار کی حدیث سے مخالف ہونا بھی قبول کریں تب بھی صرف اس وجہ سے
کہ دونوں میں مخالفت ہے یہ کیا ضرور ہے کہ عیون اخبار کی حدیث کو غلط ٹھہراویں اور کیوں اُس حدیث کو صحیح کہکر معانی
اخبار کی حدیث کو غلط نہ ٹھہراویں بلکہ غلط ٹھہرانیکی ضرورت ہی نہیں ہو فقط اخیر کا جملہ یا ہوا فقرہ دور کرکے دونوں
حدیثوں کا اختلاف دور کردیں علاوہ بریں ہمکو صاحب استقصاء کے اس امر پر نہایت تعجب آتا ہے کہ وہ اختلاف
کے سبب سے ایک حدیث کو غلط ٹھہرالیتے ہیں اس لیے کہ حضرت کے محدثین اور علماء نے ایسی احادیث اور اقوال نہیں
بیان کیے کہ جنکے اختلاف پر تعجب ہو وے ایمہ کرام اسی کا افسوس کرتے رہے مجتہدین متاخرین اسی غم میں مر گئے
اور احادیث کا اختلاف دور نہ کر سکے پس جب اختلاف درجہ غایت پر پہنچ گیا ہو اور باوجود مساعی جمیلہ
متقدمین کے اسکا رفع ہونا محالات میں سے ٹھہر گیا ہو تو ایک دو حدیث کے اختلاف پر کیوں اسقدر افسوس ہے
تعجب ہو صاحب استقصاء کی ذات سے کہ حضرت نے اپنے امام اعظم طوسی کا قول ملاحظہ نہیں فرمایا کہ جسمیں اقرار ہو
کہ فقط کتاب تہذیب میں پانچ ہزار سے زیادہ حدیثیں ہیں جو باہم متعارض اور متناقض ہیں اور جنکا تعارض ہزار تاویل
اور تحریف معنوی سے چھپانا چاہا اور نہ چھپ سکا چنانچہ اُنکے امام اعظم کی تقریر یہ جو صاحب فوائد مدنیہ نے نقل کی
ہے یہ ہے (وقد ذکرت ما ورد عنہم علیہم السلام من الاحادیث المختلفۃ التی تختص الفقہ فی کتاب المعروف بالاستبصار
وفی کتاب تہذیب الاحکام ما یزید علی خمسۃ آلاف حدیث وقد ذکرت فی اکثرہا اختلاف الطائفۃ فی العمل بہا وذ
ذلک اشہر من ان یخفی) اور یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ یہ اختلاف صرف راویوں کے سبب سے ہے بلکہ حضرات امامیہ
اسکا اقرار کرتے ہیں کہ یہ اختلاف خود ایمہ کیطرف سے ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں لکھا ہے کہ ایک
شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ کوئی شی سخت زیادہ ہم پر اس سے نہیں ہے کہ ہمارے آپسمیں بڑا اختلاف

ہے تب امام نے جواب دیا کہ یہ اختلاف میری طرف سے ہے انتہی اور اسی میں بروایت زرارہ کے لکھا ہو کہ اُسنے امام باقر علیہ السلام
سے ایک مسئلہ پوچھا حضرت امام نے اسکو کچھ جواب دیا اسکے بعد ایک دوسرا شخص آیا اور اُسنے بھی وہی مسئلہ پوچھا اسکو برخلاف
پہلے جواب کے جواب دیا کہ پھر تیسرا شخص آیا اُسکو دونوں جوابوں کے برخلاف جواب دیا جب وہ دونوں آدمی چلے گئے
تب مینے کہا کہ یا ابن رسول اللہ اسکا کیا سبب ہے کہ دو آدمی اہل عراق سے آئے اور وہ دونوں آپکے شیعوں میں سے
تھے اور آپنے دونوں کو جواب ایک دوسرے سے خلاف دیا ہے امام نے فرمایا کہ یہی ہمارے حق مین بہتر ہے اور اسی مین
ہماری تمھاری خیر ہے اگر اسمیں تم سب مختلف نہو اور ایک بات پر متفق ہوجاؤ تو لوگ تمکو نہ چھوڑین اور ہم تم
زندہ نہ رہنے پاوین اور پھر زرارہ کہتا ہے کہ جب امام جعفر صادق سے اس امر کو مینے پوچھا تو اُنھوں نے بھی اپنے پدر بزرگوار
کے موافق جواب دیا اور یہ کوئی نہ سمجھے کہ فقط ایک مسئلے مین دو تین ہی مختلف احکام ایمہ کرام دیا کرتے تھے بلکہ ستر
تک نوبت پہنچتی تھی جیسا کہ بحار الانوار میں امام جعفر صادق سے منقول ہو کہ امام موصوف فرماتے ہین کہ مین
ایک بات میں ستر پہلو رکھتا ہوں جس سے چاہوں نکل جاؤں غرضکہ ان اختلافات کو کوئی کہانتک بیان کرے
جسکو اس باغ کی بہار دیکھنا ہو وہ (باب کتمان الدین عن غیر اہلہ) کو بحار الانوار سے نکال کر ذرا سیر کرے پس
جب کہ اختلاف احادیث کا یہ حال ہو اور خود حضرات ایمہ ایک بات میں ستر بات پیدا کرتے ہوں اور ایکوقت
میں ایک سوال کے جواب میں اپنے مخلصین شیعوں کو ایسے مختلف جواب دیے ہوں جنمیں سے ایک کو دوسرے
سے نسبت نہو اور اسی میں اپنی اور اپنے شیعونکی خیریت سمجھے ہوں تو پھر صاحب استقصاء دو حدیثوں کے اختلاف
پر کیوں تعجب کرتے ہیں اور کس لیے انکی تطبیق کی فکر فرماتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ یہ اختلاف اُن منافقوں اور
جھوٹھوں نے کیا ہے جنکو ایمہ اپنے پاس آنے نہ دیتے تھے اور وہ ایمہ کو بدنام کرتے تھے اور اپنی طرف سے حدیثین
اور باتیں بنا کر انکی طرف منسوب کرتے تھے اور ایمہ کرام اُنسے بیزاری ظاہر کرتے تھے اور اُنپر لعنت کرتے تھے اور
اُنکو کاذب و ملعون کہتے تھے اور وہ اپنی جھوٹی بنائی ہوئی باتوں کو ایمہ کیطرف منسوب کرتے تھے اور
اس امر کو ہم آیندہ شیعوں کی کتابوں سے ثابت کرینگے انشاء اللہ تعالی *

دوسری شہادت

صحیفہ کاملہ میں جسکا ایک ایک لفظ حضرات امامیہ کے نزدیک صحت اور اعتبار میں کم از الفاظ قرآنی نہیں ہے
لکھا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے اصحاب اور انکے تابعین کی نسبت ان لفظوں
سے دعا کیا کرتے تھے (اللھم واصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاصۃ الذین احسنوا الصحابۃ والذین ابلوا البلاء الحسن
فی نصرہ الخ) کہ خداوندا رحمت نازل کر اوپر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاصکر اوپر اُن اصحاب کے
جنھوں نے حق صحبت نہایت خوبی سے ادا کیا اور جنھوں نے سب طرح کی مصیبتوں اور ایذاؤں کو انکی

اعانت میں گوارا کیا اور جنھوں نے ملکر اُسکی مدد میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا اور جنھوں نے اسکی رسالت کے قبول
کرنے میں بڑی جلدی کی اور اُسکی دعوت کی اجابت میں سبقت کی جب اُنکو پیغمبر خدا نے اپنی پیغمبری کی حجتیں
بتائیں اُنھوں نے بلا توقف قبول کیا اور اُنکے کلمے کے ظاہر کرنے میں اپنے لڑکے بالوں جورو بچوں کو چھوڑا اور
اُنکی نبوت کے ثابت کرنے میں اپنے باپ اور بیٹوں کو قتل کیا جب اُنھوں نے پیغمبر کا دامن پکڑا تو اُنکے کنبے
قبیلے کے لوگوں نے انکو چھوڑ دیا اور جب وہ پیغمبر کے قرابت کے سایے میں آگئے تب انکے رشتہ داروں نے اُنسے
رشتہ توڑ دیا بس خدایا مت بھولنا تو اُن باتوں کو جو پیغمبر کے اصحاب نے تیرے واسطے اور تیرے پیچھے چھوڑا اور راضی کر دینا
انکو تو اپنی رضامندی سے اس لئے کہ اُنھوں نے خلق کو تیری طرف جمع کر دیا اور تیرے پیغمبر کے ساتھ دعوت الہی
کا حق ادا کیا الٰہی وہ شکر کرنے کے لائق ہیں کہ اُنھوں نے اپنی قوم اور کنبے کے گھر اور اپنے وطن کو تیرے پیچھے چھوڑا
اور عیش و آرام کو ترک کرکے ضیق معاش کو تیرے لئے اختیار کیا اور خداوندا اُنکے تابعین کو جزائے خیر دے جو کہ
وہ دعا کیا کرتے ہیں کہ پروردگار ہماری مغفرت کر اور ہمارے اُن بھائیوں کی جو ہم میں سے ایمان میں سبقت
لے گئے ہیں کیسے تابعین جو اُن اصحاب کی چال پر چلتے ہیں اور اُنکے آثار کی پیروی کرتے ہیں اور اُن کی
ہدایت کی نشانیوں کی اقتدا کرتے ہیں جنکو کوئی شک اُنکی نصرت میں نہیں ہوتا اور جنکے دل میں کوئی شبہہ اُنکے
آثار کی پیروی میں نہیں آتا کیسے تابعین جو معاون اور مددگار اصحاب کے ہیں اور جو اپنا دین اُنکے دین کے
موافق رکھتے ہیں اور جو انکی ہدایت کے مطابق ہدایت پاتے ہیں اور جو اصحاب سے اتفاق رکھتے ہیں اور جو کچھ
صحابہ نے انکو پہنچایا اسمیں اُنپر کچھ تہمت نہیں کرتے ہیں اور خدایا رحمت نازل کر اُن اصحاب کی تبعیت کرنیوالوں پر
آج کے دن سے جسمیں ہم ہیں قیامت تک اور انکی ازواج اور ذریات پر فقط - اے مسلمانو اس دعا کی لفظوں پر
خیال کرو اور اُنکے معنی غور سے سوچو اور سمجھو کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے دعا میں کن لفظوں سے پیغمبر صاحب
کے اصحاب کو یاد فرمایا ہے اور اُنکے محامد اور اوصاف کو کس خوبی سے بیان کیا ہے اور اُنکی کوششوں اور مصیبتوں
کو جو راہِ خدا میں اٹھائیں کسطرح پر ظاہر کیا ہے اور اُنکے حق میں کس سوزِ دل سے دعا فرمائی ہے کون شخص ہو کہ جو دعوی
ایمان اور اسلام کا رکھتا ہو وہ بعد سننے اس دعا کے پھر صحابہ کی فضیلت میں شک کریگا اور کون آدمی ہے
کہ جو ائمہ کرام کی امامت کو اصول دین سے سمجھتا ہوگا اور اُنکے قول اور فعل پر عمل کرنیکا دعوی رکھتا ہوگا وہ امام کی
زبان سے ایسی تعریفیں صحابہ کی سنکر اُنکا معتقد نہوگا - پوشیدہ نرہے کہ جب ہم صحابہ کے فضائل میں
احادیث اور اقوال کو اپنی کتابوں سے نقل کرتے ہیں تو حضرات اُنکو موضوع اور غلط کہہ دیتے ہیں اور جب اُنکی
کتابوں سے ائمہ کرام کے اقوال کو سند لاتے ہیں تو اُسکو تقیے پر محمول فرمادیتے ہیں لیکن یہ دعا صحیفۂ کاملہ کی ایسی
ہے کہ جسپر احتمال تقیے کا بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ یہ وہ دعا ہے جو امام زین العابدین نے مناجات میں بوقت خلوت

حالتِ خاص میں خدا سے کیا کرتے تھے اور راز و نیاز کے وقت اصحابِ رسول کی تعریفین خدا کے روبرو کر کے اُنپر درود بھیجا کرتے تھے اور انکی کوششوں اور مصیبتوں کو جو خدا کی راہ میں اٹھائیں بیان کر کے خدا سے اُنکے لیے طلبِ رحمت کیا کرتے تھے پس اُسوقت نہ کسی کا خوف تھا نہ کسی سے اندیشہ کہ جس سے ضرورت تقیہ کرنے کی ہوتی پس اس دعا میں احتمال تقیہ کی بھی گنجایش باقی نہیں رہی اور امام کی زبان سے اعلی درجے کی تعریف اصحابِ رسول کی ثابت ہو گئی پس حضرات امامیہ کو چاہیئے کہ اول سے آخر تک اس دعا کو دیکھین اور لفظ لفظ پر غور فرماویں اور انصاف کریں کہ جب امام علیہ السلام مناجات میں ایسی ستایش اصحاب کی کریں اور اُنکے تابعین کے حق میں دعاے خیر فرماویں اور بالفاظ (وارضھم من رضوانک واشکرہم علی ہجرہم فیک) اُنکے لئے رضاے ایزدی کے طالب ہوں اور اُنکے مصائب اور تکالیف کو ذریعہ رضوان الٰہی کا جانیں اور اُنکو باعث ترقی دین اسلام کا فرماویں اور پھر بھی امام کی اطاعت کے دعوی کرنے والے اور اپنے آپ کو قدم بقدم امام کے طریقوں پر چلنے والے اپنے آپ کو امامیہ کہنے والے برخلاف اُسکے اصحاب رسول کی بُرائیاں بیان کریں اور اُنکی ہجو و مذمت کو شعائر دین سے ٹھہراویں اور اُنکی عیب جوئی میں شب و روز صرف اوقات کریں اور اُنکے محامد و اوصاف سے اغماض کر کے مطاعن کے اظہار میں مصروف رہیں اور بجاے دعاے خیر اور طلب رحمت کے اُنکے حق مین بددعا کرنیکو عبادت جانیں اور اُنکی پیروی کو ذریعہ ضلالت و گمراہی کا سمجھیں اور جو کوئی اُنکی چال پر چلنا چاہے اسکو دائرۂ اسلام سے خارج جانیں اور جو کوئی اُنپر رحمت کرے اور اُنسے دشمنی رکھے اُسکو بڑا مومن پاک تصور کریں معلوم نہیں کہ ان حضرات کی اصطلاح میں محبت اور ایمان کے کیا معنی ہیں اور عداوت اور کفر کا کیا مطلب ہے اہل سنت جو ائمہ کرام کے اقوال و افعال پر عمل کریں وہ خارجی اور ناصبی کہلاویں اور حضرات شیعہ جو اُنکے اقوال و افعال سے مخالفت رکھیں وہ امامیہ اور دوست اہل بیت کے ٹھہریں (فاعتبروا یا اولی الابصار انّ ہذا لشی عجیب) جاننا چاہیئے کہ اس دعا سے چند فائدے حاصل ہوئے (اول) امام کا اصحاب کے حق میں دعاے خیر کرنا اور اُنپر درود بھیجنا اور اُنکے حق میں گمان نیک رکھنا (دوسرے) اُن صحابہ کا سب سے افضل ہونا جو سب سے اول ایمان لائے اور اصحاب رسول کا خدا کی راہ میں ایذائیں اور مصیبتیں اُٹھانا اور خدا کے لیئے گھر بار چھوڑ کر ہجرت کرنا اور پیغمبر کے پیچھے اپنے قریبا اور رشتہ داروں کا اُنسے قرابت اور رشتہ چھوڑ دینا اور خدا کے دین میں داخل ہونے کے لیے لوگوں کو دعوت اسلام کی کرنا (تیسرے) صحابہ کے تابعین کی فضیلتیں اور انکی نشانیاں اب ہر ایک امر کی نسبت ہم علیحدہ علیحدہ بحث کرتے ہیں *

امر اول امام کا اصحاب کے حق میں دعاے خیر کرنا

صحابہ کے حق میں دعاے خیر کرنا اور اُنکو نیکی سے یاد کرنا در حقیقت پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے حکم کی اطاعت کرنا ہے

اس لیئے کہ خود حضرت نے انکے حق میں ایسا فرمایا ہی چنانچہ اوپر ہم عیون اخبار سے اس حدیث کو بیان کر چکے
ہیں کہ حضرت پیغمبر خدا نے فرمایا کہ دعوا لی اصحابی کہ میرے اصحابوں کو میرے لیے چھوڑ دو اور میری صحبت
کے حقوق کی انکے حق میں رعایت کرو اور اسکی تائید میں اور احادیث اور اقوال نقل کرتے ہیں (اول) حدیقہ
سلطانیہ کی جلد سوم بحث نبوت میں جناب میر لضا صاحب قبلہ فرماتے ہیں کہ جب پیغمبر صاحب کا وقت وفات
قریب آیا تو حضرت نے منبر پر جا کر اصحاب سے پوچھا کہ میں کیسا پیغمبر تھا سبھوں نے عرض کیا کہ جو کچھ پیغمبر خدا کی راہ
میں آپنے گوارا کیا اسکی جزائے خیر خدا آپ کو دے تب حضرت نے اسکے جواب میں فرمایا خدا شمارا نیز جزاے خیر دہد
کہ یہ روایت صفحہ ۲۲۰ حدیقہ سلطانیہ میں موجود ہے پس معلوم نہیں کہ اسوقت جب کہ ہزاروں اصحاب موجود
تھے اور واسطے وداع پیغمبر خدا کے مسجد میں یکجا جمع ہوئے تھے حضرت کا انسے مخاطب ہو کر یہ فرمانا کہ خدا انکو جزائے
خیر دے کس امر پر محمول کیا جاوے اور کیونکر ایسے اصحاب کے حق میں گمان نیک نہ کیا جاوے (دوسرے) تفسیر امام حسن عسکری
علیہ السلام میں لکھا ہے کہ ان رجلا من یبغض آل محمد و اصحابہ او واحدا منہم یعذبہ اللہ عذابا لو قسم علی مثل خلق اللہ لاہلکہم
اجمعین کہ اگر کوئی شخص دشمنی رکھے آل محمد سے اور اصحاب محمد سے یا ایک سے بھی منجملہ انکے تو اسپر خدا ایسا عذاب
کرے گا کہ اگر وہ تقسیم کیا جاوے تمام خلق پر تو وہ سب ہلاک ہو جاویں پس جسطرح پر آل محمد کی دشمنی حرام ہے اسیطرح
پر اصحاب محمد کی عداوت حرام ہے (تیسرے) پیغمبر خدا نے اپنے اصحاب کے سب و شتم سے منع کیا ہے چنانچہ جامع
اخبار میں کہ معتبرین کتب شیعہ سے ہے منقول ہے قال النبی من سبنی فاقتلوہ و من سب اصحابی فاجلدوہ کہ جو کوئی مجھے برا کہے
اسکو قتل کرو اور جو کوئی میرے اصحاب کو برا کہے اسکو دُرے لگاؤ (چوتھے) کتاب مفتاح الشریعت و مفتاح الحقیقت میں جسکو
ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں اور قاضی نور اللہ شستری نے امام جعفر صادق علیہ السلام کیطرف منسوب کیا ہے کہ غیبت
بہت برا عیب ہے اور بہتان اس سے بھی بڑھکر ہے اور جب ہم آدمیوں کے حق میں غیبت اور بہتان گناہ کبیرہ ہو تو اصحاب
پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کتنا بڑا گناہ ہوگا پس انکے حق میں اعتقاد نیک رکھنا ضرور ہے اور ہمیشہ انکے فضائل بیان
کرنے میں رطب اللسان رہنا چاہیے اور انکے دشمنوں کی صحبت سے نفرت رکھنا چاہیے کہ اس سے نفاق انکے دل میں پیدا ہوتا ہے
الغرض باوجود اسکے کہ یہ روایتیں خود شیعوں کی کتابوں میں موجود ہوں اور پیغمبر خدا کا اور ائمہ کرام کا دعائے خیر کرنا اصحاب کے
حق میں ثابت ہو اور پھر وہ صحابہ کے کینے کو افضل عبادت جانیں اور لعنت کرنے کو جو کہ خود انہیں پر لوٹتی ہے عمدہ ترین
طاعت جانیں اور جن پر امام زین العابدین اور دیگر ائمہ کرام درود بھیجیں انپر تبرا کریں اور اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے
سوائے لعنت کے اپنی زبان پر دوسرا لفظ نہ لاویں اور بجائے لعنتیہ کے اپنے فرقے کا نام امامیہ رکھیں ٭

امر دوم پیغمبر خدا کے یاروں کا ایمان کے سبب سے مصیبت اور ایذا پانا
اور جو سب سے اول ایمان لائے انکا اوروں سے افضل اور بہتر ہونا

اس دعا سے امام علیہ السلام کے پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے اصحاب کرام کے جو فضائل ثابت ہوتے ہیں وہ یہ ہیں کہ انکا پیغمبر صاحب کی مددگاری میں مصائب اور تکالیف کا پانا حضرت کی محبت میں اپنے بال بچون اور گھر بار کو چھوڑنا اور اپنے وطن سے ہجرت کر جانا اثبات نبوت میں اپنے باپ بیٹوں عزیزونکو قتل کرنا پیغمبر خدا کی دعوت کو قبول کرنا اور خلق کو خدا کیطرف جمع کر دینا ان فضائل کو امام نے اس تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ کسی شیعہ کو کیسا ہی متعصب کیوں نہو اسکی تکذیب اور تاویل کی جرأت باقی نہیں رہی ہے اس لیے کہ کتاب صحیفۂ کاملہ ایسی معتبر کتاب ہے کہ حضرات شیعہ اسکو زبور آل محمد کہتے ہیں اور اسکے لفظ لفظ اور حرف حرف کو صحیح جانتے ہین اور جو کچھ اسمین لکھا ہے اسکی تصدیق کرتے ہیں پس ان فضائل کو جو امام نے بیان کیے دیکھ دیکھ کر گو دلمیں جلتے ہوں اور اپنے محدثین اور علما کو اسکی تصدیق و تصحیح پر برا بھلا کہتے ہون لیکن کسیطرح پر اسکی تکذیب نہیں کر سکتے باقی رہی تاویل اسکی تین صورتیں ہیں (۱) یا یہ کہ ان فضائل کا مصداق سوائے صحابہ کے اور کسی کو گردانیں جیسا کہ حدیث اصحابی کالنجوم وغیرہ میں گردانا (۲) یا یہ کہ اسکو تقیے پر محمول فرماوین جیسا کہ اور احادیث ایسہ میں کیا ہے (۳) یا کہ ان فضائل کو اپنے مقبولین صحابہ کے حقمین قبول کرین اور اکثر مہاجرین اور انصار کو خصوصاً خلفائے ثلثہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس سے خارج سمجھین لیکن تینون طرح سے تاویل کا دروازہ بند ہے اور سوا اسکے کہ موافق ہمارے مذہب کے ان فضائل کو تمام مہاجرین و انصار کی نسبت خصوصاً خلفائے ثلثہ کے حقمیں تسلیم کرین اور دوسرا چارہ نہیں ہے چنانچہ ہم تینون تاویلوں کا بطلان ثابت کرتے ہیں امر اول کہ مصداق ان فضائل کے اصحاب رسول نہیں ہیں اسکا خود کسی شیعہ نے دعوی نہیں کیا بلکہ ان فضائل کا صحابہ کی شان میں وارد ہونے کو انکے علما نے قبول فرمایا ہے چنانچہ صاحب نزہۃ اثنا عشریہ نے بجواب جلد چہارم تحفہ کے اسکو تسلیم فرمایا ہے و ہذہ عبارتہ (کہ امامیہ جمیع صحابہ را مقدوح و مجروح نمی دانند بلکہ بسیاری از صحابۂ عظام را جلیل القدر و ممدوح بلکہ از اولیای کرام میدانند و مستحق رحمت و رضوان ملک منان می پندارند در صحیفۂ کاملہ کہ فرقہ حقہ آنرا زبور آل محمد گویند دعائیکہ از حضرت سید الساجدین علیہ السلام ماثور است شاہد عدل این دعوی ست) رہا امر دوم کہ امام نے یہ فضائل براہ تقیہ کے بیان کیے ہیں اسکو بھی کسی عالم نے علمائے شیعہ سے بیان نہیں کیا اور کیونکر لفظ تقیے کا اس موقع پر زبان پر لاتے اس لیے کہ یہ فضائل جو امام نے بیان کیے وہ کسی ناصبی اور خارجی اور دشمن اہل بیت اور دوست صحابہ کے سوال کے جواب میں بیان نہیں فرمائے کہ احتمال تقیے کا ہوتا اور حضرات شیعہ یہ کہکر کہ امام نے بخوف جان و آبرو سائل ناصبی کے ظلم سے بچنے کے لئے جھوٹی تعریف اصحاب کی کر دی جان بچا لیجاتے بلکہ یہ تعریف امام نے خدائے جلشانہ سے بوقت دعا کی ہے جسوقت سوائے انکے اور خدا کے دوسرا نہ ہوتا تھا اور خلوت مین

رازونیاز کا دفتر پروردگار کے حضور میں کھولا جاتا تھا امام داعی ہوتے تھے اور خدا مجیب ہوتا تھا پس خیال کرنا چاہیے کہ اصحاب رسول کی عزت اور بزرگی امام کے دل میں کس درجے پر تھی کہ ایسے رازونیاز کے وقت میں بھی اُنکو نہ بھولتے تھے اور جسطرح پر اپنے اور اپنے اہل بیت کے لیے دعا کرتے تھے اور انبیاورسل کے حق مین درود بھیجتے تھے اسی طرح پر اصحاب رسول کے لئے دعا فرماتے اور اُنپر صلوات رحمت کی استدعا کرتے تھے اگر کاش حضرت امام اللھم صل علی محمد وآل محمد وا اصحاب محمد کہکر قناعت کرتے تو بھی کافی تھا اور دعا کے وقت اُنکے محامد اور اوصاف کے دفتر کھولنے کی ضرورت نہ تھی مگر قربان امام سجاد علیہ السلام کی محبت اور انصاف کے کہ اُنھون نے اتنے پر قناعت نہ کی اور اپنے خدا کے سامنے اپنے دادا کے یارون کے ایمان اور مصائب اور تکالیف کی تفصیل بیان کر کے اُنپر رحمت نازل کرنے کے لئے دعا کی اور نہ صرف دعا کی بلکہ مہاجرین کی محنتوں اور کوششوں اور مصیبتون کا ذکر کر کے انکی شکرگذاری خدا سے چاہی اسی واسطے حضرت نے اس دعا میں فرمایا واشکرہم علی ہجرہم اکہ خداوندا مہاجرین نے جو ہجرت تیرے واسطے کی اور اپنے گھربار کو تیرے پیچھے چھوڑا اُسکی شکرگذاری کر پس کون شخص ہے کہ ان الفاظ اور فقرات کو دیکھکر امام کی محبت کا ساتھ صحابہ کے معتقد نہوگا اور کسکی زبان سے حرف عداوت کا باہم صحابہ اور اہل بیت کے نکلے گا لیکن آفرین ہے حضرات شیعہ کے ایمان اور محبت پر کہ اپنے آپ کو امامیہ کہیں اور ائمہ کرام کی خلوص محبت کا دعوی کرین اور اپنے آپ کو پیرو اماموں کا جانیں اور با این ہمہ صحابہ کی عداوت رکھیں اور جسقدر امام اُنکی تعریف کرین اُس سے ہزار حصہ بڑھکر وہ اُنکی بُرائیان بیان کرین اور اگر کسی سنی بیچارے کی زبان سے بہ تبعیت ائمہ کرام اللھم صل علی محمد وآل محمد کے بعد اصحاب محمد نکل جاوے تو غیظ میں آکر اُسکو غصے سے دیکھنے لگیں اور اتنی ہی بات پر اُسکو خارجی اور ناصبی کہنے لگین سچ تو یہی کہ جو اموں ابطال اسلام و ایمان کے پردے میں محبت اہلبیت کے حضرات شیعہ نے کیے ہیں وہ دشمنوں سے بھی نہیں ہو سکتے لنعم ما قیل شعر،

انچہ بہ فیضی نظر دوست کرد . مشکل اگر دشمن جانے کند

باقی رہا امر سوم کہ ان فضائل کے مصداق صرف وہی اصحاب ہیں جنکو علمائے شیعہ اچھا جانتے ہیں اور اکثر مہاجرین اور انصار خصوصاً خلفائے ثلثہ اس سے خارج ہیں سو اسکا دعوی سب علمائے شیعہ نے کیا ہے اور اسی تاویل کو جواب ان فضائل کا تصور فرمایا ہے لیکن جب اس امر کو حضرات شیعہ نے تسلیم کر لیا کہ وہ فضیلتین جو امام نے اس دعا میں بیان کی ہیں وہ اصحاب کرام کی شان میں ہیں تو ما بہ النزاع درمیان ہمارے اور حضرات کے صرف یہ امر رہ گیا کہ مراد اُس سے تمام مہاجرین و انصار ہیں یا نہیں بلکہ اصل تصفیہ اس امر منحصر رہا کہ خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم بھی اسمین داخل ہیں یا نہیں چنانچہ ہم دعوی کرتے ہیں کہ جو فضائل امام نے بیان کیے ہیں وہ تمام مہاجرین و انصار پر خصوصاً خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالے عنہم کو

صادق ہیں اس لیئے کہ وہی لوگ وہ ہیں جنکے افعال اور اعمال اور سیرت اور چال اور چلن سے ثابت ہوتا ہے کہ الذين والبلاد الحسن نصروه كانفوا واسرعوا الى وفاته وفارقوا الازواج والاولاد فى اظهار كلمته یعنی اُنہوں نے سب طرح کی بلائیں اور مصیبتیں پیغمبر صاحب کی اعانت میں گوارا کیا اور حضرت کی دعوت کو سب سے اول سنا اور مال بچون آل اولاد گھر بار کو اُس کے کلمے کے ظاہر کرنے میں چھوڑا اور اس دعوی کو بھی ہم ثابت کرتے ہیں جب پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے مکہ معظمہ میں دعوی نبوت کا کیا اور لوگون کو بحکم پروردگار اسلام کی خوبیوں سے آگاہ کیا تو آہستہ آہستہ لوگون نے اسلام قبول کیا اور کفار قریش نے اُن لوگون کو جو حضرت پر ایمان لائے تھے ستانا اور ایذا دینا شروع کیا یہانتک کہ برادری اور قرابت اُنسے چھوڑ دی اور اپنے گروہ سے اُنکو خارج کر دیا اور خرید فروخت اُنسے بند کردی مگر اُن مومنین نے اسلام کو نہ چھوڑا اور سب کو چھوڑ کر پیغمبر صاحب کا دامن پکڑا اور یہ ظاہر ہے کہ تمام مہاجرین اُسی گروہ میں داخل ہیں خصوصاً خلفاے راشدین اُن سب کے پیشوا ہیں تو سواے اُنکے یہ فضائل اور کس پر صادق ہونگے اور اگر وہی خارج کر دیئے جاویں تو وہ لوگ جنہوں نے ایمان قبول کیا اور جنکو کفار نے ستایا کون سے تھے اور کس ملک سے آئے اور کہان رہتے تھے ذرا کوئی حضرات شیعہ سے انکے نام اور حالات کو پوچھے اور دیکھے کہ وہ سواے انہیں مہاجرین اور خلفاے راشدین کے کسی دوسرے کا نام بتلاتے ہین یا نہیں ہمنے جہانتک شیعوں کی کتابوں کو دیکھا اور جو کچھ اُن کے عالموں سے سنا تو یہی دیکھا اور سنا کہ انہیں مہاجرین اور خلفاے راشدین کا وہ بھی نام لیتے ہیں اور انہیں کو ایمان لانیوالوں میں شمار کرتے ہیں مگر اتنا فرق ہے کہ ہم اُنکے ایمان کو صدق دل سے تصور کرتے ہیں اور وہ اُنکو نفاق پر یا طمع دنیا پر یا کاہنوں اور نجومیوں کے سننے پر محمول کرتے ہیں لیکن اسکا اقرار کرتے ہیں کہ یہ لوگ ظاہر میں ایمان لائے اور پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کی نبوت کے معتقد ہوے جیسا کہ حملۂ حیدری کا مؤلف لکھتا ہے کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والسلام وعظ و نصیحت کیا کرتے اور ایک ایک دو دو آدمی اُنپر ایمان لایا کرتے کما قیل ابیات۔

دگر وعظ و ارشاد بر این نسق — در ابطال اصنام و اثبات حق
نمودی حبیب خدای جہان — نہ کردی ولی کار در مشرکان
بخواندی مدام از کلام مجید — بران قوم آیات وعد و وعید
نمودی اثر گفتہ اش گاہ گاہ — کہ بگذاشتی یکدو کس پا براہ
ولیکن نہ جستند راہ یقین — یکی بہر دنیا یکی بہر دین
بناداں رسد گر بگیرد خطا — کہ دنیا کجا بود با مصطفا
چنین ست دنیا نہ بود آن زمان — خبردادہ بودند چون کاہنان
ولی بود آیندہ منظور شان — کہ دین محمد بگیرد جہان
ہمہ پیرو انش بہ عزت رسند — تمام اہل انکار ذلت کشند
یکی کرد ازین راہ ایمان قبول — یکی محض بہر خدا و رسول

۵۱ حملۂ حیدری جلد اول صفحہ [illegible] سطر ۱۲ مطبوعہ مطبع مصطفائی سنہ [illegible] ہجری

آور اس امر کو کہ کوئی مہاجرین میں سے بہ نفاق یا بہ طمع دنیا یا باستماع اخبار کاہنان ایمان نہین لایا بلکہ صدق دل سے ہر ایک نے اسلام قبول کیا ہم آگے ثابت کرینگے لیکن اس مقام پر ہم اتنا ہی ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضرات شیعہ اِن لوگون کا اسلام لانا قبول کرتے ہیں اور انکو منکرین نبوت سے نہیں جانتے چنانچہ یہ بات انھین چند اشعار سے ثابت ہوگئی اور چونکہ اور علما کا بھی یہی قول ہے اس لیئے اور کتابون کی سند لانا تحصیل حاصل ہے باقی رہا اُن مسلمانون کا ایذا اور مصیبت اٹھانا اور کفار قریش کے ہاتھ سے تنگ ہونا اسکو بھی علماے شیعہ تسلیم کرتے ہین اور انھین مہاجرین کا جنکو وہ منافق اور مرتد جانتے ہیں (ونعوذ باللہ من ذلک) کفار قریش کے ہاتھ سے مصیبت پانے کا اقرار کرتے ہیں چنانچہ مؤلف موصوف لکھتا ہے کہ جب پیغمبر خدا بسبب محافظت ابوطالب کے کفار کو قدرت نہوتی تو اُنکے اصحاب کو ستاتے اور ایذا دیتے کما قیل ابیات ۔

دلی چون ابوطالب نامور	نگہبان او بود ازین بیشتر	بایذای او کس نمییافت دست
رسانیدی اصحاب او را شکست	بہر کوی وہر برزن وہر مرا	کہ کردی ز اصحاب او کس گذر
نمودندی اعدا آسی او از عنلو	بہر گونہ آزار وایذای او	بہ ضرب و بشتم و بمشت و لگد
بدیگر ستمہای بیرون ز حد	فگندندی زہر سو بسر خاک شان	نمودی برہنہ تن پاک شان
پس انگہ نشاندی چنان بیشتاب	دران ریگ تفتندہ از آفتاب	بریدی ازان قوم آب وطعام
زدی تازیانہ ز خلف و امام	دگر ظلمہای ہلاکت مآل	کہ آرد بیانش بدلہا ملال ،
نمودندی آن ناکسان شقے		بران زمرہ مومن و متقے

اب کوئی حضرات شیعہ سے پوچھے کہ باوجود تصدیق اس امر کے کہ اصحاب نبی پر کفار کے ہاتھ سے اس قسم کی مصیبتین اور تکلیفین پہنچتی تھیں اور وہ اُسپر صبر کرتے تھے اور پیغمبر صاحب سے جدا نہوتے تھے اور اعلاء کلمۃ اللہ مین دین رات سعی بلیغ کرتے رہتے تھے تو اگر اِن لوگوں کے حق میں وہ صفات جو امام نے بیان کئے صادق نہیں ہیں تو پھر وہ دوسرے لوگ کون ہین جو مصداق اُن صفات کے ہین اگر حضرات شیعہ انصاف کو دخل دین اور تعصب اور عناد کو چھوڑ دین اور امام کے اس کلام پر غور کرین (الذین ہجرتہم العشائر اذ تعلقوا العروۃ وانتفت منہم القرابات اذ سکنوا فی ظل قرابتہ) اور پھر صحابۂ کرام کے حالات کو خود اپنی ہی کتابوں سے نکال کر دیکھین تو تمام مہاجرین کو مصداق اس مضمون کا پاوین اور کسی ایک کو اُس فضیلت سے مستثنی نکرین لیکن اگر اسپر بھی حضرات شیعہ کی خاطر جمع نہو اور خلفائے راشدین کے ایمان اور اسلام کی تفصیل بقید اُنکے نام کے چاہیں تو اُسکو بھی غور سے سنین اور اپنی ہی کتابون کی سند لین +

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان لانے کا حال

حضرات شیعہ اقرار کرتے ہیں کہ ابوبکر صدیق رض انھین چند لوگون مین ہیں جو سب سے اول ایمان لائے اور جنھون نے

۹۷
جلد اول حملۂ حیدری
صفحہ ۱۶۱ سطر ۱
مطبوعہ مطبع سلطانی
۲۶ ماہ رجب ۱۲
سنہ

اور وہ لسنے پہلے پیغمبر صاحب کی نبوت کو تصدیق کیا چنانچہ ہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان لانیکا حال آیۂ غار کے بیان میں لکھ چکے ہیں اس مقام پر صرف اُن اعتراضات کو بہ تفصیل ذکر کرتے ہین جو کہ حضرت صدیق اکبر کے ایمان پر علماے شیعہ نے کیے ہین منجملہ اُن اعتراضات کے جو ابوبکر صدیق رضہ کے ایمان پر حضرات شیعہ کرتے ہیں ایک یہ ہے کہ انھون نے کاہن سے سنا تھا کہ ایک پیغمبر پیدا ہوگا اور اُسپر ایمان لانیوالے اور اُسکی اطاعت کرنیوالے بڑے مرتبے پر پونہچیں گے اس لیے وہ ایمان لائے چنانچہ مؤلف حملہ حیدری بھی مثل اپنے اور علماء کے لکھتا ہے ابیات

ابابکر ازان پس برہ پا گذاشت[۱]	کہ گفتار کاہن بدل یاد داشت
باو کاہنے دادہ بود این خبر	کہ مبعوث گردد یکے نامور
زبطحا زمین در ہمین چند گاہ	بود خاتم انبیاے آنکہ
تو با خاتم انبیا بگروے	چو او بگذرد جانشینش شوے
زکاہن چو بودش بیاد این نوید	بیاورد ایمان نشان چون بدید

لیکن یہ قول باطل ہے چند دلیلوں سے (پہلی دلیل) اگر یہ امر تسلیم کیا جاوے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کاہن کے کہنے سے ایمان لائے تو ضرور اُسکے کہنے کو سچ جانا ہوگا تو جسطرح پر اُسکے اِس کہنے کو تصدیق کیا کہ خلافت بعد رسول کے اُنکو ہوگی اُسی طرح پر اس کہنے کو بھی تصدیق کیا ہوگا کہ وہ نبی برحق ہونگے اور انکا دین سچا ہوگا تو ضرور وہ پیغمبر صاحب کو سچا پیغمبر سمجھکر ایمان لائے ہونگے پس اس سے بھی تصدیق رسالت ثابت ہوتی ہے اور اسی کا نام ایمان ہے اور اسی سے حضرات شیعہ انکار کرتے ہیں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو دل سے ایمان لانیوالا نہیں کہتے چنانچہ مجتہد صاحب ذو الفقار میں لکھتے ہیں کہ (خلیفہ اول از اول امر از ایمان بہرہ نداشت بالتفاق من علماء الامامیہ)[۲] لیکن اگرچہ جناب مجتہد صاحب قبلہ وکعبہ نے یہ دعوی کیا کہ تمام علما کا اتفاق ہے کہ ابوبکر صدیق رضہ اول سے ایمان نہ لائے تھے مگر حضرت سے غلطی ہوئی اس لئے کہ علامۂ حلی نے شرح تجرید میں لکھا ہے کہ خود حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ نے فرمایا کہ (امنت قبل ان آمن ابوبکر) کہ مین ایمان لایا قبل اِسکے کہ ابوبکر ایمان لائے ہوں تو جب حضرت علی کے قول سے انکا ایمان لانا ثابت ہوا تو پھر مجتہد صاحب کا کہنا کون سنتا ہے (دوسری دلیل) معلوم نہیں کہ کاہن نے صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ سے پیغمبر صاحب کے نبی ہونے کا حال کہا تھا اور صرف ایک وہی کاہن کی تصدیق کرکے ایمان لائے تھے یا اور اصحاب بھی ہم جہانتک شیعہ کی کتابوں سے واقف ہیں اُنکے اقوال مختلف ہیں بعض کہتے ہیں کہ اکثر اصحاب کاہنوں کے کہنے سے ایمان لائے جیسا کہ حملۂ حیدری کے اُن اشعار سے ظاہر ہوتا ہے جو اوپر نقل کیے گئے اور بعض کہتے ہیں کہ نہین صرف ایک دو ہی شخص کاہن کے کہنے سے ایمان لائے جیسا کہ نزہۂ اثنا عشریہ کا مؤلف فرماتا ہے (وہم آنکہ قول او اگر بقول کہنہ ومنجمین الخ مدفوع ست زیرا کہ امامیہ این معنی را در حق اکثر صحابہ روایت نکردہ اند

[۱] جلد اول حملہ حیدری صفحہ ۱۰۳ سطر ۱۰ مطبوعہ مطبع سلطانی سنہ ۱۲۶۷ ہجری ۱۲ منہ

[۲] ذوالفقار صفحہ ۱۸ سطر ۲ مطبوعہ لدھیانہ سنہ ۱۲۸۱ ہجری ۱۲

بلکہ درحق یک دو شخص) پس اگر یہ امر تسلیم کیا جاے کہ اکثر صحابہؓ کاہنوں کے کہنے سے ایمان لائے تو کچھ
جاے اعتراض حضرات شیخین پر نہیں ہے اور اصحاب مقبولین امامیہ کے اُس گروہ میں سے مستثنیٰ ہونے کی وجہ نہیں ہے
تو جب امامیہ کے صدیق اُنکے کہنے سے ایمان لائے تو اہل سنت کے صدیق بھی اگر اُنکے کہنے سے ایمان لائے
تو کیا گناہ کیا اور اگر یہ بات مانی جاوے کہ صرف یہی دو شخص کاہنوں کے کہنے سے ایمان لائے تو معلوم نہیں
کہ اُنھوں نے کاہنوں کے قول کو سچ جانا یا نہیں اگر سچ جانکر ایمان لائے تو کچھ خلل اُنکے ایمان میں نہیں ہوا اسلیئے
کہ اور لوگ بھی منجملہ اصحاب مقبولین شیعہ کے ایسے ہیں کہ جو پچھلی کتابوں کی پیشین گوئیوں کو دیکھکر ایمان لائے یا خواب مین
پیغمبر صاحب کی نبوت کی تصدیق کر کے مسلمان ہوے تو اگر حضرات شیخین بھی کاہن کے کہنے سے ایمان لائے
تو کیا حرج ہے ❊ (تیسری دلیل) یہ قول شیعوں کا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاہن کے کہنے سے
ایمان لائے انھیں کے علما کے اقوال سے غلط ہوتا ہے اسلئے کہ اُنکے علما نے لکھا ہے کہ ابوبکر صدیق نے خواب دیکھا
تھا اور اُسکے سبب سے ایمان لائے تھے جیسا کہ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ ابوبکر بہ
برکت خوابیکہ دیدہ بود مسلمان شدہ بود) (چوتھی دلیل) اگر حضرات شیعہ کے اس کہنے سے کہ ابوبکر صدیق کاہن کے کہنے
سے ایمان لائے یہ غرض ہو کہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے تو اس کی تکذیب اُنکے حالات سے ہوتی ہے اس لیے کہ وہ ہمیشہ
دعوت اسلام میں سعی بلیغ کرتے اور لوگوں کو اسلام کیطرف راغب کرتے اور اپنے دوست آشناؤں کو سمجھا سمجھا کر حضرت
کا مطیع بناتے اور پیغمبر صاحب سے علانیہ دعوت اسلام کرنے کے واسطے درخواست کیا کرتے اور غلاموں کو خرید خرید
کے خدا کی راہ میں آزاد کرتے اور اپنے مال اور جان کا نقصان گوارا کرتے کہ اِن سب باتوں کا ثبوت امامیہ کی کتابوں
سے ہوتا ہے تو کیا کوئی عاقل اسکو قبول کریگا کہ جسکی کوششیں اور محنتیں اجراے دین میں غایت درجے پر پہنچی ہوں اور
جسکو اعلاء کلمۃ اللہ میں اپنی جان و مال کا خیال نہو وہ خود دل سے پیغمبر صاحب کو سچا نبی اور اسلام کو سچا دین
نہ سمجھتا ہو ایسی بات حضرات امامیہ کی زبان سے نکل سکتی ہے ورنہ کوئی نادان بھی اسکو نہ مانیگا اور واسطے
ثبوت اس امر کے کہ حضرات شیخین نے پیغمبر صاحب کو اظہار دعوت اسلام پر برانگیختہ کیا اور انھیں کے اصرار سے
حضرت نے اظہار دعوت فرمایا اور اسی وجہ سے شیخین نے صدمہ اُٹھایا ہم قول صاحب استقصاء الافحام کا
نقل کرتے ہین مؤلف موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ (مگر ناصبی پیغمبر خدا را کہ از خوف کفار در حصن غار ختفا فرمودہ و در
بدو اسلام از اظہار دعوت علانیہ احتراز داشتہ تا آنکہ شیخین دل تنگ شدہ آن حضرت را حث و ترغیب باظہار
دعوت کردند و آن حضرت بنابر اظہار عدم مصلحت از جہت اصرار ایشان از اعلان مانع نیامدہ حتی اصاب ولہما
ما اصاب فقال ثانیہما العبد العزی واللات علانیۃ و یعبد اللہ سرا از خوف خدا ناکل و بخوف غیر مائل می داند)
(پانچوین دلیل) اگر فرض کیا جاوے کہ ابوبکر صدیق سچے دل سے ایمان نہیں لائے اور (عیاذاً باللہ

کافر تھے جیسا کہ جناب مجتہد صاحب نے اس عقیدے کو ظاہر کیا ہی چنانچہ ذوالفقار مین فرماتے ہیں (اوّل ایمان اصحاب ثلثہ باثبات باید رسانید بعد ازین باین افسانہ بیہودہ ترنم باید نمود زیراکہ دانستی کہ مسلک امامیہ درین باب اینست کہ صحابہ ثلثہ از اول امر از ایمان بہرہ نداشتند) اور مجتہد صاحب کے مقلد صاحب تقصار الافحام اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ (فان کفرہم و ارتدادہم واضح لاسترۃ فیہ) کہ کفر اور ارتداد خلفاے ثلثہ کا ایسا واضح ہے کہ وہ کچھ چھپا ہوا نہیں ہی پس اگر مطابق اصول شیعہ کے کفر اور عدم ایمان حضرت ابوبکر صدیق رض کا فرض کیا جاوے تو تمام مہاجرین و انصار بلکہ تمام اصحاب کا کافر ہونا لازم آتا ہے اس لیئے کہ سبھوں نے انکو اپنا سردار بنایا اور بعد پیغمبر خدا کے انکو خلیفہ کیا اور انکے ہاتھ پر بیعت کی اور یہ بیعت کرنیوالے اور انکو خلیفہ بنانیوالے دس بیس سو دو سو ہزار دو ہزار آدمی نہ تھے بلکہ لاکھوں تھے اسلیئے کہ اصحاب نبوی بعد پیغمبر خدا علیہ التحیۃ و الثنا کے بروایتے ایک لاکھ سے زیادہ اور بروایت ملا باقر مجلسی جو انھوں نے تذکرۃ الائمہ میں لکھی ہی چار لاکھ تھے تو جب چار لاکھ آدمی عیاذا باللہ ایک کافر کو اپنا سردار بناوین تو پھر انکے کفر میں کیا شک رہا یہ امر کہ سب مسلمانوں نے جو اُسوقت تھے ابوبکر صدیق رض کی بیعت کی باقرار علماے شیعہ ثابت ہی جیسا کہ شریف مرتضی کے قول سے ظاہر ہے جو بحارالانوار کے مجلد ثامن مین منقول ہی جسکا ترجمہ مجتہد صاحب نے این الفاظ کیا (جمیع مسلمانان با ابوبکر بیعت کردند و اظہار رضا و خوشنودی بادو سکون و اطمینان بسوی او نمودند و گفتند کہ مخالف او بدعت کنندہ و خارج از اسلام ست) سبحان اللہ کیا دین و ایمان ہے حضرات شیعہ کا کہ حضرت صدیق اکبر کی عداوت سے دین محمدی کو باطل کرتے ہین اور چار لاکھ مسلمانونکو جو مہاجرین اور انصار اور مجاہدین تھے اور جنمیں بنی ہاشم اور اہلبیت نبوی بھی داخل تھے اُن سب کو صراحۃً اور کنایۃً کافر بتاتے ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) (چھٹی دلیل) ہمکو ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے ایمان کے اثبات میں زیادہ دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہی اس لیے کہ خود علماے شیعہ نے یہ سمجھ کر کہ ان کے کفر کا دعوی ایسا بیہودہ ہے کہ اُس سے سننے والے کو تعجب ہوتا ہے اُس سے انکار کیا اور اپنے ان علما کو جنھوں نے ایسا دعوی کیا ہے خود جھٹلایا اس لیے ہم اُنکے اُن اقوال کو نقل کرتے ہیں قاضی نوراللہ شوستری مجالس المومنین میں فرماتے ہیں کہ (نسبت تکفیر بجناب شیخین کہ اہل سنت و جماعت بہ شیعہ نمودہ اند سخنی ست بے اصل کہ در کتب اصول ایشان از ایشان اثری نیست و مذہب ایشان ہمین ست کہ مخالفان علی فاسق اند و محاربان او کافر) جناب مجتہد صاحب قبلہ و کعبہ اس قول کے جواب میں ذوالفقار میں فرماتے ہیں کہ (پوشیدہ نماند کہ این کلام بر تقدیر صحت صدور آن از فاضل قادح مقصود ما و مفید مطلب او نمیشود زیراکہ سابق گذشتہ کہ فاسق در مقابلہ مومن اطلاق شدہ پس فرق میان کفر و فسق ہمین ست کہ کافر نجس ست در دنیا و مخلد ست فی النار در عقبی و فاسق کہ بسبب انکار یکی از ضروریات مذہب باشد مخلد در نار خواہد بود گو در دار دنیا

۱ ذوالفقار صفحہ ۹۰ سطر ۱۰ مطبوعہ لدھیانہ سنہ ۱۲۸۱ ہجری ۱۲

۲ ذوالفقار صفحہ ۹۵ سطر ۲ مطبوعہ لدھیانہ سنہ ۱۲۸۱ ہجری ۱۲

احکام مسلمین بسبب اقرار شہادتین برادجاری شود" لیکن اس عبارت میں حضرت قبلہ و کعبہ نے یا تو غلطی فرمائی یا
دیدہ و دانستہ اغماض کیا اس لیے کہ یہ فرمانا کہ (بر تقدیر صحت صدور آن از فاضل) کا مطلب سمجھ میں
نہین آتا کہ اس قول کو قاضی نور اللہ شوستری کے حضرت نے تسلیم کیا ہے یا اُس سے انکار فرمایا ہے ایسی گول
گول عبارت لکھنے سے سوائے ہمسے کم فہم جاہلون کو مغالطہ میں ڈالنے کے دوسرا فائدہ نہیں تھا اگر یہ عبارت
مجالس المومنین میں موجود ہے تو بر تقدیر کہنا کیا معنی اور اگر یہ عبارت اُسمین نہیں ہے تو صاف اُس سے انکار
فرمایا ہوتا اور صاحب تحفہ اثنا عشریہ کے طعن و تشنیع میں موافق اپنی عادت کے دو چار ورق سیاہ کئے
ہوتے ہان شاید حضرت نے مجالس المومنین نہ دیکھی ہوگی اس لیے نہ انکار کیا نہ اقرار بہرحال ان الفاظ سے
قبلہ و کعبہ کے اس عبارت کا موجود ہونا پایا جاتا ہے اور اگر اب بھی کسی کو شک ہو وہ مجالس المومنین مین
دیکھ لے رہا جواب جو مجتہد صاحب نے دیا ہے وہ بھی ایسا ہے کہ اُسکے معنی سمجھ میں نہیں آتے اس لیے کہ قاضی صاحب
نے صاف اقرار کیا ہے کہ تکفیر شیخین ہمارے اصول کے مخالف ہے اور حضرت مجتہد صاحب اُسی کو ثابت کرتے ہیں
بس یا خطاء اجتہادی قاضی صاحب سے ہوئی کہ وہ تکفیر سے انکار کرتے ہیں یا مجتہد صاحب سے کہ وہ اُسکو
ثابت کرتے ہیں یا شاید درمیان کفر اور ایمان کے ایک تیسرا مرتبہ اثبات فرمایا چاہتے ہیں جسکا نام اُنکی اصطلاح
میں اسلام ہے جسکے معنی نفاق کے ہیں یعنی ظاہر میں کلمہ پڑھنا اور باطن میں کافر ہونا اس لئے ہمکو لازم ہوا
کہ اس تیسرے مرتبے پر بھی نظر کرین اور اسکے اثبات اور ابطال کے دلائل پر غور کرین اس لیے ہم مجتہد صاحب
کی روح سے اور اُنکے مقلدین سے استفسار کرتے ہیں کہ اس تیسرے مرتبے کے قایم کرنے سے کیا غرض ہے
آیا یہ کہ خلفائے ثلثہ کے ایمان سے انکار کیا جاے اور اُنکے اسلام کو تسلیم کیا جاے اور اسلام کے یہ معنی مراد
لئے جاوین کہ وہ ظاہر میں کلمہ گو تھے اور باطن میں منافق یا کہ وہ دل سے بھی مثل زبان کے پیغمبر صاحب
کی نبوت کو تصدیق کرتے تھے مگر امام برحق کی امامت کے منکر تھے اور اُنکے حقوق کے غاصب اور اُنپر جابر
تھے اور چونکہ امامت اصول دین سے ہے اس لئے بسبب انکار ایک اصل کے اصول دین سے وہ ایمان کے دائرے
سے خارج تھے یا سوائے اسکے اس تیسرے مرتبے کے قایم کرنے سے اور کچھ مقصد ہے بہرحال اور کوئی دوسرا
فائدہ تو سمجھ میں نہیں آتا اس لیے امر اول کو تسلیم کر کے اُس سے بحث کیجاتی ہے پس اگر خلفائے ثلثہ کے ایمان
سے اس وجہ سے انکار کیا ہے کہ وہ صرف ظاہر مین کلمہ گو تھے اور باطن مین توحید اور نبوت سے بھی منکر تھے جیسا کہ اکثر حضرات
شیعہ فرماتے ہیں بلکہ حضرات شیعہ کس حساب میں ہیں خود اُنکے امام مہدی فرماتے ہین کہ ظاہر میں وہ کلمہ گو تھے
اور باطن مین کافر جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے رسالہ رجعتیہ میں حضرت امام کیطرف منسوب کر کے یہ قول لکھا ہے
کہ ایشان از روی گفتہ یہود بظاہر کلمتین گفتند از برای طمع آنکہ شاید ولایتی و حکومتی حضرت بایشان بدہد

و در باطن کافر بودند) پس اسکا جواب ہم اوپر دے چکے اُسکا اعادہ ضرور نہیں اسی واسطے اس قول سے اکثر
علمائے شیعہ نے انکار کیا اور جو لوگ ایسا کہتے ہین اُنکو خود اُنھون نے نامنصف فرمایا جیساکہ ملا عبداللہ جو علمائے
شیعہ سے ہین اظہار حق مین فرماتے ہین کہ انکار کرنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان سے انصاف سے بعید ہے وہذہ عبارتہ
(جواب گفتن این سخن بارتکاب آنکہ در سبق ہجرت ایمان شرط است و آن شخص یعنی ابوبکر معاذاللہ ہیچ وقت ایمان
نداشتہ حتی قبل از سنوح ناخوشی با امیرالمومنین از انصاف دور است) اور ملا عبدالجلیل قزوینی کتاب نقض الفضایح
میں لکھتے ہیں کہ (اما ثنای خلفا پس بران انکارے نیست بزرگانند از مہاجرین والسابقون الاوّلون من
المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان) اور پھر دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ (اما انچہ سیرت ابوبکر و عمر و
دیگر صحابہ بیان کردہ مجلی ست نہ مفصل آنرا اخلاف نہ کردہ اند شیعہ الا درجۂ خلافت و امامت را کہ شیعہ انکار کنند
در ایشان کہ درجۂ امامت نہ داشتند و آن فقدان عصمت و خصوصیت دکثرت علمی ست اما صحابۂ رسول
ایشان را دانند و از درجۂ شان نہ گذرانند) اور احتجاج طبرسی میں لکھا ہے کہ امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ
(لَسْتُ بِمُنْكِرٍ فَضْلَ اَبِیْ بَكْرٍ وَلَسْتُ بِمُنْكِرٍ فَضْلَ عُمَرَ وَلٰكِنَّ اَبَا بَكْرٍ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ) کہ مین ابوبکر صدیق اور عمر فاروق کی
فضیلتوں سے انکار نہین کرتا لیکن ابوبکر عمر فاروق سے افضل ہیں پس ان روایتوں اور ہزار مثل اسکے
اور روایتوں سے جنکو ہم نقل کرینگے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان اور فضیلت میں کون شک کر سکتا ہے
پس یہ دعویٰ کہ ابوبکر صدیق باطن میں معاذاللہ کافر تھے خود علمائے شیعہ اور ائمہ کبار کی احادیث سے باطل ہوا
اور اگر اب بھی کسی کو شک ہووے تو وہ تفاسیر اور احادیث امامیہ کو دیکھے کہ باوجود اس عناد اور تعصب
کے جو انکو خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ ہے اب بھی صدہا روایات اور احادیث مدح و ثنا مین
خلفا کی موجود ہیں چنانچہ اُنکے مفسرین قبول کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غلامونکو مول لیا کرتے اور بسبب
اسلام کے اُنکو آزاد کر دیتے جیسا کہ علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں لکھا ہے (کہ عن ابن الزبیر قال ان الآیۃ نزلت
فی ابی بکر لانہ اشترے الممالیک الذین اسلموا مثل بلال و عامر بن بسیرۃ و غیرہما و اعتقہم) کہ آیت سَیُجَنَّبُھَا الْاَتْقَی الَّذِیْ
شان مین ابوبکر کے نازل ہوئی کہ وہ غلامونکو جو اسلام لاتے مول لیتے اور پھر خدا کی راہ مین آزاد کرتے مثل بلال
اور عامر وغیرہ کے فقط پس جونکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے مال کو خدا کی راہ میں صرف کرتے تب خدا نے یہ آیت
نازل کی کہ دوزخ سے وہی بڑا پرہیزگار بچے گا جو اپنے پاک مال کو خدا کی راہ میں صرف کرتا ہے پس تعجب ہے کہ
جو شخص اپنے مال سے مسلمان غلامونکو خریدے اور اُنکو آزاد کرے اور اُسکی شان میں خدا آیتیں نازل کرے
اور اُسکو اتقی الناس فرما دے اُسکی فضیلت اور بزرگی بیکطرف اُسکے ایمان سے بھی انکار کیا جاوے اور
ایسا شخص منافق اور کافر سمجھا جاوے غرض کہ ایمان اور اسلام میں ابوبکر صدیق کے کچھ شبہہ نہیں رہا اور باقرار

علماء شیعہ اُسکا ثبوت ظاہر ہوگیا اب باقی رہا تیسرا امر کہ مراد ایمان سے اصول دین کی تصدیق کرنا ہے اور چونکہ
امامت بھی ایک اصل اصول دین سے ہے اور اس سے ابو بکر صدیق منکر تھے اس سے اُنپر اطلاق ایمان کا نہیں
ہوتا اسکی تردید ہم بخوبی بحث امامت میں کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ لیکن ہمارے نزدیک ابتداے زمانۂ نبوت
مین امامت کو اصول دین میں داخل کرنا اور جو اُسوقت امامت پر ائمہ اثنا عشر کے ایمان نہیں لایا اُسکو مؤمن
نہ جاننا نادانی ہے اس لیے کہ جب پیغمبر صاحب نے نبوت کا دعویٰ کیا اور اسلام کی دعوت فرمائی تو اُسوقت
خدا کی توحید اور اپنی نبوت کی تصدیق ایمان کی علامت رکھی ائمہ کی امامت کی تصدیق کی تکلیف کسی کو نہین
دی بلکہ خود حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اسلام کی دعوت صرف توحید اور نبوت کی تصدیق پر کی
پس اُسوقت امامت کا کچھ ذکر ہی نہ تھا کہ کوئی اُسکو قبول کرتا یا اُس سے انکار کرتا اگر ہم غلط کہتے ہوں تو حضرات
شیعہ اپنی ہی کتابوں سے یہ بات ثابت کردین کہ جب اول اول پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے لوگوں کو اسلام کیطرف بلایا
تو اُنسے توحید اور نبوت کے سوا حضرت علی کی امامت کی تصدیق کو بھی فرمایا حضرت علی خود اُسوقت لڑکے
تھے کسی شخص سے اُسوقت پیغمبر صاحب نے نہیں فرمایا کہ جسطرح پر خدا کی توحید اور میری نبوت کی تصدیق معتبر
ایمان کے لیے ضرور ہے اسیطرح میرے چھوٹے بھائی علی کی امامت کی تصدیق بھی ضرور ہو اور جبکہ ایسا کسی سے
اُسوقت نہین کہا اور امامت کو اصول ایمان سے قرار نہین دیا تو ابو بکر صدیقؓ کا انکار یا اقرار کرنا بھی اُس سے
ثابت نہین ہوتا اور جب یہ ثابت نہوا تو اُنکے ایمان میں بھی کچھ خلل نہ آیا ہاں حضرات شیعہ یہ کہ سکتے ہیں کہ آخر زمانۂ نبوت
میں خم غدیر پر جب خطبہ امامت علی مرتضیٰ کا پڑھا اور لوگونکو توحید اور رسالت کے علاوہ امامت کے اقرار
پر بھی دعوت کی اُسوقت امامت کا انکار گویا ایمان کے خلل کا سبب ٹھہرا لیکن جب کہ اُسکا نام ونشان بھی
نہ تھا اور کوئی لفظ امامت سے واقف تک نہ تھا اُسکو اُسوقت اصول دین میں ٹھہرانا اور اُس سے ناواقف آدمی کو
منکر قرار دینا اور اُسکے انکار کو اُسکے عدم ایمان کا سبب کہنا بڑی نادانی ہے ہاں حضرات شیعہ یہ کہہ سکتے ہین
کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خم غدیر کے وقت حضرت علی کی امامت سے دل مین انکار کیا اور بعد وفات
پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے اُسکو ظاہر کیا یعنی خود امام بن بیٹھے تو ہم اس بات کو سن سکتے ہین لیکن اس سے صرف
اطلاق ارتداد کا (و نعوذ باللہ من ذلک) اُنپر ہو سکتا ہے اس سے اُنکے اُس ایمان میں جو اول اول لائے کچھ
خلل نہیں آسکتا اور ابتداے زمانۂ نبوت مین اُنکا نہایت سچے دل سے ایمان لانا اپنے حال پر قایم رہتا ہے
رہا ارتداد اُنکا بسبب غصب خلافت کے اسکو ہم بحث امامت میں بیان کرینگے انشاء اللہ تعالیٰ ❖

بیان حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ کے ایمان لانے کا

جبکہ ہمنے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ایمان کو ثابت کرلیا اس لیے اب ہم کچھ ذکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے ایمان لانے کا کرتے ہیں یہ بات سب کو معلوم ہے کہ پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام رات دن
اس فکر میں رہتے تھے کہ اسلام کی ترقی ہو اور خدا کے دین مین لوگ داخل ہون کوئی لحظہ کوئی دم اس سے غافل
نہوتے تھے اور جو تدبیر اُسکے حاصل ہونے کی ہوتی تھی اسمین دریغ نفرماتے تھے لیکن باوجود اس کوشش اور
اور محنت کے چھ برس کے عرصے مین صرف چند ہی شخص جو کہ چالیس سے کم تھے ایمان لائے آخرش پیغمبر خدا علیہ التحیۃ
والثنا نے اس تھوڑی سی جماعت کو دیکھکر خدا سے دعا کی کہ خداوندا اس گروہ کو بڑھا اور ایسے شخص کو مسلمان کر
کہ جسکے رعب اور عزت سے اس گروہ کو قوت اور اسلام کو تائید ہو اور جسکی ذات سے بہت جلد اسلام کو رونق ہووے
چنانچہ حضرت نے اپنے نزدیک ایسے صرف دو شخص اپنی قوم میں خیال کیے ایک حضرت عمر خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
دوسرا ابوجہل کہ یہ دونون نہایت ہی مغرور اور مشہور اور نامور تھے اور انکو سب سے زیادہ عداوت بھی پیغمبر صاحب کے
ساتھ تھی اور شب و روز اسلام کے معدوم ہو جانے کی فکر مین رہتے تھے پس حضرت نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی اپنے
دین کو ان دو آدمیون مین سے کسی ایک آدمی کے مسلمان کر دینے سے قوی کر اور عمر یا ابوجہل ہی سے ایک کو
ایمان عطا فرما چنانچہ خدا نے دعا حضرت کی حضرت عمرؓ کے حق میں قبول کی اور انکو اسلام سے مشرف کیا
حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا مختصر حال یہ ہے کہ ابوجہل نے جسکو پیغمبر صاحب کے ساتھ دلی عداوت تھی اپنے
بھائیون سے کہا کہ جو کوئی پیغمبر صاحب کو قتل کرے اور انکا سر میرے پاس لادے اُسکو ہزار شتر سرخ بال
والے اور بہت سے دینار و درم اسکے صلے میں دونگا چنانچہ حضرت عمر نے اس کام کو اپنے ذمے لیا اور پیغمبر
صاحب کے قتل کے ارادے سے چلے ادھر حضرت عمر کا چلنا تھا اُدھر خدا نے فرشتون کو حکم دیا کہ اسکو ہماری طرف
کھینچو اور جسکے سر لانے کو جاتا ہے اُسکے قدمون پر گراؤ ہماری قدرت کا تماشا دیکھو کہ شقی ہو کر جاتا ہے اور سعید
ہو کر لوٹیگا کافر بنکر نکلا ہے اور مومن پاک ہو کر پھرے گا ہماری دشمنی کے ارادے پر مستعد ہو کر اُٹھا ہے اور ہماری محبت
کے دام میں ابھی پھنستا ہے وہ تو اپنی خوشی سے ہمارے دوست کے قتل کو چلا ہے اور ہم زبردستی اُسکو کافرون
کے قتل کے لیے مقرر کرتے ہین اب تم سطح زمین پر جاؤ اور اُسکی خبر لو اور اسکا ہاتھ پکڑ کر ہمارے دین میں لے آؤ
مصرع گر نیاید بخوشی موی کشانش آرید چنانچہ جب حضرت عمرؓ تلوار کو گلے میں حمائل کر کے نہایت
غصے اور طیش میں پیغمبر صاحب کیطرف چلے فرشتگان ملاء اعلیٰ نے شادی کا غلغلہ بلند کیا اطرقوا اطرقوا کا شور
مچایا از زبان حال سے یہ شعر پڑھنا شروع کیے **اشعار**۔

آمد آن یارے کہ من میخواستم — راست شد کارے کہ من میخواستم
رفتہ رفتہ میرود آن سوی دام — ہم بہ ہنجارے کہ من میخواستم

چنانچہ حضرت عمر نے اثنائے راہ میں بہت سے معجزات دیکھے راہ میں ایک شخص مسلمان ملا اُسکے مارنے کا

قصد کیا اُسنے کہا کہ اوّل اپنی بہن اور بہنوئی کی خبر لو کہ وہ مسلمان ہو گئے ہین تب غیرونکی خبر لینا چنانچہ حضرت
عمرؓ اپنی بہن کے گھر گئے دروازہ بند پایا اور آواز قرآن مجید پڑھنے کی سنی اُسکو باہر سے سنتے رہے آخر دروازہ
کھٹکھٹایا اُنکی بہن نے دروازہ کھولا پوچھا کہ تم لوگ کیا پڑھتے تھے ہمکو دو اُنھون نے دینے میں انکار کیا آخر اپنی
بہن اور بہنوئی کو خوب مار پیٹ کی جب اُنکی بہن نے یہ زیادتی دیکھی تو پکار اُٹھی کہ اے عمر ہوشیار ہو ہم تو ایمان
لاچکے اور سچے دین میں داخل ہو گئے اشہدان لاالہ الا اللہ واشہدانّ محمدًا رسول اللہ تمکو جو کرنا ہو سو کرو
تب تو حضرت عمرؓ ڈھیلے پڑے اور کہا کہ اُس قرآن سے کچھ سناؤ تب سورۂ طٰہٰ انکو سنائی اُسکی فصاحت
اور بلاغت پر غش ہو کر حضرت عمر کے دل کو یقین ہو گیا کہ یہ بیشک سچا کلام خدا کا ہے اور اُسی وقت
کلمۂ شہادت پڑھا اور ایمان لائے اور قصد پیغمبر صاحب کے حضور میں حاضر ہونے کا کیا جب حضرت عمر
کے آنے کی خبر ہوئی تو اصحاب رسول میں تہلکہ پڑ گیا اس لیئے کہ وہ اُنکی شوکت اور ارادے سے واقف
تھے یہانتک کہ جب حضرت عمرؓ دروازے پر پہنچے تو کوئی دروازہ کھولنے کو نہ اُٹھتا تھا مگر حضرت حمزہ رضی اللہ
تعالی عنہ چچا پیغمبر صاحب کے یہ کہکر اُٹھے کہ وہ ایک آدمی ہے اگر اطاعت کے ارادے پر آیا ہو خیر ورنہ اُسی کی تلوار
ہے اور اُسی کا سر چنانچہ حضرت عمر اندر داخل ہوے پیغمبر صاحب بہ نفس نفیس اُٹھے اور اُنکو آغوش رحمت میں لیکر
ایسا دبایا کہ اُنکی آنکھین نکل پڑین تب تو حضرت مسکرائے اور اُنکی طرف دیکھکر خندہ زن ہوے حضرت عمرؓ صدق
دل سے نعرہ مار کر کہنے لگے اشہدان لاالہ الا اللہ واشہدانک رسول اللہ تب سب مسلمان خوشی سے تکبیر
کہنے لگے اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے پر حمد و ثنا خدا کی کرنے لگے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے
اُسی وقت پیغمبر خدا سے کہا کہ یا حضرت بتونکی عبادت تو علانیہ ہووے اور خدا کی عبادت چھپکر یہ مناسب
نہیں ہے آئیے خانۂ کعبہ کو چلئے اور باعلان نماز ادا کیجیے چنانچہ اُنکی عرض کو حضرت نے قبول فرمایا اور خانۂ کعبہ
کیطرف توجہ کی اور نہایت شان و شوکت سے حضرت مع سب صحابہ کے عازم خانۂ کعبہ کے ہوے جب حضرت
تشریف فرمائے خانۂ کعبہ ہوے تو حضرت عمرؓ ہی آگے آگے چلے کافرون نے کہ وہ منتظر تھے کہ سر پیغمبر صاحب کا
لاتے ہونگے یہ دیکھکر کہا کہ اے عمر یہ کیا حال ہے تب حضرت عمر نے فرمایا کہ سنو میں ایمان لایا اور پیغمبر کی
غلامی کا غاشیہ اپنے دوش پر لیا جو اطاعت کرے گا خیر ورنہ اگر مزاحمت کرے گا تو یہی تلوار ہے اور
اُسکا سر چنانچہ چند آدمیونکو اُسی وقت اپنا نور دکھلایا اور خانۂ کعبہ مین جاکر پیغمبر صاحب کے پیچھے نماز ادا کی یہ حال
حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کا ہے اور اسمین ہمنے دو باتونکا ذکر کیا ہے اوّل پیغمبر صاحب کے دعا کرنے کا کہ
حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے واسطے کی دوسرے اس کیفیت سے ایمان لانے کا چنانچہ ہم دونوں باتون کو شیعونکی
کتابون سے ثابت کرتے ہیں۔ امر اول کے ثبوت سے پہلے ہمکو یہ لکھنا ضرور ہو کہ اکثر مجتہدین اور علمائے شیعہ نے

اس دعا سے انکار کیا ہے اور اسکو سنیون کی تہمت اور افترا ابن تصور کیا ہے جیسا کہ ایک مجتہد صاحب کا
خلاصہ عبارت یہ ہے کہ (فاروق عزتے در عرب نداشتہ پس این احادیث را علماے سنیان از پیش خود بر بافتہ
اند وحاشا کہ جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم این دعا کہ مخالف عقل ونقل ست بر زبان مبارک آوردہ باشند) لیکن
یہ انکار صرف دھوکا دینا اور عوام کو اپنے مذہب کی برائی پر واقف ہونے سے بچانا ہے ورنہ بہت سے محدثین اور
علماے شیعہ نے اسکی صحت پر اقرار کیا ہی چنانچہ فضل بن شاذان اور شیخ طبرسی اور شیخ طوسی اور علم الہدی
اور شیخ مفید کے اقرار سے اسکی صحت ثابت ہوتی ہے چنانچہ ہم اُنسے قطع نظر کرکے ملا مجلسی کی تصدیق کو سنداً
بیان کرتے ہیں اور انکی کتاب بحار الانوار سے جسکا نام نامی اور اسم گرامی خدا کی کتاب سے بڑھکر حضرت شیعہ کی زبان
پر ہی اس روایت کو نقل کرتے ہین وہو ہذہ ملا باقر مجلسی بحار الانوار کی چودھوین جلد میں جسکا نام کتاب السماء والعالم
ہے مسعود عیاشی سے روایت کرتے ہیں (روی العیاشی عن الباقر علیہ السلام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم قال اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بابی جہل بن ہشام) یعنی امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ،
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا سے دعا کی کہ الٰہی عزت دے اسلام کو عمر بن خطاب کے اسلام لانے
سے یا ابو جہل بن ہشام کے مسلمان ہونے سے غرضکہ اب ہم اُن مجتہدین کی نسبت جنھون نے اس دعا سے انکار
کیا اور عوام کو دھوکا دیا کہین بجز اسکے کہ اُنکے مقلدین کے سامنے اُنکے انکار کو اور ملا باقر مجلسی کے اس
اقرار کو رکھدین اور یہ عرض کردیں کہ اب خود ہی انصاف کرو کہ تمھارے پہلے جھوٹے ہیں یا پچھلے ؛ رہا
امر دوم یعنی حضرت عمر کے ایمان لانے کی کیفیت اُسکے واسطے ہم اشعار حملۂ حیدریہ کو نقل کرتے ہیں اور
اہل انصاف سے چاہتے ہیں کہ اُسکے ہر ہر لفظ کو غور کریں اور انصاف فرمائیں کہ باوجود تعصب اور عناد کے
اُس مولف نے کیا کچھ لکھا ہے اور یہ کوئی نہ خیال کرے کہ حملۂ حیدریہ کتب معتبرہ سے نہین ہے بلکہ اُسکو
خود حضرت مجتہد صاحب شیعون کے قبلہ وکعبہ نے تصحیح کیا ہے اور اُسکی اصلاح اور تحشی خود حضرت سید محمد صاحب
نے فرمائی ہے اور جو کتاب مطبع سلطانی میں باہتمام مدد علی داروغہ کے لکھنؤ مین چھپی ہے اُسکی عنوان
پر یہ سب کیفیت لکھی ہوئی ہے اور اُسکے سرے پر اس کتاب کی تعریف میں لکھا ہے **ابیات**

عجایب کتابے پر از نور ہست — کہ ہر بیت آن بیت معمور ہست — بہ بزمیکہ خوانند فضلاے زمان
سخن از حلاوت شود لب گزان — مشام محبان معطر شود — دل از نور ایمان منور شود
تعالی اللہ آن بازل بی بدل — کہ آوردہ ہر نکتہ را بر محل — بو فق روایت رقم میزند
براہ دیانت قدم میزند — بہ ترجیح اخبار دارد مناط — برون نیست از جادۂ احتیاط
بہ نہجے گرفتست ایراد و دق — کہ افتادہ در جان اعدا قلق — عجب فتر ولکشای نوشت

۱؎ حملۂ حیدری جلد اول صفحہ ۲ دیباچہ سطر ۲۳ مطبوعہ سلطانی سنہ ۱۲۶۷ ہجری

۲؎ ایضاً صفحہ ۳ سطر ۱۱ و ۱۲

که پیچیده دردی هوای بهشت — معطر چو مشک تتارست این — معنبر چو باد بهارست این
ز هر نکته سازد معطر دماغ — ز هر نقطه اش میشود تر دماغ — دل آشفتگان را تماشاست این
جگر خستگان را مسیحاست این — بس ست از نعوت و صفاتش همین — که گردیده مقبول سلطان دین
فرازنده رایت اجتهاد — ز حق حجت و آیتی بر عباد — طریق شریعت مؤید از وست
که نام و نشان محمد از وست — دل سنّیان داغدارست زو — که هندوستان سبزوارست زو

بس ہم اُسی کتاب سے جسکے نور سے دل مومنین کے منور ہین حضرت عمر کے ایمان کے نور کو دکھاتے ہیں جو اندھے نہ ہون وہ دیکھین اور اُسی کتاب سے جسکی خوشبو سے دماغ محبون کے معطر ہیں حضرت فاروق کے اسلام کی خوشبو پھیلاتے ہیں جو دماغ رکھتے ہون وہ سونگھین اور ہم اُسی محقق کے قول سے جو موافق روایت کے لکھتا ہے اور جو قدم بقدم دیانت پر چلتا ہے اس روایت کو ثابت کرتے ہیں اور ہم اُسی کی تصدیق سے جسنے سنیو نکی جان کو رنج میں ڈال رکھا ہے حضرات شیعہ کو رنج دیتے ہیں اور اُسی کے کلام سے جسکا کلام شیعو نکے زخمون کے لئے مرہم ہے اُنکے دلونکو مجروح کرتے ہیں اور اُس قبلہ و کعبہ کی تصحیح اور قبولیت سے جسنے سنیون کے دلونکو داغدار کر دیا ہے اُنکے مقلدین کے دلونکو داغدار کرتے ہیں اے بھائیو اس روایت کو سنو اور دیکھو کہ حقیقت میں کیسا نور چمک رہا ہے اور سونگھو کہ در اصل کیسی خوشبو مہک رہی ہے بیشک اس روایت کی نسبت ہم بھی یہ شعر پڑھتے ہیں اشعار

بہ نہجی گرفت ست ایراد دق — کہ افتادہ در جان اعدا قلق — ز ہر نکتہ سازد معطر دماغ
ز ہر نقطہ اش میشود تر دماغ — معطر چو مشک تتارست این — معنبر چو باد بہارست این

اب ہم اُس روایت کو بعینہٖ کتاب مذکور سے نقل کرتے ہیں۔

در کیفیت ایمان آوردن عمر رض بن خطاب

عمر لعنه الله ازان از پس چند گاه — در آمد بدین رسول آله — چنان بد که بوجہل زان سرزنش
بکیفیتی شد عداوت منش — که جز قتل پیغمبر ذو الجلال — نبودش دگر هیچ فکر و خیال
یکی روز می گفت با اشقیا — که آرد کسی گر سر مصطفیٰ — هزاره اشتر از خود بہ بخشم باو
دو کوهان سیه دیده و سرخ مو — ز دیبای مصری و برد یمن — دگر سیم و زر بخشمش چند من
عمر چون شنید آن سخن گفتنش — بجنبید عرق طمع در تنش — باد گفت سوگند اگر میخوری
که از گفتهٔ خویشتن نگذری — من امروز در خدمت رسانم بجا — بیارم به پیشت سر مصطفیٰ
گرفت از ابوجہل اول قسم — پس انگاه زد در ره کین قدم — بانکار چون رفت بیرون عمر
یکی گفت با او نداری خبر — که همشیرات نیز با جفت خویش — گرفتست دین محمد به پیش

برآشفت اباحفص ازین گفتگو
بگفتا بریزم کنون خون او

سوی خانهٔ خواهر خویش رفت
چو آمد بنزدیک در پیش رفت

بیامد به پیش در و ایستاد
صدائی شنید و بآن گوش داد

شنیدا نکه میخواند مرد نکو
کلامی که نشنیده بد مثل او

دزو می گرفتند یاد آن کلام
همان خواهر و جفت او بالتمام

عمر زد در و خواهرش باز کرد
چو آمد درون شور آغاز کرد

درافتاده با جفت خواهر بجنگ
گرفتش ز حلق و بیفشرد تنگ

درآویخت داماد هم با عمر
گرفتند خصمانه هم را به بر

بجستند گه روی هم گاه پشت
لگد که زدندی بهم گاه مشت

زهم پوست کندند گه گاه مو
گهی این بزیر آمدی گاه او

ازو چون عمر بود پر زور تر
فگندش بزیر و نشست از زبر

گلوئیش به تنگی فشرد آنچنان
که نزدیک شد تا شود قبض جان

بیامد دوان خواهرش نوحه گر
بگفتش چه خواهی زما ای عمر

اگر شاد گردی زما ور ملول
نمودیم دین محمد قبول

کنون گر کشی سر بداریم پیش
ولی بر نگردیم از دین خویش

چو بشنید ازو این حکایت عمر
بدانست کو بر نگردد دگر

بگفتش چه دیدی تو از مصطفےٰ
که گشتی به دینش چنین مبتلا

بگفتا کلام خدای جلیل
که آرد باو حضرت جبرئیل

شنیدیم گردید بر ما یقین
که هست این کلام جهان آفرین

عمر گفت ازان قول معجز اساس
اگر یاد داری بخوان بی هراس

برو خواهرش آیه چند خواند
عمر گوش چون کرد حیران بماند

دلش زان شنیدن بسی نرم شد
بسودای اسلام سرگرم شد

عمر گفت دیگر بخوان زین کلام
بگفتا دگر نیست زین می بجام

ولی هست استاد ما در نهفت
که گردید پنهان چو نامت شنفت

قسم گر خوری کو که نیابد زیان
بیاریم پیشت که خواند از ان ،

چو بگرفت سوگند ازو خواهرش
بیاورد استاد خود را برش

بد از اهل اسلام نامش جناب
بیامد به نزد عمر بی حجاب

برو خواند آیات پروردگار
اباحفص اسلام کرد اختیار

چو آیات معجز بیان را شنید
همش قول کاهن بخاطر رسید

به اسلام شد رغبتش بیشتر
که آنهم شود راست چون این خبر

وزان پس بگشتند باهم روان
بنزد رسول خدای جهان

بدولت سرای پیمبر شدند
چو در بسته بد حلقه بر در زدند

یکی آمد و دید از پشت در
که استاده با تیغ بر در عمر

بنزد نبی رفت و احوال گفت
بماندند اصحاب اندر شگفت

چنین گفت پس عم خیر البشر
که غم نیست بر وی گشائید در

گر از راه صدق آمده مرحبا
وگر باشد اورا بخاطر دغا

به تیغی که دارد حمائل عمر
تنش را بیکبار سازم زسر

چو در باز کردند بر روی او

در آمد عمر با لب عذر گو　　گرفتش به بر سرور انبیا　　نشاندش بجائیکه بودش سزا

بگفتند اصحاب هم تهنیت　　وزان بشتر یافت دین تقویت　　پس اصحاب دین را شد این مدعا

که از خدمت سرور انبیا　　بسوی حرم آشکارا روند　　نماز جماعت بجا آورند،

رسید این سخن چون بعرض رسول　　ز خیر البشر یافت عز قبول

آمدن سید اخیار بتائید ملک جبار بحرم محترم و نماز گذاردن با اصحاب سعادت انتساب و آمدن قریش مرتبهٔ دیگر نزد ابوطالب رضی الله عنه و سخن گفتن از روی قهر و طیش

بیا ساقی ای رشک خلد برین　　بساط نشاطی بگیتی بچین　　زخم باده بی فکر و اندیشه ریز

سبو بر سبو شیشه بر شیشه ریز　　فرود آر ازین طاق فیروزه فام　　ز خورشید جام و ز مه نیم جام

بکن راز پوشیده را بر ملا　　به دور و نزدیک در ده صلا　　ازان می نخ هم بکامم فگن

وزان خم بعیش مدامم فگن،　　چنان مست کن زان می پر طرب　　که چو شد ز خورشید نورم ز لب

درین بزم ساقی بنور ایاغ　　فروزد بدینگونه روشن چراغ　　که کردند اصحاب چون اتفاق

برآمد رسول خدا از وثاق　　روان شد بتائید یان دین　　چو سوی حرم سید المرسلین

ببالید از بس زمین شد گمان　　که بیرون رود از بر آسمان　　ز شادی برقص اندر آمد سپهر

چو خورشید هر ذره افروخت چهر　　همی رفت جبریل بالای سر　　بفرق همایون بگسترده پر

ملائک چپ و راست در دورباش　　شیاطین ز هیبت شده پاش پاش　　به پهلو روان حمزهٔ نامدار

به پیشش علیؑ صاحب ذو الفقار　　همین رفت در پیش حیدر عمر　　حمائل همان تیغ کین بر کمر

بگرد آمده جمع یاران تمام　　برفتند زینسان به بیت الحرام　　جدار حرم سر بعرش مجید

رسانید چون گرد موکب رسید　　چو دیدند کفار زان گونه حال　　نمودند باهم بسی قیل و قال

یکی رفت از انها به نزد عمر　　برو گفت این چیست ای بدگهر　　نه ز انسان که رفتی تو باز آمدی

بکین رفتی و با نیاز آمدی،　　عمر کرد اسلام خود آشکار　　پس انگه باو گفت ای نابکار

هران کز شما جنبد از جای خویش　　به بیند سر خویش بر پای خویش　　چو کفار در یافتند از سخن

که در دل چه دارند آن انجمن،　　نهادند پا در ره امتناع　　نمودند با اهل ملت نزاع

چو دیدند آن صحبت اصحاب دین　　همه دست بردند بر تیغ کین　　ازان حال کفار پس پا شدند

دلیران دین مسجد آرا شدند　　به پیش اندر آمد رسول خدا　　نمودند یاران باو اقتدا

بنی گفت تکبیر چون در حرم　　فتادند اصنام بر روی هم　　ز تائید ایزد بمسجد نماز

ادا کرد و آمد سوے خانہ باز اے حضرات شیعہ تمکو اپنے باذل بے بدل اور اپنے قبلہ و کعبہ کے آب و گل کی قسم ہی کہ اس روایت کو دیکھو اور غور کرو کہ جو شخص اس دھوم دھام سے ایمان لاوے اور جو آدمی اس شان و شوکت سے مسلمان ہووے اُسکی نسبت کون خیال کر سکتا ہے کہ وہ منافق ہوگا یا سچے دل سے ایمان نہ لایا ہوگا یا بعد ایمان کے مرتد ہو گیا ہوگا یا ایسے شخص سے کبھی پیغمبر صاحب رنجیدہ ہوے ہونگے یا ایسے آدمی کو دشمن اسلام کا اور منافق سمجھے ہونگے دیکھو جو دعا پیغمبر صاحب نے اُنکے لئے کی تھی کیسی جلد خدا نے قبول کی اور اُسکا اثر کیسا جلد ظاہر ہوا کہ اُنکے ایمان لانے کا پہلا کام تو یہ ہوا کہ اول اول نماز جماعت کی خانہ کعبہ میں ادا ہوئی اور اخیر کا کام اُنکا یہ ہوا کہ روم و شام اور حلب او دمشق میں کلمہ کفر کا پست اور خدا کا کلمہ بلند ہوا ابتدا اسلام کی عزت بھی اونھین کی ذات سے ہوئی اور خاتمہ بھی انھین پر ہوا حقیقت میں دعا اسکو کہتے ہیں اور قبولیت، اسی کا نام ہی۔ اے یار و ذرا تو انصاف کو دخل دو اور تعصب اور عناد کو چھوڑو کہ جسکی ذات سے ایک ہزار چھتیس شہر کفر کے دار الاسلام ہوے اور جسکی بدولت ہزارون تبخانے اور گرجے ٹوٹ کر مسجدین بنگئین اور جسکے سبب سے کسری اور قیصر کے محلوں میں غلغلہ اللہ اکبر کا بلند ہوا اور جسکی وجہ سے اُنکی بیٹیاں مسلمانونکی لونڈیوں مین داخل ہوئین اور جسکی ذات سے ظلمت کفر کی دور ہوئی اور روشنی اسلام کی از شرق تا غرب پھیل گئی وہی تمھارے نزدیک منافق ہو اور اُسی کا نام تمھارے یہان دشمن خدا اور رسول ہی تو معلوم نہیں کہ پھر خدا کا دوست اور رسول کا محب کون ہو اگر حضرت عمر کی ذات نہوتی تو آج تمھارے قبلہ و کعبہ لکھنؤ مین بیٹھکر علی علی کہتے یا اجودھیا جی مین رام رام پکارتے یہ عمر ہی کی جوتیون کا طفیل ہو کہ تم خدا کی توحید سے اور پیغمبر کی نبوت سے واقف ہوے اور کفر چھوڑ کر اسلام اور ایمان کے نام سے آگاہ ہوے لیکن آفرین تمھارے احسان فراموشی پر کہ اُسی کی دشمنی کو تمنے ایمان قرار دیا ہے اور کفر کی بنیاد کھودنیوالے اور اسلام کا نیزہ گاڑنیوالے کا نام منافق اور کافر رکھا ہے حقیقت یہ ہے کہ جب شیطان نے دیکھا کہ بعد اسلام کے کفر پھیلا نہیں سکتا اور شرک صریح میں گرفتار کر نہیں سکتا تب اُسنے یہ تدبیر کی کہ لوگوں کے دلونمیں کفر کی جڑ دوسری طرح قایم کرے اور باوجود مسلمانی کے دعوے کے اُنکو اسلام سے خارج کرے تب اُسنے یہ تدبیر کی اور رفض کا عقیدہ لوگون کے دلونمیں مضبوط کیا اور جن لوگون نے پیغمبر صاحب کو مدد دی اور جنھون نے اسلام کو پھیلایا اور جنکے سایے سے شیطان بھاگا انکی عداوت دلونمیں ڈال دی تا کہ اس حیلے سے اُسکا کام نکلے اور لوگ اسلام سے نفرت کرین یا اسلام کا نام لین مگر اصل مین اُسکو چھوڑ بیٹھین ۔

چنانچہ اُس ملعون کا مطلب حضرات شیعہ سے بخوبی حاصل ہو گیا اور اُس شقی ازلی نے اُنکے دلونکو اندھا کر دیا کہ وہ ایسے اصحاب جلیل القدر کو بُرا جاننے لگے اور ایسے دوستون کو پیغمبر صاحب کے

بُرا کہنے لگے اُنکی دشمنی کو ایمان سمجھے اور انکو گالیاں دینا عبادت جانا حقیقت مین اُن لوگون نے ایمان چھوڑ دیا اور شیطان کے دام مین آکر اسلام سے ہاتھ دھو یا ورنہ جسکو ذرا بھی عقل ہوگی کیا وہ یہ نہ سمجھے گا کہ اگر وہی لوگ جو اس شدومد سے ایمان لائے کافر تھے اور وہی آدمی جنھون نے اسلام کو عرب سے لیکر عجم تک اور عجم سے لیکر ہند تک پھیلایا اسلام کے دشمن تھے تو پھر دوسرا کون مسلمان ہوسکتا ہے ضرور اسکا عقیدہ اسلام سے پھر جائیگا حقیقت مین اسلام کی حقیقت پر کوئی معتقد نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ شیعون کے عقیدے نہ چھوڑے اور پاک سنی نہ بنجاے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم مین اس مقام پر ایک اور بات شیعون کی لکھنا مناسب سمجھتا ہون تاکہ اُنکے عقیدے کی خوبی اُس سے ظاہر ہوجاے اور اُنکی دشمنی اسلام اور ایمان سے ثابت ہوجاے ✣

یہ امر تو بخوبی ثابت ہوگیا کہ حضرت عمرؓ کی ذات سے نہایت تقویت دین کی ہوئی اور اسلام کی جڑ انھین کے سبب سے مضبوط ہوئی چنانچہ صاحب حملۂ حیدریہ نے باین تعصب خود اقرار کیا ہے کما قیل مصرع ز ذات مبشر یافت دین تقویت اور ظاہر ہے کہ جسکی ذات سے دین نے تقویت پائی ہوگی اسکی ذات سے پیغمبر صاحب کو محبت بھی بدرجۂ غایت ہوگی لیکن موافق روایت شیعون کے پیغمبر صاحب کو کسی سے اس قدر عداوت نہ تھی جیسے کہ حضرت عمر سے تھی اور اُنکے مرنے کی خبر سے جسقدر حضرت کو خوشی ہوئی ایسی کسی خبر سے سُر ہوئی تھی اور جو فضائل اُس روز کے جس روز کہ حضرت عمر نے شہادت پائی پیغمبر خدا نے بیان کیئے ہین ایسے فضائل جمعہ اور عید اور روز غدیر کے بھی بیان نہین کیئے اور جو برکات اور فائدے اہل بیت کو اُس تاریخ میں ہوے ہین جس تاریخ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے وفات پائی ایسے کبھی کسی روز نہیں ہوے ✣ چنانچہ زاد المعاد میں جو معتبرین کتب شیعہ سے ہے اور ملا باقر مجلسی جسکے مؤلف ہیں اُسکے آٹھوین باب کی پہلی فصل میں ایک طول طویل روایت لکھی ہے جسکو ملا صاحب نے اپنے نامۂ اعمال کیطرح سیاہ کیا ہے اُسکا مختصر مضمون ہم لکھتے ہیں ✣

حذیفہ ابن یمان صحابی سے روایت ہی کہ مین نوین ربیع الاول کو پیغمبر صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا تو
کیا دیکھتا ہون کہ حضرت کے پاس امیر المومنین علی مرتضی اور حضرت امام حسن اور امام حسین بیٹھے ہوئے ہین
اور کھانا نوش فرمارہے ہین اور حضرت نہایت خوش ہین اور حسنین علیہما السلام سے کہہ رہے ہین کہ کھاؤ پیا کھاؤ
یہ کھانا تمکو مبارک ہو کہ آج کا دن وہ ہی جس مین خدا اپنے دشمن کو اور تمھارے جد کے دشمن کو ہلاک کرے گا

اور تمھاری مادر مشفقہ کی دعا کو قبول کریگا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج وہ دن ہے کہ خدا تمھارے شیعون اور
محبون کے اعمال کو قبول کرے گا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کی تاریخ خدا میرے اہل بیت کے فرعون کو ہلاک
کریگا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کے دن خدا تمھارے دشمنون کے عمل کو باطل کرے گا کھاؤ بیٹا کھاؤ کہ آج کی تاریخ
خدا کے اس قول کی تصدیق ہو گی فتلک بیوتہم خاویۃ بما ظلموا کہ آج کے دن گھر انکے خالی ہو گئے بسبب ظلم کے
جو اُنھون نے کیا تھا۔ حذیفہ صحابی کہتے ہیں کہ مینے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا آپ کی امت مین بھی کوئی ایسا
ہوگا حضرت نے فرمایا کہ ہان ایک بت منافقون سے انکا سر گروہ ہوگا اور دعوی ریاست کا کرے گا اور تازیانہ
ظلم و ستم کا اپنے ہاتھ مین لیگا اور آدمیون کو خدا کی راہ سے منع کرے گا اور خدا کی کتاب کو تحریف کرے گا اور
میری سنت کو بدل دیگا اور میرے وصی علی پر زیادتی کرے گا اور خدا کے مال کو ناحق اپنے اوپر حلال کریگا
اور غیر طاعت میں خدا کے صرف کرے گا اور مجھے اور میرے بھائی علی کو جھوٹا کہیگا حذیفہ نے کہا کہ یا حضرت
اگر وہ ایسا ہے تو کیون آپ اُسکے لئے دعا نہیں کرتے تاکہ وہ آپ کی زندگی میں ہلاک ہوجاوے حضرت
نے جواب دیا کہ میں خدا کی قضا پر جرأت نہین کرتا اور جو کچھ اُسنے اپنے علم میں قرار دیدیا ہے اُسکا بدلنا اس سے
نہیں مانگتا لیکن یہ خدا سے سوال کرتا ہون کہ خدا اُس روز کو فضیلت دے اور تمام دنون پر اُس دن کو عزت
بخشے ۔ چنانچہ خدا نے حضرت کی دعا قبول کی اور وحی کی کہ اے پیغمبر مین اُس دن کو افضل کرتا ہون اور علی کو
تیر اسا رتبہ اُسی کے ظلم کے سبب سے عطا کرونگا وہ شخص مجھپر جرأت کرے گا میرے کلام کو بدل دیگا میرے ساتھ
شرک کرے گا لوگون کو میری راہ سے منع کرے گا میرے ساتھ بکفر پیش آئیگا اس لیے مینے ملائکہ ہفت
آسمان کو حکم دیا کہ اُس دن کو جسمین وہ مارا جاے شیعون اور محبون کے لیے عید کرین اُس تاریخ کو میری کرسی کرامت
کو بیت المعمور کے برابر نصب کرین اور تمام شیعون کی مغفرت کی دعا کرین اور مینے تمام فرشتون کو حکم دیا ہے کہ
اُس تاریخ سے تین دن تک قلم آدمیون سے اُٹھا لین اور کوئی شخص کچھ گناہ کیون نہ کرے اُسکو نہ لکھین
اے محمد اِس دن کو مینے تیرے لیے اور تیرے شیعون کے لیے عید بنا دیا ہے انتہی ترجمتہ بلفظہ ۔ اَیُّھَا
المومنین اس روایت کو دیکھو اور شیعون کے ایمان اور انصاف اور عقل پر رو و تعجب ہے کہ زمین شق نہین
ہوتی کہ وہ سما جائین قہر کی بجلی نہین گرتی کہ وہ جل جائین طوفان غضب نہیں آجاتا کہ وہ ڈوب مرین دیکھو
پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا پر اس حدیث میں کیسی تہمت کی ہے اور خدا کے محبوب پر کیا افترا باندھا ہے خدا اس
قوم سے جسنے اپنی آنکھونکو اندھا اور کانون کو بہرا اور دلون کو غافل کر رکھا ہے اس تہمت اور افترا کا بدلا لے
درحقیقت انھین کی شان میں یہ صادق ہے کہ لہم قلوب لا یفقہون بہا ولہم اعین لا یبصرون بہا ولہم اذان
لا یسمعون بہا اولئک کالانعام بل ہم اضل اولئک ہم الغافلون کوئی دقیقہ بے ایمانی اور کفر کا نہین ہے

جو اس حدیث کے واضع نے چھوڑا ہو اور کوئی جھوٹھ اور افترا نہیں رہا جو پیغمبر صاحب کیطرف منسوب کیا ہو بھلا کون شخص ہے جو اس باتکو مانیگا کہ جس شخص کے ایمان لانے کے لیے خود ہی حضرت نے دعا کی ہو اور جسکے لیے بروایت امام باقر علیہ السلام اللّٰھمّ اعز الاسلام بعمر بن خطاب کہا ہو اور جسکے حق مین خدا نے حضرت کی دعا قبول کی ہو اور جسنے مسلمان ہوتے ہی جھنڈا اسلام کا کعبے میں گاڑ دیا ہو اور جسنے اسلام لاتے ہی حضرت کو کعبے چلنے پر مستعد کیا ہو اور جسنے تمام عمر اپنی حضرت کی محبت اور اطاعت اور فرمانبرداری میں اور اپنی ساری زندگی اسلام کے پھیلانے میں صرف کردی ہو اور جسنے دنیا کی کسی قسم کی لذت نہ اُٹھائی ہو اور جسنے خدا کی راہ مین جان دیدی ہو اُس سے پیغمبر صاحب اس قدر رنجیدہ ہون کہ اُسکے مرنے پر اسقدر خوشی کرین اور اُسکے مرنے کے دن کو عید الفطر اور عید الاضحیٰ اور عید غدیر سے بھی بڑھکر افضل جانیں اور خدا اُسکے مرنے سے اس قدر خوش ہووے کہ تین دن تک گناہوں کے لکھنے سے قلم اُٹھائے اور شیعون کو اجازت دیدے کہ اس تین دن کے عرصے میں چاہیں زنا کرین چاہیں شراب اور سوٗر نوش فرماوین چاہیں مسجدین ڈھاوین چاہیں قرآن جلاوین جو دل چاہے کرین نہ کوئی پوچھنے والا ہے نہ تبلانے والا کرام کاتبین موقوف لکھنا پڑھنا بند بس ایسی حالت میں بھی اپنی خواہشین پوری نہ کرین تو کب کرینگے خدا کے لیے انصاف کرو اور اس عقل کے دشمن ایمان کے عدو فرقے کو دیکھو کہ ان کو کسقدر شیطان نے بہکایا ہے اور اسلام کی راہ سے کسقدر دور کردیا ہے سبحان اللہ کیا دین اور کیا مذہب ہے کہ بیچارے نمازی برسون نماز پڑھتے پڑھتے مرین روزے رکھنے والے تیس دن تک گرمیوں کے دنوں میں بھوکھ پیاس کی تکلیف اٹھاوین حاجی ہزارون منزل سے مصیبت راہ کی طے کرکے کعبے میں پہنچین اور حج کرین تب صبر کے مستحق ٹھہریں اور شیعہ بھائی گھر بیٹھے زنا کرین شرابیں پئین اور ربیع الاول کی نوین تاریخ کو اپنے بابا شجاع کے نام پر حلوے کھاوین اور لعنتی کھانا نوش کرین اور سب سے زیادہ ثواب پاوین واہ کیا خدا کا عدل ہے شاید اسی سبب سے خدا کو عادل سمجھتے ہیں اور عدل کو اصول خمسہ دین میں جانتے ہیں اگر ایمان اسی کا نام ہے اور محبت اہل بیت اسی کو کہتے ہیں تو افسوس ایسے ایمان اور ایسی محبت پر اور اگر محب اور مومن ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں تو واے اُنکے حال پر مصرع

گر ولی این ست لعنت بر ولی ؀ اس روایت کی صحت اگر تسلیم کیجاے تو ضرور یہ امر بھی ماننا پڑے گا کہ پیغمبر صاحب بھی تقیہ فرماتے تھے اور وہ بھی کافرون بلکہ اپنے یاروں سے ڈرتے تھے اور خوف کے سبب سے جو کچھ اُنکے دل مین ہوتا اُسکو ظاہر نفرماتے تھے اس لیے کہ اگر خوف نہوتا تو ایسے دشمن خدا اور رسول کو جیسے کہ حضرت عمر تھے اور جنکے مرنے کی خبر سے اسقدر خوش تھے اور جنکی موت کی تاریخ کو عید اور جمعے سے افضل جانتے تھے اور جنکو فرعون

اہل بیت کہتے تھے کیون اپنی صحبت مین رکھتے اور کس لیے انکو اپنا مصاحب بناتے اور کس واسطے اُنسے ہمیشہ
صلاح اور مشورہ لیا کرتے کسی آدمی کی عقل مین یہ بات آسکتی ہی کہ پیغمبر صاحب جنکا کام خلق کی ہدایت تھا
اور احکام الٰہی کا پہنچانا جنکے اوپر فرض تھا اور امت کو نیک بد پر آگاہ کر دینا جنکے اوپر لازم تھا وہ بھی تقیہ کرتے
ہون اور خوف جان کے سبب سے عمر کا نام بھی نہ لے سکتے ہون اور باوجود اسکے کہ انکو اپنے دین کا دشمن جانا اور
جان بوجھکر انکو اپنی صحبت سے نہ نکالا اور علانیہ لوگون پر اُنکے کفر و نفاق کا حال ظاہر نہ فرمایا اور لوگون کو دھوکے
مین رکھا بلکہ برملا کہنا اور لوگون سے علانیہ اُنکے کفر و نفاق کا حال ظاہر کرنا بیک طرف اپنے گھر مین بھی
پوچھنے والے سے انکا نام نہ لیا اور دیوار ہم گوش دارد کا مضمون پیش نظر رکھکر گول گول ہی بات فرمائی
اسیواسطے حذیفہ صحابی سے سب حال تو حضرت نے فرمادیا لیکن نام عمر کا نہ لیا بلکہ اُنکے پوچھنے پر بھی جواب صاف
نہ دیا اور فقط انکی صفات بیان کرکے سکوت فرمایا اگر انکا نام حذیفہ سے کہدیا ہو تو اُسکے ساتھ ہی سکوت کی
بھی نصیحت کر دی ہو؛ تعجب ہے حضرات شیعہ سے کہ وہ مسلمانی کا نام بدنام کرتے ہین اور پیغمبر خدا پر ایسی تہمت
لگاتے ہین اور خدا اور رسول سے کچھ نہین شرماتے خانہ خراب ہو تقیے کا جس سے کسی کو محفوظ نہین جانتے اور پیغمبر صاحب
پر بھی اسکا افترا کرتے ہین حالانکہ خود اُنکے علما کا اقرار ہے کہ پیغمبر صاحب تقیہ نہ کرتے تھے بلکہ وہ تقیے سے ممنوع
تھے چنانچہ ہم بحث تقیے مین اسکا ذکر کرینگے اور حقیقت مین اگر پیغمبر صاحب بھی تقیہ کرتے ہوتے اور وہ
کافرون سے ڈرتے ہوتے اور جو بات سچ ہے اُسکو زبان پر نلاتے تو دین کیونکر جاری ہوتا اور مذہب اسلام
کیونکر پھیلتا اور لوگونکو حضرت کی صداقت پر کسطرح یقین رہتا پس جبکہ پیغمبر خدا نے ابتداے نبوت مین تقیہ
نہ کیا اور باوجود تکلیف اٹھانے کے کفار کے ہاتھ سے اُنکے کفر کی برائی اور انکے بتونکی ہجو کو ترک نکیا اور
سب طرح کے صدمونکو صرف اسی بات پر گوارا فرمایا اور بعد ہجرت کے اور شروع ہونے جہاد کے کفار و منافقین
کو قتل کیا اور جو واجب القتل معلوم ہوا اُسکے خون کو ہدر کیا اور انکے نام لیکر لوگونکو اُنکے قتل پر آمادہ کیا اور حضرت
عمر کو باوجود جاننے اس امر کے کہ اُنسے بڑھکر کوئی کافر اور منافق نہین ہے اور اُنسے زیادہ کوئی دشمن خدا اور رسول
نہین ہی کبھی اپنی آغوش سے جدا نہ کیا اور سواے تعریف کے کبھی انکی برائی کا کلمہ بھی زبان مبارک پر نہ لائے
تو ظاہر ہے کہ اس سے بڑھکر اور کیا خوف ہوگا اور حضرت سے زیادہ تقیہ کون کرے گا؛ مین اس مقام
پر چند اشعار حملۂ حیدریہ کے لکھتا ہون جس سے معلوم ہو کہ پیغمبر خدا کفار کی برائیون کے ظاہر کرنے اور اُنکے
معبودون اور بتونکی ہجو کرنے مین کچھ کسی کا خیال نکرتے تھے اور ہرچند کوئی سمجھاتا اُس سے باز نہ آتے تھے کما قیل اشعار

بفرمود[۱] اگر قوم از آسمان ‏ بیارند خورشید را تا جہان ، ‏ گذارند بر دست من ہدیہ وار
نہ بندم لب از امر پروردگار ‏ بجز طعن اصنام و وصف اله ‏ بجز لعن آباے گم کردہ راہ

[۱] حملۂ حیدری جلد اول صفحہ ۱۶ سطر ۱۰ مطبوعہ مطبع سلطانی سنہ ۱۲۶۷ ہجری ۱۲ منہ

زمن قوم حرف دگر نشنوند　　اگر نیک دانند اگر بد برند

اور پھر یہی مولف آیندہ پیغمبر صاحب کے اظہار دعوت میں لکھتا ہے اشعار

بدعوت شد آمادہ ترا ز نخست　　کمر بستہ در کار خود سخت چست
بیا سود یکدم ز ارشاد خلق　　نہ تنگ آمد از جور بیداد خلق
بہ صبح و بشام و بروز و بشب　　نمودے بحق قوم خود را طلب
نہ از طعن اصنام بستے زبان　　نہ از لعن بر زمرۂ کافران
نہ کردی ازان ناکسان احتراز　　نمودے ادا آشکارا نماز
چو در شان قومی شقاوت نشان　　در احوال آباے آن گمرہان
ز نزد خدائے جہان آفرین　　بسوے نبی جبرئیل امین
رسانیدے آیات قہر و عقاب　　بخواندے بر ایشان نبی بیحجاب
شدی خون ازین غم دل مشرکان　　فتادی ازان غصہ آتش بجان
تلافی نمودندے آن اشقیا　　بدست و زبان با شہ انبیا
ولیکن بتائید یزدان پاک　　نبی را از ایشان نہ بد ہیچ باک
بدانسان کہ در کار خود بود بود　　خدائی جہان را چنان می ستود

اے حضرات شیعہ پیغمبر صاحب کے وعظ و ارشاد پر غور کرو اور تبلیغ دعوت پر خیال کرو اور سوچو کہ ابتدائے زمانہ نبوت میں جب نہ کوئی یار تھا نہ مددگار نہ فوج تھی نہ لشکر چھوٹی چھوٹی بات میں تو پیغمبر صاحب اپنی جان اور عزت کا خیال نکریں اور جس قوم اور جس شخص کی برائی اور کفر میں جبرئیل پیام خدا کا لادین اسکو صاف صاف کہدین اور اخیر زمانے مین جب کہ ہزارون شخص مسلمان اور لاکھون آدمی مطیع موجود ہون اور سلاطین اور بادشاہان زمین بھی خائف اور ترسان ہون اسوقت پیغمبر خدا حضرت عمرؓ سے اسقدر ڈرین کہ باوجود انکے نفاق و کفر کے اسکا ذکر بھی کسی سے نفرمادین اور سوائے حذیفہ کے وہ بھی گھر میں بیٹھکر کسی سے کچھ ارشاد نکرین بلکہ لوگون سے کہنا کیسا خود عمرؓ کو کبھی اپنے پاس سے جدا نہ کرین اور ہمیشہ اُنسے صلاح و مشورہ لیتے رہیں اور جنکے حق مین خدا نے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ فرمایا ہو انمین حضرت عمرؓ کو داخل کرین۔ اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ خدا کا حکم نہ تھا کہ یہ امر ظاہر کیا جاے تو ہم کہتے ہین کہ سلام ہے اُس خدا کو جو عمرؓ سے ڈرتا تھا اور جو ایسی بڑی بات کو صرف ایک آدمی کے خوف سے ظاہر نہ کر سکتا تھا اور پیغمبر صاحب کو اُسپر خاموش رہنے کے لیے تاکید فرماتا تھا اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ پیغمبر خدا نے یہ خیال کر کے کہ لوگ نہ مانینگے بلکہ اُنکے کفر و نفاق ظاہر کرنے سے سب لوگ پھر جاوینگے اسکا علانیہ ذکر نہین کیا تو اس بات کو ہم نہین مانتے اس لیے کہ پیغمبر صاحب کا کام تھا ہر ایک امر کا ظاہر کر دینا باقی ماننا نہ ماننا امت کے اختیار مین تھا اگر پیغمبر خدا حضرت عمرؓ کے کفر و نفاق کو ظاہر کر دیتے اور سب کو اُسپر آگاہ فرما دیتے تو حضرت کی حجت تو ختم ہو جاتی اور اگر کوئی نمانتا تو اُسکا قصور ثابت ہوتا یہ فضائل جو روز قتل حضرت عمرؓ کے پیغمبر خدا نے حذیفہ سے بیان کیے ایسے تھے کہ حضرت کو لازم تھا کہ تمام مسلمانون کو

جمع کرتے اور خم غدیر کے خطبے کیطرح منبر پر چڑھکر حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر اسکا خطبہ پڑھتے اور سب لوگون کو آگاہ کرتے کہ یہ عمر جو میرے پاس ہی کافر اور منافق ہی اور فرعون میرے اہل بیت کا ہی اسکو خوب پہچان رکھو یہ میرے اہل بیت پر ظلم کرے گا تازیانۂ جور و ستم ہاتھ مین لیگا حق میرے بھائی علی کا غصب کریگا اسکے مرنے کے دن کی یہ فضیلتین خدا بیان کرتا ہے اگر حضرت ایسا کرتے تو حق رسالت ادا کرتے سبحان اللہ پیغمبر جناب ذرا ذرا سی بات کو تو علانیہ بیان کردین اور ایک ادنی ادنی منافق کے واسطے خدا آیتین نازل کرکے انکو مشہور اور بدنام کرے اور حضرت عمرؓ سے منافق کے لیے ولعوذ باللہ منہ نہ خدا کوئی آیت نازل کرے نہ پیغمبر صاحب کچھ زبان سے فرمادین افسوس ایسی سمجھ پر اور تف ایسے عقیدے پر کہ جسکے نہ اصول درست ہین نہ فروع ۔ شعر

فروعت محکم آمد نے اصول ❊ شرم بادت از خدا و از رسول

امر سوم اصحاب کے تابعین کی فضیلتین اور انکی نشانیان،

اس دعا میں جسطرح پر امام زین العابدین علیہ السلام نے پیغمبر خدا کے صحاب پر درود بھیجا ہے اسی طرح پر انکے تابعین کے حق مین رحمت کی طلب کی ہو چنانچہ یہ الفاظ امام صاحب کی دعا کے ہین (اللھم واوصل الی التابعین لھم باحسان الذین یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان خیر جزائک الذین بقصد واسمتھم وتحروا وجہتھم ومضوا علی شاکلتھم لم یثنھم ریب فی بصیرتھم ولم یختلجھم شک فی قفو آثارھم والایتمام بھدایۃ منارھم مکانفین وموازرین لھم یدینون بدینھم ویھتدون بھدیھم یتفقون علیھم ولا یتھمونھم فیما ادوا الیھم) کہ خداوندا انکی تبعیت کرنے والونکو جزا خیر دے جو کہ دعا کیا کرتے ہین کہ پروردگارا مغفرت کر ہماری اور ہمارے اُن بھائیون کی جو ہم مین سے ایمان مین سبقت لے گئے ہین کیسے تابعین جو اصحاب کی چال پر چلتے ہین اور اُنکے آثار کی پیروی کرتے ہین اور اُنکی ہدایت کی نشانیونکی اقتدا کرتے ہین جنکو کوئی شک انکی خوبی میں نہین ہوتا اور کیسے تابعین جو اپنا دین ویسا ہی رکھتے ہین جیسا کہ اصحاب کا تھا اور اُنسے اتفاق رکھتے ہین اور اصحاب پر کچھ تہمت نہین کرتے۔ ہر آن الفاظ سے صاف ظاہر ہو کہ بعد اصحاب کرام کے رتبہ تابعین کا ہے اور وہی سب امت سے افضل ہین اور انکی نشانیان وہی ہین جو کہ امام علیہ السلام نے بیان کردین پس اب اسمین تو کچھ شبہہ باقی نہین رہا کہ امت محمدی میں وہی گروہ سب سے افضل ہے جو کہ اصحاب کی تبعیت کرے اور وہی فرقہ اصل راہ پر ایمان کے ہے جو قدم بقدم صحابہ کے چلا اب یہ امر باقی رہگیا کہ وہ فرقہ جو صحاب کی چال پر چلتا ہے کونسا ہے وہ ہے جسکا نام اہل سنت ہی یا وہ جسکا نام شیعہ ہی اور یہ امر دونون کے عقائد پر نظر کرنے سے طے ہو سکتا ہو پس سنیون کے عقیدے وہی ہین جو کہ امام نے اپنی دعا میں بیان فرمائے کہ وہ صحاب کے تابع ہین اور اصحاب کے حق مین دعا خیر کرتے ہیں اور انکو ایمان مین سابق اور مقدم جان کر انکے لیے

رحمت طلب کرتے ہیں اُنکے آثار کی پیروی کرتے ہین اُنکو اچھا جانتے ہین اور شیعون کے عقیدے بالکل خلاف
اسکے ہین وہ اصحاب کو بُرا جانتے ہین انکو بُرا کہتے ہین انپر تبرا کرتے ہین اُنکو منافق اور کافر جانتے ہین اُنکی پیروی
کو کفر سمجھتے ہین انکی خوبیون مین شک و شبہہ رکھتے ہین اور اُنپر ہر طرح کی تہمتین لگاتے ہیں غرضکہ جو شخص عقل و ایمان
رکھتا ہو اُسکو لازم ہی کہ وہ اول امام کی دعا کے الفاظ پر غور کرے بعدہ سنیون اور شیعون کے عقیدون پر
غور کرے تب انصاف کرے کہ امام کے قول کے مطابق سنی حق پر ہین یا شیعہ +

تیسری شہادت

شیعونکی معتبر ترین تفسیر مین جسکو وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کیطرف منسوب کرتے ہین لکھا ہے (ان اللہ
اوحی الی آدم ان اللہ لیفیض علے کل واحد من محبی محمد و آل محمد و اصحاب محمد مالو قسمت علی کل عدد ما خلق اللہ
من طول الدہر الی آخرہ و کانوا کفارا لادا ہم الی عاقبۃ محمودۃ و ایمان باللہ حتی لیستحقوا بہ الجنۃ و ان رجلا من یبغض آل محمد
و صحابہ او واحدا منہم لعذبہ اللہ عذابا لو قسم علے مثل خلق اللہ لاہلکہم اجمعین) ترجمہ خدائے عز و جل نے وحی کی
آدم پر کہ خدا اُن لوگون پر جو محبت رکھتے ہین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اور اُنکی آل سے اور اُنکے اصحاب سے
ایسی رحمت نازل کریگا کہ اگر وہ تقسیم کیجاوے اوپر تمام مخلوقات کے اول سے آخر تک تو وہ کافی ہو اور اگر سب
کفار ہون تو اُنکی عاقبت بھی اچھی ہو جاوے اور وہ مومن ہو جاوین اور اگر کوئی آدمی دشمنی رکھے گا ساتھ
آل محمد کے اور اصحاب محمد کے یا ایک سے بھی اُنمین سے تو خدا اُسپر ایسا عذاب نازل کرے گا کہ اگر وہ عذاب
نازل ہو تمام مخلوقات پر تو وہ سب کے سب ہلاک ہو جاوین +

چوتھی شہادت

اُسی تفسیر مین لکھا ہے (لما بعث اللہ موسی بن عمران و اصطفاہ نجیا و فلق لہ البحر و نجی بنی اسرائیل و اعطاہ التوراۃ
و الالواح رای مکانہ من ربہ عز و جل فقال یا رب لقد اکرمتنی بکرامۃ لم تکرم بہا احدا من قبلی فہل فی انبیائک
عندک من ہو اکرم منی فقال اللہ تعالی یا موسی اما علمت ان محمدا افضل عندی من جمیع خلقی فقال موسی فہل فی
آل الانبیاء اکرم من آلی فقال عز و جل یا موسی اما علمت ان فضل آل محمد علی آل جمیع النبیین کفضل محمد علے جمیع
المرسلین فقال یا رب ان کان فضل آل محمد عندک کذلک فہل فی صحابۃ الانبیاء عندک اکرم من صحابی
فقال یا موسی اما علمت ان فضل صحابۃ محمد علے جمیع صحابۃ المرسلین کفضل آل محمد علی آل جمیع النبیین فقال موسی
ان کان فضل محمد و آل محمد و صحاب محمد کما وصفت فہل فی امم الانبیاء افضل عندک من امتی ظللت علیہم الغمام و
انزلت علیہم المن و السلوی و فلقت لہم البحر فقال اللہ یا موسی ان فضل امۃ محمد علی امم جمیع الانبیاء کفضلہ علی خلقی) ترجمہ
جبکہ خداوند تعالی نے حضرت موسی ابن عمران کو مبعوث فرمایا اور اُنکو برگزیدہ کیا اور اُنکے سبب سے دریا کو پھاڑ دیا

اور بنی اسرائیل کو نجات دی اور توریت اور لوح انکو عطا کی تب حضرت موسیٰ نے اپنا رتبہ دیکھکر خدائے عزوجل
سے عرض کی کہ یا آلہی تو نے مجھکو ایسی بزرگی دی ہی کہ کسی اور نبی کو پہلے نہین دی تیرے یہان مجھ سے زیادہ
اور کسی کی بھی بزرگی ہو خداوند تعالی نے جواب دیا کہ اے موسی تحقیق معلوم نہین کہ محمد میرے نزدیک تمام
مخلوقات سے افضل ہین تب حضرت موسی نے عرض کی کہ کسی نبی کی آل میری آل سے بزرگتر ہے جواب ہوا
کہ تم نہیں جانتے کہ فضیلت آل محمد کی سب انبیا کی آل پر ایسی ہو جیسے کہ انکو فضیلت سب پیغمبرون پر ہی تب
حضرت موسی نے عرض کی کہ آلہی میرے صحاب سے زیادہ تیرے نزدیک اور کسی نبی کے صحاب کا رتبہ ہو جواب ہوا
کہ اے موسیٰ تم نہین جانتے کہ فضیلت صحاب محمد کی تمام انبیا کے اصحاب پر اُس طرح ہے جسطرح کہ فضیلت آل محمد
کی سب انبیا کی آل پر ہی تب حضرت موسیٰ نے عرض کی کہ اگر فضیلت محمد اور آل محمد اور اصحاب محمد کی ایسی ہو
جیسی کہ تو نے ارشاد فرمائی پس کسی نبی کی امت میری امت سے زیادہ افضل ہو جن پر تو نے بادلون کا سایہ
کیا جن پر من و سلوی نازل کیا جنکے لیے دریا کو پل کردیا خداوند تعالی نے فرمایا کہ فضیلت امت محمد کی سب
انبیا کی امت پر اتنی ہے جتنی کہ مجھکو میری خلقت پر فضیلت ہو ÷ اِن دونون روایتون سے دو باتین ثابت ہوئین
اول یہ کہ جو شخص پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب سے دشمنی رکھے وہ مستوجب عذاب کا ہے اور عذاب
بھی ایسا کہ جس سے تمام دنیا ہلاک ہو جاوے اور جو دوستی رکھے وہ مستحق ثواب کا ہو اور ثواب بھی کیسا کہ جس سے
کفار کی عاقبت بنجاوے ÷ دوسری یہ کہ اصحاب نبی کی فضیلت اور نبیون کے اصحاب پر ایسی ہو جیسی کہ فضیلت
پیغمبر صاحب کے آل کی اور پیغمبرونکی آل پر اور ان دونون باتون کے ثابت ہونے سے مذہب شیعون کا باطل
ہو گیا اس لئے کہ مدار اُنکے مذہب کا صحابہ کی دشمنی اور اُنکے بُرا جاننے پر ہے جو شخص اصحاب سے دشمنی رکھے
وہی پکا مومن ہو اور جو انکو سب سے بُرا جانے وہی سچا شیعہ ہے پس ان دونون روایتون سے جسکے راوی
امام حسن عسکری علیہ السلام ہین اور جو شیعون کے اقرار سے صحیح اور مستند روایت ہو حضرات شیعہ کو سوائے
دو امرون کے تیسرا چارہ باقی نہین رہا کہ اصحاب کو بہتر جانیں اور انکی فضیلت کے قائل ہوں اور اُنسے
محبت رکھین تاکہ وہ مستحق ثواب کے ہون یا کہ انکو بُرا جانین اور اُنسے دشمنی رکھیں تاکہ مستوجب عذاب
کے ہون لیکن حضرات شیعہ جب تک کہ اپنا مذہب ترک نہ کرینگے اور سنیون کے شریک نہو جاوینگے
تب تک وہ فضیلت صحابہ کے قائل نہونگے کوئی شخص باوجود اقرار فضیلت صحابہ کے شیعہ
رہ نہیں سکتا تمام علمائے شیعہ عبداللہ بن سبا کے وقت سے لیکر جناب قبلہ و کعبہ کے عصر تک
اسی فکر میں مر گئے کہ اصحاب کے معائب تلاش کرین اور انکی برائیان ثابت کرین اور اُنکے فضائل
سے انکار کرین اگر کسی کو انکار ہو تو وہ ذرا تکلیف گوارا کرے اور شیعونکی کتابون کو اُٹھا کر دیکھے

کوئی ورق نہوگا جسمین اصحاب کی برائیان نہون کوئی صفحہ نہ ملیگا جسمین اُنپر تبرا نہو جناب مجتہد صاحب
قبلہ صوارم مین ارشاد فرماتے ہین کہ (اما احادیث فضائل صحابہ از طریق امامیہ باوجود کثرت احادیث
مختلفہ در ہر امر جزئے از جزئیات اصلیہ و فرعیہ اگر تمام کتب احادیث امامیہ ورقا ورقا بہ نیت تفحص بمطالعہ
در آرند مظنون آنست کہ زیادہ از سہ چہار حدیث کہ سروپا درست نداشتہ باشد دست بہم ندہد اما احادیث
مثالب معائب آنہا پس بلا اغراق انیست کہ متجاوز از ہزار حدیث باشد) اے اہل انصاف ذرا آنکھ
کھولو اور نیند سے چونکو اور حضرات شیعہ کے حال کو دیکھو کہ خود ہی اپنے اماموں کیطرف سے روایت کرتے
ہین کہ پیغمبر صاحب کے اصحاب کا رتبہ سب سے بڑھکر ہے اور کسی اور نبی کے یار اُنکے درجے کو نہیں پہونچتے
اور جو اُنسے محبت رکھے وہ ناجی اور جو دشمنی رکھے وہ ناری ہے اور پھر خود ہی یہ فرمادین کہ کوئی آیت
کوئی حدیث کوئی روایت اُنکے فضیلت مین نہین ہے اور جو ہے وہ بے سروپا ہے بلکہ ہزار ہا احادیث
اُنکی برائیون مین ہین اگر ہم ہزار برس تک سوچین اور اس مشکل عقدے کو حل کرنا چاہین مگر نہ ہماری سمجھ
اس مسئلے تک پہونچ سکتی ہے نہ ہمسے یہ گرہ کھل سکتی ہے اگر حقیقت میں ہمارے پیغمبر کے صحاب
ایسے افضل ہیں کہ کسی پیغمبر کے اصحاب اُنکے درجے تک نہیں پہونچتے اور اُنکی دشمنی باعث عذاب اور
اُنکی دوستی ذریعۂ ثواب ہے تو چاہیئے کہ قول سنیونکا درست ہو اور ایسے بزرگون کی تعریف مین اگر
ہزارون احادیث اور لاکھون روایتین منقول ہون تو بھی تھوڑی ہیں اور اگر قول شیعونکا صحیح ہے
تو چاہیئے کہ ایسے شخصونکی دشمنی باعث نجات اور دوستی موجب ہلاکت ہووے لیکن درحقیقت یہ
قول مجتہد صاحب کا محض غلط اور بالکل باطل ہے اس لیئے کہ خود شیعونکی کتابونسے ہزار ہا احادیث اور اقوال
فضائل میں صحابہ کے ہم نکال سکتے ہیں چنانچہ اسی رسالے مین ہم اپنے اس قول کو ثابت کرینگے اور
صدہا روایتین فضیلت صحابہ کی کتب شیعہ سے نکالکر مجتہد صاحب کے مقلدین کی خدمت میں پیش
کرکے قبلہ و کعبہ کے قول کی تکذیب کرینگے اگر کوئی شیعہ تعجب کرے کہ کیونکر ہمارے علمانے صحاب
کی فضیلت بیان کی ہے اور کسطرح اُنکی تعریف کی روایتون کی تصدیق فرمائی ہے تو اُسکے واسطے
ہم ایک قاعدہ مسلمہ مجتہد صاحب کو بیان کرتے ہیں کہ وہ صوارم میں فرماتے ہیں کہ اگرچہ کسی اہل مذہب
سے جو کہ کسی کے فضائل کا اعتقاد رکھے اُسکے معائب کے روایات کی توقع رکھنا یا جس کسی کے وہ
معائب کا معتقد ہو اُسکے فضائل کے اقرار کی امید رکھنا بیجا ہے لیکن خدانے اپنی حجت تمام کرنے کے واسطے
سُنیونکو مجبور کردیا کہ اُنھون نے اصحاب کی برائیونکو خود ہی روایت کیا چنانچہ الفاظ اُسکے یہ ہین (ہرچند از اہل مذہبیکہ
روایات مطاعن شخصی کند توقع روایت فضائل آنشخص داشتن بیجاست و ہمچنین بالعکس لیکن جناب حق سبحانہ

ف
صوارم مطبوعہ
کلکتہ ورق ۱۰۵
سطر ۱۰
۱۲

تعالی اتماماللحجۃ قلوب مخالفین جناب امیرالمومنین علیہ السلام چنان مسخر گردانیدہ کہ باوجود انیکہ بنابر پیش آمدد تقرب سلاطین بنی عدی وتیم وبنی امیہ اخبار فضائل آنہار ابسیار وضع نمودہ اندچون دروغگورا حافظہ نمی باشد ہمان مخالفین از غایت ناقباحت فہمی باعجاز جناب امیرالمومنین باز مثالب اصحاب ثلثہ واتباع ایشان راہم مذکور ساختہ اند وعلما ومحدثین ایشان چنین احادیث واخبار رادر کتب ومصنفات خود مندرج فرمودہ اند)

ہم اسی قاعدے کو تسلیم کرتے ہین اور کہتے ہین کہ خدا نے اپنی حجت تمام کرنے کے لیے شیعونکو مجبور کردیا کہ انھون نے صحاب کی بزرگیان اور فضیلتین اپنی کتابونمین ایمہ کرام کی زبان سے روایت کیں (ہرچند از اہل مذہبیکہ روایات مطاعن شخصی کند توقع روایات فضائل آنشخص داشتن بیجاست وہم چنین بالعکس لیکن جناب حق سبحانہ تعالی اتماماللحجۃ قلوب مخالفین صحابہ کبار چنان مسخر گردانیدہ کہ باوجود انیکہ بضرورت ترویج عقائد عبداللہ بن سبا وشیعیانش اخبار مثالب صحابہ ابسیار وضع نمودہ اند چون دروغگورا حافظہ نمی باشد ہمان مخالفین از غایت نافہمی باعجاز جناب امیرالمومنین باز فضائل اصحاب ثلثہ واتباع ایشان راہم مذکور ساختہ اند و، علمائے محدثین ایشان چنین احادیث واخبار رادر کتب ومصنفات خود مندرج فرمودہ اند)

پانچوین شہادت

شیخ ابن بابویہ قمی نے کتاب معانی الاخبار مین امام موسیٰ رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے (عن الحسن ابن علی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ابابکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفواد) ترجمہ امام حسن علیہ السلام روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر بمنزلہ میرے سمع کے ہے اور عمر بمنزلہ بصر کے اور عثمان بمنزلہ دل کے اور جب کہ حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کا امام حسن کے قول سے بمنزلہ پیغمبر خدا کے سمع وبصر اور دل کے ہونا ثابت ہوا تو پھر انسے محبت نہ رکھنا درحقیقت پیغمبر خدا سے محبت نہ رکھنا ہے اور انسے عداوت رکھنا دراصل پیغمبر خدا سے دشمنی رکھنا ہے۔ سننے والون کو تعجب ہوگا کہ امام حسنؑ کی روایت سے علمائے شیعہ نے کیونکر ایسی حدیث کو اپنی کتابون مین ذکر کیا اور انتظار ہوگا کہ اگر اسکو نقل کیا ہے اور اسکی صحت کو تسلیم کرلیا ہے تو اسکا کیا جواب دیا ہے اسلیئے ہم اس جواب کو بیان کرتے ہین وہ جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے ان الفاظ کے بعد جنکو اوپر ہمنے نقل کیا یہ الفاظ اور بڑھائے ہین اور انھین کو جواب اس حدیث کا تصور کیا ہے (فلما کان من الغد الخ) ترجمہ امام حسنؑ فرماتے ہین کہ جب دوسرا دن ہوا تب مین حضرت کی خدمت مین حاضر ہوا اسوقت امیرالمومنین علی علیہ السلام اور ابوبکر اور عمر اور عثمان موجود تھے مین نے حضرت سے عرض کی کہ اے پدر بزرگوار مینے کل آپ کی زبان سے سنا جو کچھ آپنے ان اصحاب کی نسبت فرمایا وہ کیا ہی

۷

عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ ان ابابکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفؤاد فلما کان من الغد دخلت علیہ وعندہ امیرالمومنین وابوبکر وعمر وعثمان فقلت لہ یا ابت سمعتک تقول فی اصحابک ہؤلاء قولا فما ہو فقال نعم ثم اشار الیہم فقال انہم السمع والبصر والفؤاد وسیسألون عن ولایۃ وصیی ہذا واشار الی علی بن ابی طالب ثم قال ان اللہ عز وجل یقول ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا ثم قال وعزۃ ربی ان جمیع امتی لموقوفون یوم القیامۃ ومسئولون عن ولایتہ وذلک قول اللہ عز وجل وقفوہم انہم مسئولون ۱۲

حضرت نے فرمایا کہ ہان بیٹے کہا ہے بعد اسکے حضرت نے انکی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ یہی سمع اور بصر اور دل
ہین اور اس وصی یعنی علی کی محبت سے سوال کیئے جائینگے اور یہ کہکر آیت پڑھی کہ خدائے عز و جل فرماتا ہے
کہ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا بعدہ فرمایا کہ قسم ہے مجھکو اپنے پروردگار کے عزت
کی کہ تمام امت میری قیامت کے دن کھڑی کیجاوے گی اور اُنسے سوال علی کی محبت سے ہوگا اور یہی مطلب ہے
خدا کے اس قول کا کہ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ کہ کھڑا کرو انکو ابھی انسے پوچھنا ہے۔ اس حدیث کے
ان الفاظ زائد کو ہم چند دلیلون سے صحیح نہین جانتے اور اسکو دوسرے دنکا جما یا ہوا فقرہ سمجھتے ہین۔
(پہلی دلیل) اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اول روز جب امام حسن نے حضرت سے سنا کہ ابوبکر بمنزلہ سمع
کے اور عمر بمنزلہ بصر کے اور عثمان بمنزلہ دل کے ہین تو اُس روز کچھ استفسار نہ کیا دوسرے دن پوچھنے کا
کیا سبب ہے اگر امام حسن کو پوچھنا ہوتا تو اُسی وقت پوچھتے اگر یہ خیال کیا جاوے کہ پہلے دن بسبب موجود
ہونے خلفائے موصوفین کے اُنکے خوف سے نہ پوچھا تو دوسرے دن بھی اسی حدیث سے انکا موجود ہونا
ثابت ہوتا ہے اگر انکا خوف تھا تو گھر مین پوچھتے کہ یا حضرت آج آپنے اُنکے سامنے ایسا ایسا فرمایا اسکی
حقیقت کیا ہے نہ کہ پھر مجلس مین انھین کے سامنے استفسار کرتے اس سے صاف ظاہر ہو کہ یہ فقرہ دوسرے
دن کا جما یا ہوا ہے * (دوسری دلیل) اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اول روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے
صرف تشبیہ اور تمثیل پہ قناعت فرمائی اور حضرات خلفاء ثلثہ کو بمنزلہ سمع اور بصر اور فواد کے کہکر سکوت کیا تو یہ
فرمانا یا دل سے تھا یا براہ تقیہ یا بطور استہزا اگر دل سے تھا جیسا کہ ہم سمجھتے ہین فنعم الوفاق جھگڑا طے ہوا اگر براہ
تقیہ تھا تو اول پیغمبر خدا کی نسبت تقیہ کرنا ثابت ہوا حالانکہ خود حضرات شیعہ اُسکے قائل نہین دوسرے
اگر پہلے دن حضرت نے براہ تقیہ فرمایا تھا تو دوسرے دن بھی وہی سبب تقیے کا یعنی حاضر ہونا اُن خلفا کا جنکے
خوف سے یا جنکے خوش کرنے کو حضرت نے ایسا کچھ فرمایا موجود تھا اگر بطور استہزا تھا تو پیغمبر صاحب کی نسبت
مسخرگی اور ٹھٹھے بازی کا اطلاق کرنا ہے اور یہ سوائے شیعون کے دوسرے سے نہیں ہو سکتا وہ جو چاہین
پیغمبر صاحب پر تہمت کرین (تیسری دلیل) پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والسلام جو کچھ فرماتے تھے اور کہتے
تھے وہ صاف صاف کچھ لگی لپٹی نہ رکھتے تھے اور کسی کو دھوکا نہ دیتے تھے اور کسی کو شبہہ میں نہ ڈالتے تھے
پس اگر دوسرے دن کے جمائے ہوئے فقرے کو ہم صحیح مانین تو گویا پیغمبر صاحب پر تہمت کرین اس لیے کہ اگر
دوسرے دن امام حسن استفسار نکرتے اور پیغمبر صاحب اصل مطلب نبتاتے تو لوگ شبہہ میں رہتے اور حضرت کے
کلام کو صدق اور صفائی پر قیاس کرکے حضرات ابوبکر صدیق اور عمر فاروق اور عثمان ذی النورین رضی اللہ
تعالی عنہم کو بمنزلہ سمع اور بصر اور دل کے سمجھتے جیسا کہ اُن لفظون سے جو حضرت نے فرمائے معلوم ہوتا ہے

پس کیا کوئی ایمان رکھنے والا پیغمبر صاحب پر ایسی تہمت کرسکتا ہے اور جسکا کلام صاف بیان کردینے اور لگی لپٹی نہ رکھنے کا ہو اُسکی باتون کی ایسی تاویل کرسکتا ہے نعوذ باللہ من ذلک ٭ حقیقت یہ ہے کہ حضرات شیعہ نے دین کو مسخریہ اور ٹھٹھے مین ڈالدیا ہے اور پیغمبر خدا کی احادیث اور کلام اللہ کی آیات کو تحریف اور تغیر کرکے بدل دیا ہے نہ خدا کے کلام کو کلام مبین جانتے ہین نہ پیغمبر صاحب کی حدیث کو صاف سمجھتے ہین سب مین شک اور شبہہ کرتے ہین اور سب کو ذوجہتین اور ذومعنیین جانتے ہین چونکہ بناء مذہب تشیع نفاق اور جھوٹھ پر ہے اس لیئے سبکو اپنا ہی ساجانکر ایسی تاویلات کرتے ہین ورنہ کون شخص ہو کہ پیغمبر صاحب کی نسبت ایسا کہیگا کہ وہ ایک روز کچھ کہتے تھے دوسرے دن اُسکی کچھ تاویل کرتے تھے فرض کرو کہ اگر کسی شخص نے پہلے ہی دنکی باتین سنی ہون اور اُسنے پیغمبر صاحب کو ہادی اور نبی سمجھکر اُنکے کلام کو حق جانا ہو حالانکہ بقول شیعون کے وہ حق نہ تھا اور اُسکا مطلب دوسرا ہی تھا جسکو دوسرے دن حضرت نے امام حسن کے پوچھنے پر بتلایا اور وہ شخص دوسرے دن حضور مین حضرت کے حاضر نہوا ہو اور اُسنے پیغمبر خدا کی زبان سے اُس مجمل فقرے کی شرح نہ سنی ہو تو اُسکے دل مین جو یقین اُس کلام کی صحت پر ہو گیا ہو اور جسکے سبب سے وہ گمراہ ہوا ہو اُسکا الزام کس پر ہوگا اُسی سننے والے بیچارے پر یا معاذ اللہ معاذ اللہ حضرت پر ٭ (چوتھی دلیل) معلوم نہیں کہ امام حسن کو دوسرے دن استفسار کی کیا ضرورت تھی شاید حضرات شیعہ یہ فرماوین کہ امام حسن جانتے تھے کہ وہ اصحاب جنکی نسبت حضرت نے ایسی تمثیل و تشبیہ دی ہے منافق اور کافر تھے و نعوذ باللہ منہ اور اُنھین کی نسبت حضرت نے ایسا کچھ فرمایا تو اُنکو تعجب ہوا اس لیئے اُسکے رفع کرنے کے لیئے یہ پوچھا مگر یہ بات لائق تسلیم کرنے کے نہین ہے اس لیئے کہ پیغمبر خدا نے اکثر اُن اصحاب کی تعریف کی ہے اور اُنکی ثنا اور صفت بیان فرمائی ہے کہ جسکو خود امامیہ نے اپنی سند سے روایت کیا ہے اور جسکو جا بجا ہمنے نقل کیا اور نقل کرینگے انشاء اللہ تعالی تو پھر اُنکی تعریف پر امام حسن کو تعجب ہونیکا کوئی موقع نہ تھا ہان اگر کبھی حضرت نے انکی تعریف نہ کی ہوتی اور کبھی اُنکو امام حسن نے پیغمبر صاحب کی صحبت مین دیکھا ہوتا اور پھر اُنکی نسبت ایسا سنتے تو تعجب کرنیکا محل تھا اگر کوئی صاحب یہ فرماوین کہ امام حسن جانتے تھے کہ وہ صحابہ منافق ہین اور اُنکے سامنے کبھی پیغمبر خدا نے انکی تعریف نہیں کی تو اُسکا جواب یہ ہے کہ اسی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ امام حسن کو ایسا شبہہ نہ تھا اور وہ اُن اصحاب کو حضرت کے یار دین سے جانتے تھے چنانچہ الفاظ حدیث کے یہ ہین (یا ابت سمعتک تقول فی اصحابک) کہ اپنے یارون اور اصحاب کی نسبت آپ سے مینے ایسا کچھ سنا تو اگر امام حسن اُنکو اصحاب پیغمبر کا نہ جانتے تو اصحابک نفرماتے اور جب اُنکو صحاب مین جانتے تھے تو پھر کوئی تعجب کرنے کا مقام نہ تھا اس لیئے کہ قطع نظر حضرات خلفاء ثلثہ کے اور اصحاب

کی نسبت بھی بہت کچھ ثنا و صفت حضرت نے کی ہے کہ اسکا خود حضرات شیعہ کو اقرار ہے اور اُنکی کتابین اس سے بھری ہوئی ہین اور بالفرض اگر امام حسن کو شبہہ تھا تو وہ گھر مین اسکو رفع کرتے اور تنہائی اور خلوت مین پوچھتے پھر انھیں اصحاب کے سامنے پوچھنا اور پیغمبر صاحب کی مجمل بات کو صاف کرانا اور گول گول نہ رہنے دینا موافق اصول شیعون کے شان امامت سے خلاف تھا (پانچوین دلیل) قطع نظر اوصفات اور تعریف کے جو پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والسلام نے اُن اصحاب کی اکثر کی ہے اپنے سمع و بصر سے بھی تشبیہ دی ہے یہ تشبیہ فقط اس حدیث پر موقوف نہیں ہے بلکہ اور روایتون سے بھی اسکا ثبوت ہوتا ہے چنانچہ خود علماء شیعہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ پیغمبر خدا نے ہجرت کی شب مین ابوبکر صدیق سے کہا (جعلک منی بمنزلۃ السمع والبصر والراس من الجسد وبمنزلۃ الروح من البدن) کہ خدا تجھکو بمنزلہ میرے سمع اور بصر کے اور بجائے سر کے جسم میں اور بمنزلہ روح کے بدن مین گردانیگا پس جب کہ ایکمرتبہ فقط ابوبکر صدیق کی نسبت سمع اور بصر اور سر اور روح کے سب لفاظ پیغمبر صاحبؐ فرما دیئے ہون تو پھر کیا تعجب ہے کہ دوسری مرتبہ اُنکی نسبت صرف لفظ سمع کا فرمایا ہو اور اُنکے ساتھ میں حضرت عمر اور عثمان کی بھی تشبیہ بصر اور فواد سے کی ہو (چھٹی دلیل) علماء شیعہ نے ایسی تاویلات سے جیسی کہ اس حدیث مین کی ہین اکثر احادیث اور اقوال کو مضحکہ اطفال بنا دیا ہے اور تحریف لفظی و معنوی مین محرفین اہل کتاب کو بھی مات کر دیا ہے چنانچہ بطور نظیر کے اس مقام پر میں ایک روایت لکھتا ہون دہو ہذہ +

مجتہد صاحب قبلہ حدیقۂ سلطانیہ کے باب سوم میں لکھتے ہین (کہ امام حسن عسکری علیہ السّلام سے منقول ہے

کہ اکمرتبہ ایک مخالف سرکش امام جعفر صادق علیہ السلام کی مجلس مین آیا اور ایک شیعہ سے پوچھنے لگا کہ تو
عشرہ مبشرہ کے یعنی دسون اصحاب کے حق مین کیا کہتا ہی شیعہ نے جواب دیا کہ مین اُنکے حق مین وہ کلمہ خیر کہتا ہون
کہ جسکے سبب سے خداوند عالم میرے گناہ بخشتا ہے اور میرے درجات بلند کرتا ہی پس اُس ناصبی نے کہا کہ خدا کا
شکر ہی کہ مجھے تیری دشمنی سے نجات دی مجھے یہ گمان تھا کہ تو رافضی ہی اور صحابہ کبار سے دشمنی رکھتا ہی
تب اُس مرد مومن نے دوسری بار کہا کہ خبردار ہو کہ جو شخص صحابہ مین سے ایک کو دشمن رکھے اُسپر خدا کی لعنت ہو ناصبی
نے کہا شاید تو نے کچھ تاویل کی اس لیئے بتلا کہ جو شخص عشرہ مبشرہ کو دشمن رکھے اُسکے حق مین تو کیا کہتا ہے تب مرد
مومن نے کہا کہ جو شخص عشرہ مبشرہ یعنی دسون کو دشمن رکھے اُسپر خدا کی اور فرشتونکی اور تمام خلق کی لعنت ہو پس
وہ ناصبی اُٹھا اور اُسنے اس مومن کے سر کو بوسہ دیا اور کہا کہ مجھے معاف کر مین تجھکو رافضی جانتا تھا اس مرد مومن
نے کہا کہ مین تجھ سے مواخذہ نہین کرتا تو میرا بھائی ہی یہ سنکر وہ ناصبی چلا گیا جب وہ باہر گیا تب امام جعفر صادق علیہ السلام
نے اُس مرد مومن سے کہا کہ تو نے نہایت محکم کلام کیا خدا تجھکو جزاء خیر دے فرشتے تیرے حسن توریہ سے خوش ہوئے
کہ تو نے اپنے دین کو بھی خلل سے بچایا اور اپنے آپ کو اُسکے ہاتھ سے چھڑایا خدا ہمارے مخالفونکی نابینائی کو اور
زیادہ بڑھاوے اور اُنکی نافہمی پر نافہمی زیادہ کرے کہ وہ کچھ نہین سمجھتے جب یہ امام نے فرمایا تو جو لوگ ایسی
باتون کو نہین سمجھتے تھے اُنھون نے عرض کی کہ یا حضرت اس مرد مومن نے کیا کہا جیسا وہ ناصبی کہتا تھا
ویسا ہی یہ بھی اُسکی ہان مین ہان ملاتا جاتا تھا تب امام نے فرمایا کہ تم نہین سمجھتے مین اسکا مطلب سمجھتا ہون مراد
اس مرد مومن کے اس کہنے سے کہ جو شخص ایک کو دشمن رکھے اصحاب مین سے اُسپر خدا کی لعنت ہو حضرت علی
ہین اور مطلب اس کہنے سے کہ جو شخص دشمن رکھے دسون کو اُسپر خدا کی لعنت ہو یہ ہی کہ حضرت علی بھی اُنمین داخل
ہین پس جو شخص دسون کو دشمن رکھیگا وہ لامحالہ حضرت علی کو بھی دشمن رکھیگا اس لیے اُسپر لعنت خدا کی ہی اس
روایت کو دیکھکر حضرات شیعہ فخر کرتے ہون اور اپنے بزرگونکی حیلہ سازیون پر ناز فرماتے ہون لیکن جو کوئی عاقل سنیگا
وہ تعجب ہی کریگا اور ایسے دین و مذہب پر کہ جسکی بنا اُسپر حیلہ سازی اور مکاری اور دغابازی پر ہے ہزار دل سے
نفرت کریگا نہایت تعجب کا مقام ہے کہ جن اماموں کا کام ہدایت خلق اللہ ہو اور جنکی امامت مثل نبوت کے
اصول دین مین داخل ہو اور جنکے اقوال اور افعال اور حرکات و سکنات پر مدار مذہب کا ہو جب وہی ایسے ہون کہ
کبھی صاف بات نہ کہین اور دھوکا دہی اور حیلہ سازی کو موجب رضاء الٰہی کا فرمادین تو پھر اُنکی امت کے
لوگ کیسے ہونگے اور وہ نفاق اور دغابازی کو کیون اپنا شعار نہ گردانینگے ✤ ہم اس سے بھی زیادہ دل
خوش کن ایک اور روایت بیان کرتے ہین اور حضرات شیعہ کی دقیقہ فہمی اور نکتہ سنجی کو ظاہر کرتے
ہین اور صاف سیدھی لفظون سے جو عجیب معنی وہ مراد لیتے ہین اُسکا نمونہ دکھلاتے ہین ✤

چھٹی شہادت

امام جعفر صادق علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت فرمایا ہے (کہ ہما امامان عادلان قاسطان کانا علی الحق وماتا علیہ فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ) کہ دونون امام ہین عادل اور انصاف کرنیوالے دونون حق پر تھے اور مرے حق پر اُن دونون پر ہو رحمت خدا کی قیامت کے دن + اِس حدیث سے چند فائدے حاصل ہوے اول حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا امام اور خلیفہ برحق ہونا اس لیے کہ اگر انکی خلافت حق نہوتی اور وہ غاصب تھے تو امام جعفر صادق کیونکر انکو امام کہتے دوم انکا عادل ور منصف ہونا اور اس سے تمام مطاعن جو شیعون نے انکی نسبت بیان کیے ہین باطل ہوئے اس لیے کہ اگر انکے عدل اور انصاف مین کچھ بھی فرق ہوتا تو امام ہرگز انکو عادل و منصف نفرماتے سوم انکا حق پر ہونا اور حق پر مرتے دم تک قائم رہنا چہارم قیامت کے دن مستحق رحمت آلہی ہونا اور کوئی شخص جو ایمان اور پرہیزگاری مین کامل نہو مستحق رحمت الہی نہین ہوسکتا اہل انصاف ذرا انصاف کو دخل دین اور غور کرین کہ اس سے زیادہ اور فضیلت حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی کیا ہوگی جو زبان سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ثابت ہوئی اور جس سے امامت اور خلافت اور معدلت اور استحقاق رحمت آلہی انکی نسبت بخوبی ظاہر ہوا حضرات شیعہ جب ہمارے محدثین کی بیان کی ہوئی کسی حدیث کو شان مین صحابہ کبار کے سنتے ہیں تو اُسکو غلط اور موضوع اور جھوٹھ کہدیتے ہیں اور اُس سے انکار کرجاتے ہین لیکن اب ایسی روایتونکو کیا کرینگے جسکو انھین کے علما نے نقل کیا ہے اور جو انھین کی کتابون مین مذکور ہین بجز اسکے کہ اُنمین تحریف کرین اور کسی قصہ کہانی کو ملاکر اسکے معنی بدلین چنانچہ اس حدیث میں بھی ایسا ہی کیا ہے اور چند فقرے بڑھاکر اس حدیث کی تحریف کی ہے کہ اسکو ہم بیان کرتے ہیں + رسالہ ادلہ تقیہ در ثبوت تقیہ مین جو کہ مزین بدستخط حضرت سلطان العلما یعنی سید محمد صاحب مجتہد کے سنہ ۱۲۸۲ ہجری میں لودھیانہ مین چھپا ہی اُس حدیث کی نسبت یہ لکھا ہوا ہے کہ (علماء اہل سنت نے نقل حدیث مین خیانت کی ہے اور اُن الفاظ کو منتخب کرلیا ہی کہ جو بنظر سرسری موہم مدح شیخین کے ہین حالانکہ باطناً وہ الفاظ بھی سراپا طعن و تشنیع سے مملو اور مشحون ہیں چنانچہ خود امام جعفر صادق علیہ السلام نے اُسی حدیث مین اُن الفاظ کے معنی بہ تفصیل و توضیح ارشاد فرماتے ہین) اور بعد ایک تقریر پوچ لچر کے اُس رسالے میں اصل خیانت کے الفاظ اس طرح پر منقول ہین (واضح ہو کہ اصل حدیث یہ ہے کہ بعض مخالفین نے حضرت سے دربارہ شیخین سوال کیا حضرت نے جواب مین ازراہ توریہ یہ ارشاد فرمایا کہ ہما امامان الخ فلما انصرف الناس قال الرجل من خاصتہ یا ابن رسول اللہ لقد تعجبت مما قلت فی حق ابی بکر و عمر فقال نعم ہما اماما اہل النار کما قال اللہ تعالیٰ و جعلنا منہم ائمۃ یدعون

الی النار واما العادلان فلعدولهم عن الحق کقوله تعالی والذین کفروا بربهم یعدلون واما القاسطان فقد قال اللہ تعالی
واما القاسطون فکانوا لجهنم حطبا والمراد من الحق الذی کانا مستولیین علیہ ہو امیر المؤمنین حیث اذیاہ وغصبا حقه والمراد
من مرہما علی الحق انهما ماتا علی عداوته من غیر ندامته عن ذلک والمراد من رحمة اللہ رسول اللہ فانه کان رحمة للعالمین
ویکون خصما لهما ساخطا علیهما منتقما عنهما یوم الدین انتہی خلاصہ ان کلمات کا یہ ہے کہ جب مجلس مخالفین سے
خالی ہوئی تو ایک شخص نے خواص اصحاب سے امام معصوم کی خدمت میں عرض کی کہ مین ان کلمات سے جو آپنے
حق شیخین مین ارشاد فرمائے بہت متعجب ہوا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مینے ان دونون کو امام اس سبب سے کہا کہ وہ
امام اہل نار تھے چنانچہ حق تعالی قرآن مین کافرونکو امام اہل نار فرماتا ہے وجعلنا منهم الآیہ یعنی کافرونکو ہمنے امام
اہل نار گردانا ہے اور عادل اس وجہ سے کہا کہ اُن دونون نے عدول کیا تھا حق سے جیسا کہ خداوند عالم
کافرونکو انھین معنون سے عادل فرماتا ہے والذین کفروا بربهم یعدلون مترجم کہتا ہے کہ کتب احادیث
اہل سنت مین وارد ہی کہ پیغمبر برحق نے نوشیروان کو عادل فرمایا حتی کہ سعدی شیرازی نے اسکو گلستان مین نظم کیا اور کہا ہی
شعر درآوان عدلش بنازم چنان — کہ سید بدوران نوشیروان — پس جب کہ مدح عدل نوشیروان
کافر کو مفید نہیں تو شیخین کو بھی مفید نہو گی اور یہ وجہ بھی اُنھیں ستر وجہون سے ہی اور قاسط اس وجہ سے کہا کہ
قاسط کے معنی ظالم کے ہین چنانچہ قرآن میں وارد ہی واما القاسطون فکانوا لجهنم حطبا یعنی ظالمین جہنم کی لکڑیان
ہین پھر امام معصوم فرماتے ہین یہ جو مینے کہا کانا علی الحق تو اس سے مراد یہ کہ وہ دونون غالب تھے حق پر اور حق مغلوب
تھا اور مراد اُس حق سے کہ جن پر غالب تھے امیر المؤمنین ہین کہ اُنکو اذیت دی اور اُنکے حق کو چھین لیا مترجم کہتا ہی
کہ اس جملہ مین امام معصوم نے جار ومجرور کو متعلق گردانا ہے بلفظ مستولیین کہ وہ خبر خاص ہے اور محذوف
ہے بقرینۂ مقام اور مذہب جمہور نحاۃ کا مانند سیبویہ وغیرہ کے یہ ہے کہ جب خبر خاص پر کوئی قرینہ دلالت کرے
تو حذف اُسکا جائز ہی اور چونکہ امام جعفر صادق علیہ السّلام باتفاق جمہور اہل اسلام افصح الفصحا اور از جملۂ عرب
عربا ہین پس کلام ان حضرت کا بجاے خود مستند ہوگا خواہ موافق نحاۃ کے ہو خواہ مخالف چہ جاے آنکہ بسبب
پائے جانے قرینے کے کلام آن حضرت کا مطابق جمہور نحاۃ کے بھی ہی پس اب جاے اعتراض بھی
باقی نہ رہی اور وہ قرینہ یہ ہی کہ علی کے معنی کلام مین استعلا کے ہیں اور استعلا اُنکے محاورے میں بمعنی
غلبہ اور استیلا بھی آیا ہے چنانچہ ملاحظۂ کتب لغت سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کہتے ہین علوت الرجل
ای غلبتہ پس معنی کانا علی الحق کے یہ ہونگے کہ کانا غالبین علی الحق والحق مغلوبا عنهما اور یہ جو معصوم نے فرمایا
ہی کہ مراد حق سے امام بحق جناب امیر ہیں امر حق ہی اور کچھ بعید نہیں اس واسطے کہ لفظ حق کا اطلاق خدا اور رسول اور
امام بلکہ موت اور قیامت اور قرآن اور کلمہ اور کلام پر ہوتا ہے کما لا یخفی پس اگر مراد حق سے مولاے برحق ہون

خلاف حق لازم نہین آتا اور مخفی نہ رہے کہ اس مقام مین دو وجہین اور بھی ہین کہ حمل کلام معصوم کا اُنپر صحیح ہے وجہ اول یہ ہے کہ علی معنی استعلاء ہو وے پس معنی کانا علی الحق کے یہ ہونگے کہ وہ دونون کہ عین باطل تھے حق پر فوقیت لیگئے اور اُنھوں نے حق کو پست کر دیا جیسا کہ معصوم دعاے صنمی قریش مین ارشاد فرماتے ہین پس بنا برطریقۂ جمع بین الحدیثین کے ارادہ اُس معنی کا کلام معصوم سے صحیح ہوگا اور یہ نوع استعلاء مستلزم استیلاء بھی ہے پس اس وجہ سے بھی مقدر ہونا لفظ مستولیین کا صحیح ہوگا کما فعلہ المصنف فتامل ÷ وجہ دوم یہ ہے کہ کلام عرب مین علی کو مقام مخالفت اور مضرت اور عداوت مین بھی اطلاق کرتے ہین چنانچہ شایع وذایع ہے کہ بیچ محاورے عرب کے مقام جواب یا اعتراض میں کہتے ہین کہ ہذا لنا لا علینا یعنی یہ امر نافع ہے واسطے ہمارے نہ مخالف اور مضر ہمارے اور مشہور ہے کہ جب اثناے راہ میں لشکر حر جناب سید الشہدا سے ملاقی ہوا تو حضرت نے حر سے فرمایا اعلینا ام لنا یعنی تو ہماری کمک کو آیا ہے یا ہماری عداوت پر کمر باندھی ہے وایضا قال اللہ تعالی لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت قال صاحب الکشاف ینفعہا ما کسبت من الخیر ویضرہا ما اکتسبت من الشر پس بنا بر اس وجہ کے معنی کانا علی الحق کے یہ ہونگے کہ وہ دونون مخالف حق کے اور دشمن حق تھے اور یہی معنی قول آیندہ مین بھی معصوم نے فرمائے ہیں پس ارادہ اس معنی کا کلام امام سے اِس مقام میں بھی صحیح ہوگا فانہم پھر معصوم علیہ السلام ارشاد فرماتے ہین کہ یہ جو مینے کہا کانا علی الحق مراد اُس سے یہ ہے کہ عداوت حق پر مرے یعنی جناب امیر کی عداوت تا دم مرگ اُن کے دلون مین رہی اور تا دم مرگ نادم نہ ہوے اس مقام میں علی کو بمعنی عداوت معصوم نے اطلاق فرمایا ہے جیسا کہ ہمنے وجہ ثانی مین بیان کیا پھر معصوم فرماتے ہین کہ یہ جو مینے کہا فعلیہما رحمۃ اللہ یوم القیمۃ پس مراد رحمۃ اللہ سے رسول خدا ہیں کہ اُن دونون کے دشمن ہونگے بروز قیامت اور اُنپر غضبناک ہونگے اور اُنسے روز قیامت کو انتقام لیوینگے مترجم کہتا ہے کہ اس مقام میں بھی علی کو معصوم نے مقام عداوت میں ارشاد فرمایا ہے اور رحمت خدا ہونا حضرت رسالت مآب کا مقام شک وارتیاب نہیں حق تعالی خود فرماتا ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین بہر صورت اہل انصاف پر معانی ان الفاظ کے ظاہر وباہر ہوے کہ ہرگز یہ الفاظ مقام مدح شیخین مین وارد نہین ہیں بلکہ سراپا یہ حدیث رد وقدح شیخین پر دلالت کرتی ہے انتہی بلفظہ) اِس تاویل کی غلطی ہم چند دلائل سے ثابت کرتے ہین ÷

(پہلی دلیل) اس رسالے کے مولف نے تبقلید اپنے علما کے جو کچھ واہیات بیان کیا ہے اسکے نقل کرنے سے مجھے شرم آتی ہے اگر احادیث کی ایسی ہی تاویلین کیجاوین تو کوئی حدیث کسی کی مدح وثنا مین باقی نہ رہے بلکہ ہر ملحد اور زندیق آیات قرآنی کو ایسی تاویل سے موافق اپنے مطلب کے بنالے کسی ہندو کی نقل ہے کہ اُسنے ایک مسلمان سے کہا کہ ہمارے رام لچھمن کا ذکر تمھارے قرآن میں بھی ہے وہ مسلمان حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ،

کس جگہ قرآن مین انکا ذکر ہے اُسنے کہا کہ سورہ یوسف کے اول مین جو (آلرا) حروف مقطعات ہین اُنمین (الف)
سے مراد اللہ ہے اور (لام) سے مراد مجھپن اور (رے) سے مراد امام ہین وہ مسلمان یہ سنکر ہنسنے لگا لیکن
ہمارے نزدیک جو تاویل امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول کی حضرات شیعہ نے کی ہے وہ اس
ہندو کی تاویل سے بھی بدتر ہے اس لیئے کہ اُسنے تو حروف کے لحاظ سے کچھ جوڑ ملا دیا لیکن شیعون کے علما نے جو کچھ فرمایا
وہ تو سر اسر بے جوڑ ہے اور ہر ایک خارجی اور ناصبی اہل بیت علیہ السلام کی شان میں جو احادیث ہین انمین بھی
ایسی ہی تاویلات بیجا کر سکتا ہے (فما ہو جوابہم فہو جوابنا) (دوسری دلیل) یہ قول جو شان مین حضرت
ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے کہا گیا وہ امام جعفر صادق کا ہے اور امام موصوف
تقیے سے ممنوع تھے انکو حکم تھا کہ وہ کسی سے خوف نکریں اور بلاخوف وخطر علوم اہل بیت کو منتشر کرین تو انھون نے
کس لیئے تقیہ کیا اور کیون ایک ناصبی کے ڈر سے ایسی بڑی تعریف کی اور پھر جب وہ چلے گئے تو اُسکی تاویل کر کے
اپنے خواص کو اصل مطلب سمجھایا اور وہ قول جس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام موصوف تقیے سے ممنوع تھے یہ ہے
بحار الانوار مین ملا باقر مجلسی نے اور کافی میں ملا یعقوب کلینی نے لکھا ہے کہ جو صحیفہ امام جعفر صادق کا تھا اُسمین
اُنکے لیئے یہ حکم تھا (حدث الناس وافتہم ولا تخافن الا اللہ وانشر علوم اہلبیتک وصدق آباءک الصالحین فانک
فی حرز وامان) کہ تمام مخلوق کو فتوی دو اور اُنسے باتین کرو اور کسی سے سوائے خدا کے نہ ڈرو اور اپنے اہل بیت کے علوم
کو منتشر کرو اور اپنے آباء صالحین کی تصدیق کرو اس لیئے کہ تم حرز اور امان میں ہو پس باوجود اسکے کہ جب ایسے
اطمینان کا حکم الہی انکو ہو چکا تھا اور تقیہ کرنے سے وہ منع کر دیے گئے تھے تو پھر سمجھ مین نہین آتا کہ کسکا خوف
تھا جسکے سبب سے ایسی تعریف صحابہ کی کرتے تھے اور لوگونکو دھوکا دیتے تھے افسوس ہے کہ شیعیان علی نے
اپنے اماموں کی محبت کے پیرایے مین کیسی ہجو کی ہے اور اُنپر کیا کیا تہمتین لگائی ہین ❊ (تیسری دلیل) اگر کوئی شیعہ
کہے کہ جب یہ عبارت زائد بھی اصل حدیث میں داخل ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایک ٹکڑا اُسکا تسلیم کیا جاوے
اور دوسرا ٹکڑا از امرا اور غلط ٹھہرایا جاوے اس لیے ضرور ہے کہ کل عبارت حدیث کی تسلیم کیجاوے اور جو تاویل
اس حدیث کی امام نے بیان کی وہ بھی امام ہی کیطرف سے سمجھی جاوے اسکا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ
ہے کہ (اقرار العقلاء حجۃ علی انفسہم دون الادعاء لہم) کہ اقرار آدمی کا اُسپر حجت ہوتا ہے پس اسی قاعدے
سے جسقدر اقرار فضیلت شیخین کا ہے وہ اُنپر حجت ہے اور جو تاویل کی گئی ہے وہ ہمپر حجت نہین
اور قطع نظر اسکے عادت بھی محدثین شیعہ کی یہ ہے کہ وہ عبارت کو حدیث کی کم و بیش کر دیا کرتے
ہین اور اپنے مذہب کے موافق بنا لیتے ہین جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے حدیث مسئلہ قضا و قدر مین شیخ صدوق
کی نسبت بیان کیا ہے (انما فعل ذلک لیوافق مذہب اہل العدل) پس جب اُنپر اعتماد اس امر کا نرہا کہ وہ حدیث

مین تحریف نہین کرتے اور کچھ تغیر و تبدل کو راہ نہین دیتے تو پھر کیونکر وہ تاویل جو سراسر لوچ اور خرافات ہو صحیح مانی جاوے اور ایسی واہیات کی ائمہ کیطرف کیونکر نسبت دیجاوے حالانکہ ائمہ خود اس امر کی شکایت کرتے رہے ہین اور اپنے شیعون پر لعنت ملامت کرتے آئے ہین کہ وہ تاویلات غلط اُنکی احادیث مین کردیتے ہین اور حدیث کے مضمون کو اور کا اور بنا دیتے ہین چنانچہ ابوعمرو کشی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک حدیث کو اسی بارہ مین نقل کیا ہے وہو ہذہ (ان الناس اولعوا بالکذب علینا ان اللہ افترض علیہم لایرید منہم غیرہ دانی احدث احدہم بالحدیث فلا یخرج من عندی حتی یتاولہ علی غیر تاویلہ ذلک انہم لایطلبون بحدیثنا وحبنا ما عند اللہ وانما یطلبون الدنیا) کہ آدمیون نے بہت زیادتی کی ہمپر جھوٹھ لگانے کی مین جو حدیث اُنسے کہتا ہون وہ میرے پاس سے نکلنے نہین پاتے کہ وہین اُسکی دوسری تاویل خلاف کرنے لگتے ہین اور اسکا سبب یہ ہے کہ وہ میری احادیث سے اُس چیز کے طالب نہیں جو خدا کے پاس ہے بلکہ صرف دنیا کے طلبگار ہین پس جب کہ خود امام کی تصدیق سے ثابت ہوا کہ اُنکے پاس بیٹھنے والونکی یہ عادت تھی کہ وہین بیٹھے بیٹھے اُنکی احادیث کی تاویل غلط کر دیا کرتے تھے تو پھر ایسے لوگون سے کیا بعید ہے کہ اُنھون نے ایسی تاویل اس حدیث کی بھی کی ہو ❊ (چوتھی دلیل) اُس تاویل پر جو اس حدیث کے الفاظ کی کی ہے اگر غور بحث کرین تو ہمکو معلوم ہوجاوے کہ وہ کس قدر مہمل و غلط اور خلاف محاورہ ہے ❊ اول تاویل لفظ اماما ن کی یہ کی ہے کہ اماما اہل النار تو مضاف الیہ کو محذوف کر دیا ہے لیکن موافق قاعدہ نحو کے حذف مضاف الیہ کا سوائے حالت تنوین یا بنا رمضاف یا اضافت ثانیہ کے جائز نہیں اگر شک ہو تو رضی اُٹھا کر دیکھ لو دوسرے لفظ امام جب مطلق چھوڑا گیا تو اُس سے وہی معنی جو اصلی ہین یعنی مدح اور صفت کے مراد لئے جاوینگے اس لئے کہ لفظ مطلق سے فرد کامل مراد ہوتا ہے تو کیونکر اُس سے امام اہل النار مراد ہوسکتے ہین بخلاف آیہ ائمۃ یدعون الی النار کے کہ وہان یہ مقید ہے نہ مطلق ❊ دوسری تاویل قاسطونکی بھی غلط ہے اس لئے کہ قرآن شریف مین بمقابلہ مسلمون کے قاسطون وارد ہے پس تعین معنی کے واسطے قرینے کا ہونا ضرور ہے کہ وہ آیہ مین موجود ہے اور حدیث میں مفقود بلکہ اشارہ طرف آیہ کریمہ واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین کے ہے ❊ تیسرے حق سے مراد نام علی مرتضی کا لینا خلاف عرف عام اور تبادر اذہان اور معنی ظاہری کے ہے بغیر پہلے ہونے ذکر مرتضوی کے حق سے اُنکا نام مراد لینا حدیث کو چیستان ٹھہرانا ہے علاوہ اسکے حرف علی کو بمعنے استیلا ربلا دلیل قرار دینا اور استیلا رکو مرادف استعلا ٹھہرانا زبردستی معنی بنانا اور خرافات بکنا ہے اور لغت مین قیاس کو دخل دینا حالانکہ قیاس فی اللغۃ جائز نہین غور کرنا چاہئیے کہ زید علی الحق جب بولا جاتا ہے تو اُس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ حق پر ہے

یا یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ باطل پر ہے چوتھی تاویل علیہما رحمۃ اللہ یوم القیمہ کی جو کی گئی ہے اُسکی نسبت کسی نے خوب لطیفہ کہا ہے کہ حضرات امامیہ جب اپنے پیشواؤن کے حق مین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہین تو ہم سمجھتے ہین کہ علیہ سے وہی مخالفت مراد ہے اور رحمۃ اللہ سے رسول اللہ مراد ہین یعنی مخالف ہو رسول کا استغفر اللہ کہ حضرات شیعہ احادیث کو ایسی تاویلات بیجا سے مضحکہ اطفال بناتے ہین اور ائمہ پر ایسی بیجا تاویلات کی تہمت کرکے اپنی عاقبت خراب کرتے ہین۔

ساتوین شہادت

نہج البلاغۃ مین حضرت امیر المومنین علی مرتضی کیطرف سے شان مین حضرت ابوبکر صدیق کے یہ عبارت منقول ہے (للہ بلاد فلان لقد قوم الاود وداوی العمد واقام السنۃ وخلف البدعۃ وذہب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرہا وسبق شرہا ادی الی اللہ طاعتہ واتقاہ بحقہ رحل وترکہم فی طرق متشعبۃ لا یہدی فیہا الضال ولا یستیقن المہتدی) ترجمہ خدا انعام کرے فلان یعنی ابوبکر پر جسنے کجی کو سیدھا کیا جسنے امراض نفسانیہ کی دوا کی جسنے سنت کو پیغمبر کی قائم کیا اور بدعت کو دور کیا گیا اس دنیا سے پاک دامن کم عیب خلافت کی خوبی پائی اور اُسکے فساد سے پہلے رحلت کی خدا کی اطاعت کو اچھی طرح ادا کیا اور موافق حق کے پرہیزگاری کو پورا کیا کوچ کیا اس دنیا سے اور چھوڑ گیا آدمیون کو شاخ درشاخ راہونمین کہ نہ گمراہ ہدایت پاتا ہے اور نہ راہ پانے والا یقین حاصل کرسکتا ہے مین حضرت علی کے اس قول کی نسبت تمام اقوال کو اہل سنت اور شیعہ کے نقل کرتا ہون اور جو کچھ دونون نے ابتک اس قول کی نسبت لکھا ہے اُسکو بیان کرتا ہون اور حضرات شیعہ کی خدمت مین نہایت ادب سے عرض کرتا ہون کہ اس بحث کو ذرا دل سے سنیں اور غور سے دیکھین اور تعصب اور عناد کو چھوڑ کر انصاف کرین کہ اُنکے علما حق پر ہین یا کہ اہل سنت کے ہین اس قول کی نسبت اول تحفہ اثنا عشریہ کے مضمون کو لکھتا ہون بعدہ جو علامہ کنتوری نے اُسکا جواب دیا ہے کہ اُسکو لکھکر جو تردید اسکی جناب خاتم المتکلمین مولانا مولوی حیدر علی صاحب نے کی ہے لکھون گا خاتم المحدثین تحفہ اثنا عشریہ مین بعد نقل کرنے اس عبارت کے لکھتے ہین کہ جناب امیر کی اس عبارت مین جامع نہج البلاغۃ نے کہ شریف رضی ہین اپنے حفظ مذہب کے واسطے عجیب تصرف کیا ہے یعنی لفظ ابوبکر کو حذف کرکے بجاے اُسکے لفظ فلان لکھدیا تاکہ اہل سنت کو موقع اسپر سند پکڑنے کا نہو وے لیکن حضرت امیر کی کرامت ہے کہ اوصاف مذکورہ صریح اسپر دلالت کرتے ہین کہ مراد اُس سے کون ہین اسیواسطے نہج البلاغۃ کے شارحین نے فلان کے لفظ کی تعین میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا ہے کہ مراد ابوبکر ہین اور بعضون نے کہا کہ عمر ہین لیکن اکثر شراح نے اول ہی کو ترجیح دی ہے۔ اب اُن جوابات کو سننا چاہیے جو کہ علماے شیعہ نے اس قول کی نسبت دیے ہین*

(جواب اول) حضرت علی گاہ گاہ اوصاف اور لیاقت شیخین کی اس لیئے بیان کردیا کرتے تھے کہ لوگ اُنکے معتقد تھے اور انکی حسن سیرت اور خوبی انتظام کے قائل تھے بپاس خاطر لوگون کے اُنکی تعریف کرنا مناسب وقت تھا پس یہ کلمات بھی اُسی قبیل سے ہین لیکن یہ جواب لائق تسلیم کرنے کے نہین ہے اس لیے کہ کوئی عاقل منصف اسکو نہ مانیگا کہ ایک معصوم دس جھوٹھ صرف واسطے ایک آسان غرض دنیا کے یعنی دلداری چند شخصون کے کہ وہ بھی یقینی نہ تھی اپنی زبان سے کہے اور اُن لوگون کی تعریف کرے جنھون نے صریح عصیان خدا اور رسول کا کیا اور دین اسلام کو چھوڑکر ارتداد پر کمر باندھی اور خدا کی کتاب کی تحریف اور دین محمدی کی تبدیل کی حالانکہ حدیث صحیح میں وارد ہی (اذا مدح الفاسق غضب الرب) کہ جب فاسق کی تعریف کیجاتی ہے خدا غضب مین آجاتا ہے پس جب ایک فاسق کی تعریف سے خدائے جل شانہ غضب مین آوے تو ایسے شخص کی تعریف سے جو محرف کتاب اللہ اور مبدل دین خدا ہوا در جسنے پیغمبر خدا کی وصیتونکو بھلا دیا ہو اور اُسکے وصی کے حقوق کو غصب کیا ہو اور اُسکے اولاد کو ستایا ہو اور کوئی دقیقہ ظلم اور جبر کا خاندان رسول پر نہ چھوڑا ہو تو ایسے شخص کی تعریف سے معلوم نہین کہ خداوندعالم کسقدر غضب مین آیا ہوگا اور باعث اُسکا کون ہوا ہوگا شیعون کے دین اور دیانت اور عقل اور فراست سے نہایت ہی بعید ہی کہ ایسے معصوم کی نسبت جیسے کہ امیرالمؤمنین تھے ایسی معصیت کا اطلاق کرتے ہین اور یہ بھی معلوم نہین ہوتا کہ ایسی تعریف کرنے کی کیا ضرورت تھی کونسا لشکر باغی ہوگیا تھا کہ جسکا راہ راست پر آنا بغیر ایسے جھوٹھ بولنے اور قسمین کھانے کے ممکن نہ تھا اگر صرف دلدہی حضرات شیخین کے معتقدین کی منظور تھی تو صرف تعریف اُنکی جسمین ذکر اُنکے انتظام امور خلافت کا ہوتا کافی تھی تاکہ مطلب بھی حاصل ہوجاتا اور بہت جھوٹھ بھی نہ بولنا پڑتا بلکہ ایسے مضامین جیسے کہ اس عبارت مین مذکور ہین معصوم کی زبان سے ادا ہونا اور اسکو باطل اور غلط سمجھنا اور اُسکو جھوٹھ اور غلط کہنا درحقیقت انکی معصومیت مین داغ لگانا ہے۔

اس جواب کو علامۂ کنتوری نے بجواب تحفۂ اثنا عشریہ اس طرح پر رد کیا ہے کہ یہ دعوی صاحب تحفہ کا محض جھوٹھ ہے کسی شیعہ نے یہ توجیہ نہیں کی اور ایسی توجیہات کی شیعونکو ضرورت بھی نہ تھی اس لیے کہ ان توجیہات کی اُسوقت ضرورت ہوتی جب کہ شیعونکی کتابونمین بجاے لفظ فلان لفظ ابوبکر موجود ہوتا اور جب وہ لفظ ہی کتب شیعہ میں موجود نہیں ہے تو اُنکو ایسی توجیہات کی احتیاج کیا ہے وہذا، عبارتہ (قولہ [یعنے صاحب تحفہ ۱۲] عمدہ آن توجیہات نزد ایشان آنست الخ) (قولنا [یعنے علامۂ کنتوری ۱۲] این ادعا کذب محض ست احتیاج این توجیہات شیعہ را وقتی می افتاد کہ در کتب شیعہ بجای لفظ فلان لفظ ابوبکر موجود می بود وچون لفظ ابوبکر در کتب شیعہ موجود نیست ایشان را احتیاج ہیچ یک از توجیہات نیست پس آنچہ ناصبی بعد تقریر

این توجیہات از ہزیانات خود سر کردہ از جہت ابتنای آن بر فاسد از قبیل بناء الفاسد علی الفاسد باشد) یہ جواب علامہ کنتوری کا غلط ہے اور جو اُنھون نے نسبت خاتم المحدثین صاحب تحفہ کے فرمایا کہ ادعا کذب محض است وہی ہم علامہ مجیب کی نسبت کہتے ہین کہ این جواب کذب محض ست اور ثبوت اسکا یہ ہے کہ خود شیعون کے علمانے لکھا ہی کہ مراد فلان سے ابوبکر صدیق ہین چنانچہ ابن میثم بحرانی جو محققین شیعہ سے ہین شرح نہج البلاغۃ مین فلان کی لفظ کی شرح مین لکھتے ہین کہ مراد فلان سے یا ابوبکر ہین یا عمر لیکن میرے نزدیک مراد فلان سے ابوبکر ہے وہذہ عبارتہ (اقول ان ارادتہ لابی بکر اشبہ من ارادتہ لعمر) غرض کہ معلوم نہین کہ باوجود اسکے کہ ابن میثم بحرانی سا متبحر فاضل جسکے علم و تقدس پر ملا باقر مجلسی کو ناز ہے فلان کے لفظ سے مراد ابوبکر لیتا ہے اور باوجود اسکے جناب علامہ کنتوری اُس سے انکار فرماتے ہیں اور صاحب تحفہ کی جناب مین کذب کی نسبت کرتے ہین شاید علامہ موصوف کی یہ غرض ہوگی کہ براے نام جواب تحفہ کا تو لکھنا شروع کر دیا ہے اور حقیقت مین کچھ جواب ایسی رواتیون کا نہین ہے اس لئے اُس سے انکار ہی کر دینا مناسب ہے تاکہ عوام کی نظرون میں وقعت پیدا ہو وے اور وہ شاہ صاحب کو جھوٹھا جانین لیکن یہ نہ سمجھے کہ خدانے ہر فرعون کے پیچھے ایک موسیٰ کر دیا ہے علماء اہل سنت کب پیچھا چھوڑینگے اور کس طرح وار دیگر سے نجات دینگے اور ابن میثم بحرانی کے قول کو دکھلا کر الا لعنت اللہ علی الکاذبین پڑھنے لگین گے + اور قطع نظر اسکے کہ لفظ فلان سے مراد ابوبکر ہین یا نہین جو توجیہ شیعون کی جناب صاحب تحفہ نے بیان کی ہے وہ خود شیعون کے علماء کے قول سے ثابت ہے اور لفظ بہ لفظ اُسکا انکی عبارت سے مطابق ہے چنانچہ ابن میثم بحرانی جو نہایت نامی علماء شیعہ سے ہے اُسی شرح نہج البلاغۃ مین لکھتا ہے کہ شیعون نے اسکے دو جواب دیئے ہین منجملہ اُن دو کے ایک یہی ہے جسے شاہ صاحب نے بیان کیا چنانچہ عبارت اُسکی یہ ہے (جاز ان یکون ذلک المدح منہ علی وجہ استصلاح من یعتقد صحۃ خلافۃ الشیخین و استجلاب قلوبہم بمثل ہذا الکلام) افسوس ہے کہ علامہ کنتوری مر گئے ورنہ مین اس عبارت کو اُنکے پیشوا اور مجتہد کی اُنکے سامنے کر کے عرض کرتا کہ حضرت ادعای شاہ صاحب کذب محض ست یا انکار جناب کذب محض ست لیکن چونکہ سنتا ہون کہ اُنکے صاحبزادے زندہ ہین اور کتاب استقصاء الافحام کی تحریر پر ناز کر رہے ہین خدا کرے کہ کوئی شخص انکے سامنے اس عبارت کو رکھ دے اور اُنکے پدر بزرگوار کی قلعی انکے سامنے کھول دے +

(دوسرا جواب) بعضون نے علماے شیعہ سے یہ جواب دیا ہے کہ مراد فلان سے اور ہی کوئی آدمی ہے منجملہ صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو کہ حضرت کے سامنے ہی وفات کر گیا اور قبل وقوع فتنہ و فساد کے دنیا سے رحلت کر گیا اور علامہ راوندی نے جو علماے شیعہ سے ہین اسی قول کو پسند کیا ہے لیکن ذرا سوچنے

سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ قول نہایت ہی پوچ اور بے بنیاد ہے اس لیئے کہ اس خطبے مین حضرت علی نے
ان لفظون سے تعریف کی ہے کہ وہ شخص خود رحلت کر گیا اور لوگونکو شاخ در شاخ راہونمین چھوڑ گیا کہ کوئی
گمراہ ہدایت نہین پاسکتا پس جو شخص پیغمبر صاحب کے سامنے مر گیا ہو اُسکی نسبت یہ تعریف کیونکر
صادق ہوسکتی ہے کسیکے خیال مین یہ بات آسکتی ہے کہ باوجود موجود ہونے پیغمبر صاحب کے
کسی کے مرنے سے اسقدر خرابی ہوئی ہو کہ لوگ شاخ در شاخ راہونمین پڑ گئے ہون پس کیونکر حضرت
امیر المومنین کسی ایسے آدمی کی نسبت جو پیغمبر صاحب کے سامنے مر چکا ہو یہ تعریف فرماتے اور یہ بات ایک
ادنیٰ آدمی سے نہین نکل سکتی وہ حضرت علی ارشاد فرماتے غرضکہ صاف ظاہر ہے کہ مراد حضرت علی کی
فلان سے ایسا ہی آدمی ہے جو کہ بعد وفات سرور کائنات علیہ الصلوات مرا ہو اور جسکے مرنے سے لوگ
شاخ در شاخ راہون مین پڑ گئے ہون اور ایسا آدمی کوئی نہین ہے سوائے حضرت ابو بکرؓ کے یا حضرت عمرؓ
کے اور جس کسیکو انمین سے حضرات شیعہ لفظ فلان سے مراد لین ہمارا مطلب حاصل ہے ✣ اس جواب کا علامۂ
کنتوری نے بجواب تحفۂ اثنا عشریہ کے عجیب جواب دیا ہے کہ جس سے نہ انکار نکلتا ہے نہ اقرار اور جسکی الفاظون
اور عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ علامۂ کنتوری پر راہ آنے جانے کی بالکل بند ہے اور ایسی بردمات مین بیچارہ گرفتار
ہے کہ کچھ نہین کرسکتا اور شاہ صاحب قدس سرہ کی تقریر کا کچھ جواب نہین دے سکتا وہذہ عبارۃ (قولہ وبعضے
امامیہ گفتہ اند کہ مراد آنجناب ازین مرد شخصے دیگرست از جملۂ صحابۂ رسول الخ) قولنا دانستی کہ بنا بر تصریح ابن ابی
الحدید این قول قطب راوندیست وہیچ یکے از امامیہ وغیر امامیہ مثل ابن ابی الحدید سوائے قطب الدین راوندی
شرح کتاب نہج البلاغۃ نہ نوشتہ لیکن اس تقریر سے یہ ظاہر ہے کہ علامۂ کنتوری نے اس قول کو تسلیم
کر لیا اور مثل پہلے جواب کے اُس سے انکار نہین کیا اور شاہ صاحب کو کاذب نہیں بنایا ✣ باقی رہا یہ
امر کہ کسی نے شرح نہج البلاغۃ کی قطب الدین راوندی سے پہلے لکھی ہے یا نہین وہ بحث سے خارج
ہے پس حضرات شیعہ کو چاہیئے کہ اپنے علما کے جواب کو خیال کرین کہ جب چارون طرف سے راہ بند
ہو جاتی ہے تو کیسا سکوت کر جاتے ہین اور اصل مطلب کو چھوڑ کر خارج از بحث گفتگو کرنے لگتے ہین لیکن
ہم باین نظر کہ شاید کوئی شیعہ اپنے بزرگ قطب الدین راوندی کے قول سے براہ جہالت یا بوجہ دھوکا دہی
انکار کرے اُسکی اصل عبارت کو بھی نقل کرتے ہین (فانہ قال فی الشرح انہ علیہ السلام یمدح بعض صحابہ
بحسن السیرت وانہ مات قبل الفتنۃ التی وقعت بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (تیسرا جواب)
بعض علماء امامیہ نے اس طرح پر جواب دیا ہے کہ غرض حضرت امیر کی اس قول سے توبیخ عثمان
تھی تاکہ لوگون کو معلوم ہو کہ وہ سیرت شیخین پر نہیں چلے اور فتنہ اور فساد اُنکے زمانے مین بہت ہوا

لیکن یہ جواب دونون تچھلے جوابون سے بھی زیادہ پوچ ہے اس لئے کہ توبیخ عثمان کی اور طرح پر بھی ہو سکتی تھی اور فقط یہ کہدینا کہ وہ سیرت شیخین پر نہین چلے حصول مطلب کے لئے کافی تھا اس جھوٹھ بولنے سے معصوم کو کیا حاصل تھا علاوہ برین اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ سیرت شیخین حضرت امیر کے نزدیک بھی پسندیدہ تھی اگر حضرات شیعہ اس امر کو مانین تو خلافت شیخین کی اس سے ثابت ہوتی ہے اگر نہ مانین اور سیرت شیخین کو پسندیدہ نہ کہین تو حضرت عثمان کو اُنکی سیرت ناپسندیدہ کے چھوڑنے پر توبیخ کرنے کے کیا معنی لیکن علاوہ ان باتون کے یہ جواب کسطرح پر لائق تسلیم کے نہیں اس لئے کہ مخالفت حضرت عثمان کی سیرت شیخین سے ہرگز اس عبارت میں مذکور نہیں ہے (لا صراحتًا ولا اشارتًا) اور یہ عبارت خطبہا کوفہ مین حضرت امیر نے ارشاد فرمائی ہے سوقت عثمان کہان تھے اور فتنہ وفساد کہان اور اگر توبیخ عثمان حضرت امیر کو منظور ہوئی تو صراحتًا کیون نفرماتے کہ عثمان نے ایسا ایسا کیا اور اُنکے زمانے مین فتنہ وفساد پیدا ہوا اگر کوئی کہے کہ صاف کہنے مین لوگونکی مخالفت کا ڈر تھا اُسکا جواب یہ ہے کہ جس بات کا ڈر تھا یعنی مخالفت اہل شام وہ موجود ہی تھی اور نہ صرف حضرت عثمان کے قتل کے بہانے سے اہل شام حضرت علی سے پھر گئے تھے اور نوبت مقاتلہ اور مجادلہ کی پہونچ چکی تھی پس اس سے زیادہ صاف کہنے مین کس مضرت کا اندیشہ تھا شاید شیعون نے یہ مثل نہین سنی کہ (انا الغریق فما خوفی من البلل) یعنی مین ڈوبا ہوا ہوں پھر مجھکو بھیگنے کا کیا ڈر ہے علامہ کنتوری نے بجواب تحفہ کے اس جواب کا یہ جواب دیا ہے کہ کسی نے علماء امامیہ سے یہ توجیہ جو صاحب تحفہ بیان کرتے ہین نہین کی گویا علامہ موصوف نے مثل پہلے جواب کے اس جواب سے بھی انکار کیا اور اسکو شاہ صاحب کا جھوٹھ تصور کیا کما قیل (قولہ و بعضے از امامیہ چنین گفتہ اند کہ غرض حضرت امیر توبیخ عثمان و تعریض براو بود الخ) (قولنا ہیچیک از امامیہ این توجیہ نکردہ مگر ابن ابی الحدید در شرح این کلام این مقابلہ را بطرف جارودیہ کہ از فرق زیدیہ ست نسبت دادہ الی قولہ بعض مقالہ زیدیہ را بامامیہ نسبت دادن کذب صریح ست) لیکن یہ جواب علامہ کنتوری کا مثل پہلے جواب کے غلط ہے اس لئے کہ خود علماء امامیہ نے اس جواب کو قبول کیا ہے اور اُس سے انکار نہین کیا معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کنتوری نے اُن اقوال کو ملاحظہ نہیں فرمایا اس لئے اُس سے انکار کیا یا دیدہ و دانستہ عوام کو دھوکا دیا اگر کسی کو علامہ کنتوری کی جہالت یا دھوکا دہی دریافت کرنا منظور ہو تو وہ ابن میثم بحرانی کی تحریر کو انکی شرح نہج البلاغۃ مین دیکھے چنانچہ بلفظہ ہم اُس عبارت کو نقل کرتے ہیں اور علماء اثنا عشریہ کی خدمت مین اُسے تحفہ گذرانتے ہین (واعلم ان الشیعۃ قد اوردوا ہہنا سوالا فقالوا ان ہذہ الممادح التی ذکرہا علیہ السلام فی احد ہذین الرجلین ینافی ما اجمعنا علیہ من تخطیتہما واخذہما المنصب الخلافۃ فاما ان یکون ہذا الکلام من کلامہ علیہ السلام او ان یکون اجماعنا خطاءً ثم اجابوا من جہین

احدہما لانسلم التنافی المذکور فانہ جاز ان یکون ذلک المدح منہ علیہ السلام علی وجہ استصلاح من یعتقد صحۃ خلافۃ الشیخین و استجلاب قلوبہم بمثل ہذا الکلام الثانی انہ جاز ان یکون مدحہ ذلک لاحدہما فی معرض توبیخ عثمان لوقوع الفتنۃ فی خلافتہ و اضطراب الامر علیہ و اثارتہ سبال المسلمین ہو و بنو ابیہ حتی کان ذلک سببا لثوران المسلمین من الامصار و قتلہم لہ و ینبہ علی ذلک قولہ و خلف الفتنۃ و ذہب نقی الثوب قلیل العیب اصاب خیرہا و سبق شرہا و قولہ و ترکہم فی طرق متشعبۃ الی آخرہ فان مفہوم ذلک یستلزم ان الوالی لبعد ہذا الموصوف قد اتصف باضدادہ ہذہ الصفات واللہ اعلم) انتہی بلفظہ یعنی شیعون نے اس قول کی نسبت یہ بحث کی ہے کہ یہ تعریف حضرت امیر کی بنسبت ابوبکرؓ یا عمرؓ کے مخالف ہمارے اجماع کے ہے جو بہ نسبت خاطی ہونے اُنکے کے ہے کہ اُنھون نے منصب خلافت کو غصب کیا اور جور و ظلم کیا بس دو حال سے خالی نہین یا تو یہ کلام حضرت امیر علیہ السلام کا نہین ہے یا اجماع ہم شیعون کا بہ نسبت خطا شیخین کے خطا ہے اور اسکا شیعون نے دو طرح سے جواب دیا ہے اول یہ کہ ہم مخالفت کو اس طرح سے دفع کرتے ہین کہ جائز ہے کہ یہ تعریفین حضرت علی کی بہ نسبت ابوبکرؓ یا عمرؓ کے بنظر استمالہ قلوب اُن آدمیون کے تھین جو کہ حسن سیرت اور صحت خلافت شیخین کے معتقد تھے دوسرے یہ کہ یہ تعریفین بنظر توبیخ عثمان کے تھین کہ امر خلافت بسبب ظہور فتنون کے اُنکے زمانے مین ابتر ہو گیا اور مسلمانون نے بلوہ کر کے اُنکو قتل کیا اور یہ جواب قرین قیاس ہے اس لیے کہ عبارت سے اس خطبے کی معلوم ہوتا ہے کہ جو خلیفہ بعد اسکے جسکی تعریف حضرت علی کرتے ہین ایسا تھا کہ جس مین صفت متذکرہ کے اضداد جمع تھے اس تحریر سے علامہ بحرانی کی چند فائدے حاصل ہوئے اول یہ کہ جو انکار علامہ کنتوری نے کیا تھا کہ (ہیچیک از امامیہ این توجیہ نکردہ) اُسکا بطلان ثابت ہو گیا اور انھین کے مجتہد اور پیشوا کے اقرار سے اُنکا جھوٹھا ہونا ظاہر ہوا دوسرے یہ معلوم ہوا کہ اولاً بجاے فلان کے اصل خطبہ مین لفظ ابوبکر یا عمر کا تھا اور پیچھے اصل لفظ کو بدل کر لفظ فلان لکھدیا اس لیے کہ کوئی بکر عقل سلیم قبول کر سکتی ہے کہ حضرت امیر سا فصیح و بلیغ ایسے خطبے مین لفظ مبہم بیان فرماوے اور بجاے نام کے حرف فلان ارشاد کرے تیسرے ثابت ہوتا ہے کہ اُسوقت تک جب کہ علامہ بحرانی نے شرح نہج البلاغۃ لکھی تمام شیعہ لفظ فلان سے یا حضرت ابوبکرؓ سمجھتے تھے یا حضرت عمرؓ مراد لیتے تھے اس لیے کہ شارح موصوف شیعون کے قول کو نقل کر کے کہتا ہے (فقالوا ان ہذا المادح التی ذکرہا علیہ السلام فی احد ہذین الرجلین) کہ شیعہ کہتے ہین کہ یہ ممدوح دو مین سے ایک ہے یا ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما جو تھے اس تحریر سے تقریر قطب الاقطاب فرمدی کی مہمل ہو گئی یعنی اونھون نے اپنے بچانے کے لیے یہ توجیہ کی کہ مراد فلان سے وہ شخص ہے جو کہ سامنے پیغمبر خدا کے

مرچکا تھا اس لیے کہ اگر اُس تقریر کو اور علماء شیعہ قبول کر لیتے اور اسکو مہمل جانکر مطرح نہ کر دیتے تو ایسی
تاویلات کی حاجت نہوتی جو علامۂ بحرانی نے شیعون کیطرف سے بیان کی ہیں + اگرچہ اُس
تحریر سے جو ہم کر چکے سب مطلب حاصل ہوگیا اور علماء شیعہ کی توجیہات کا پوچ اور بیہودہ ہونا ثابت
ہوگیا لیکن ہم ذرا اس امر کی اور تصریح کرتے ہین کہ لفظ فلان سے علماء شیعہ کے نزدیک دو ہی شخص
مراد ہین یا حضرت ابو بکر صدیق رضی یا حضرت عمر رضی چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ
تحفہ میں فرماتے ہین (و لہذا شارحین نہج البلاغۃ از امامیہ در تعین فلان اختلاف کردہ اند بعضے
گفتہ اند کہ مراد ابو بکر است و بعضے گفتہ اند عمر است) لیکن علامۂ کنتوری نے موافق اپنی عادت کے اس
سے بھی انکار فرمایا اور اسکو بھی شاہ صاحب کا جھوٹھ تصور کیا چنانچہ جو جواب تحفہ کا اُنھون نے لکھا
ہے اُسمین اس تحریر کا شاہ صاحب کی ان لفظون سے جواب دیا ہے (قولنا ان ہذا الا افک مبین ازین ناصبی
باید پرسید کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است) خاتم المتکلمین حضرت مولانا مولوی حیدر علی صاحب قبلہ
جنکے نام سے شیعون کے بدنمین رعشہ و لرزہ پیدا ہوتا ہے اسکے جواب میں فرماتے ہیں (سبحانک ہذا بہتان
عظیم زیرا کہ مراد ازین شراح امامیہ مثل بحرانی ہستند و لیکن چون این بے نصیب کتب مذکورہ را ندیدہ میگوید
کہ کدام شارح امامیہ گفتہ کہ مراد ابو بکر یا عمر است اینک عبارت رئیس الحکماء والمتبحرین کمال الدین مذکور
بگوش خود بشنود خاک مذلت بر سر خود بریزد و از مسند تکلم و تصنیف برخیزد حیث قال و عن قطب الدین الراوندی
انہ انما اراد الخ) یعنی ملا کمال الدین جو ایک نامی عالم شیعہ کے ہین وہ شرح نہج البلاغۃ میں لکھتے ہین کہ
فلان کے لفظ سے مراد لینے مین اختلاف ہے قطب الدین راوندی جو ایک بڑے عالم شیعون کے
ہین کہتے ہین کہ حضرت امیر کی مراد اس فلان سے کوئی دوسرا آدمی ہو جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے
دنیا سے رحلت کر گیا تھا اور ابن ابی الحدید کا قول ہو کہ مراد اُس سے عمر رضی ہین لیکن میرے نزدیک مراد
فلان سے ابو بکر ہین فقط اسکو دیکھکر حضرات شیعہ کو چاہیے کہ اپنے محدثین اور علما کے جوابات پر خیال
کرین کہ باوجود موجود ہونے ایسی روایات کے اُس سے انکار کرتے ہین اور حضرت مؤلف تحفہ قدس سرہ
کو جھٹلاتے ہیں اور عوام کو دھوکا دیتے ہیں + اگرچہ عبارت جناب امیر کی اظہار فضائل ابو بکر صدیق رضی مین
ایسی صریح اور صاف ہے کہ بعد اُسکے سننے کے کسی قسم کا کوئی طعن اُنپر شیعونکی زبان سے نکل نہیں سکتا
لیکن جو فضیلتین اُن لفظون سے ثابت ہوتی ہین اُنکو ذرا تفصیل کے ساتھ ہم بیان کرتے ہیں پس
واضح ہو کہ اِس خطبے مین جناب امیر نے حضرت ابو بکر صدیق رضی کے دس وصفون کا بیان کیا اول
یہ کہ خلق کو جو کجی ہیں گرفتار تھی نکال کر خدا کی راہ پر لائے اور اُنکو راہ راست دکھلائی + +

۵ بعض اصحابہ زمن الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من مات قبل وقوع الفتن وانتشارہا وقال ابن ابی الحدید ان ظاہر الاوصاف المذکورۃ فی الکلام یدل علی انہ اراد رجلا ولی امر الخلافۃ قبلہ لتقدم قوم الاود وداوی العمد ولم یرد عثمان لوقوع الفتنۃ وسببہا بسببہ ولا ابا بکر لقصر مدۃ خلافتہ وبعد عہدہ عن الفتن وکان الاظہر انہ اراد عمر واقول ان ارادتہ ابی بکر اشبہ من ارادتہ عمر ۱۲

دوسرے امراض نفسانیہ کا اپنے وعظ و نصیحت سے معالجہ کیا تیسرے پیغمبر خدا کی سنت کو قائم کیا چوتھے ایسا انتظام کیا کہ کچھ فتنہ و فساد اُنکے زمانے مین نہوا پانچوین خاشاک ملامت سے پاک دامن گئے چھٹے خلافت کی خوبی پائی اور اُسکے شر سے محفوظ رہے ساتوین خدا کی طاعت جیسی کہ چاہیے بجا لائے آٹھوین خوف اور تقوے کا حق بخوبی ادا کیا نوین خلق خدا بعد اُنکے تشویش اور حیرت مین پڑ گئی دسوین بعد اُنکے لوگ مختلف ہو گئے * چنانچہ انھین اوصاف کی تصریح میں مولانا صاحب تحفہ مین فرماتے ہین (پس درین عبارت سراسر بشارت ابو بکر رابدہ وصف عالی موصوف نمودہ) لیکن علامۂ کنتوری اسکے جواب مین لکھتے ہین (اثبت العرش ثم انقش اول این معنی باثبات باید رسانید کہ مراد از لفظ فلان درین کلام ابو بکر ست بعد ازان باین اوصاف اثبات فضل ابو بکر باید نمود) اسکی تردید مین مولانا حیدر علی صاحب ازالۃ الغین مین فرماتے ہین (بحمد اللہ کہ ہم بناء دیوار محکم شد وہم نقش ونگار صورت بست وخود شراح نہج البلاغۃ آن اوصاف را کہ تلک عشرۃ کاملۃ عبارت از انست ہمین عدد یاد کردہ اند عبارت بحرانی بعد از ترجیح صدیق باید شنید وصفہ بامور احدہا تقویمہ للاود ہو کنایۃ عن تقویمہ للّٰہ الخ) اے مسلمانو حضرات شیعہ کو دیکھو کہ کسطرح پر صحابہ کی ہر فضیلت سے انکار کر جاتے ہین اور باوجود اقرار اپنے بزرگون کے صاف منکر ہو جاتے ہین اور فضیحت اور رسوائی سے بالکل بے خوف ہو جاتے ہین اس علامۂ کنتوری نے باین فضیلت جب دیکھا کہ کچھ جواب ایسی روایتون کا نہیں ہو پس بمجبوری انکار کرنا شروع کیا اور لا نسلم اور لیس بصحیح کہکر اپنے جواب کو ختم کیا لیکن قطع نظر اسکے کہ خود علماء شیعہ نے اقرار کیا ہی کہ مراد فلاں سے حضرت ابو بکرؓ ہین یا حضرت عمرؓ بالفرض اگر وہ اقرار بھی نہ کرتے تو بھی لفظ فلان سے کوئی شخص مراد ہوگا یا ماسواے حضرات شیخین کے دوسرا کوئی ہو یا انھین مین سے کوئی ایک ہو اگر کوئی تیسرا شخص مراد لیا جاوے تو وہی شخص ہوگا جو کہ پیغمبر صاحب کے سامنے مر چکا تھا۔ جیسا کہ قطب الدین راوندی نے دعوی کیا ہی اور جب کہ یہ صفتین ایسے شخص کی نسبت جو پیغمبر صاحب کے سامنے مر گیا ہو ثابت نہین ہو سکتین تو لامحالہ مراد فلان سے یا ابو بکر صدیقؓ ہونگے یا حضرت عمر فاروقؓ تو پھر اُس سے انکار کرنا اور بجواب تحفہ کے اپنے نامۂ اعمال کیطرح چند ورق سیاہ کرنا بالکل عبث اور لغو تھا اس سے تو یہی بہتر تھا کہ اس روایت ہی سے انکار کر جاتے اور حضرت علی کیطرف منسوب کرنے سے منکر ہو جاتے یا اُسکو تقیے پر محمول کر کے اپنے جواب میں صرف تقیے کا عذر پیش کرتے لیکن ان دو راہونکو چھوڑ کر علامۂ کنتوری کا تیسری راہ پر چلنا سراسر نادانی تھی آخر اُسکا لطف اُٹھایا کہ جس امر سے انکار کیا اور جس روایت سے منکر ہوے اُسی کو ہمنے اُنکی کتابون اور اُنکے علما کے قول سے ثابت کر کے اُنکو بدنام کیا (اے معاشر مسلمین رحمکم اللہ اکنون کجا ماند دعاوے لاطائلہ رفض

کہ در مطاعن تقریر کردہ ہزاران رسائل و کتب را مثل نامہای اعمال خود در سیاہی و تباہی گرفتند و ضاف باید داد کہ حالیا از عمدہ طعنہای رفضہ کہ در اسفار کلامیہ ایشان مبسوط ست چیزے باقیست کہ بعد شہادت جناب مرتضوی حاجت بہ رد آن افتد پس بر سوء عاقبت این قوم بنالہای جانکاہ باید گریست و ریگ بیابان مذلت بر سرہای ایشان باید ریخت) اگر حضرات شیعہ کو اب بھی سیری نہ ہوئی ہو اور باوجود ایسی روایتون کے اُنکی خاطر جمع نہوئی ہو تو ہم اُنکی تسکین کے لیے ابھی بہت سی سندین اور روایتیں صحابہ کرام کی فضیلت مین موجود رکھتے ہین اور خود ائمہ کرام کی زبان سے اُسکے ثابت کرنے پر مستعد ہین جسکو سننا ہو وہ سنے ؎

آٹھوین شہادت

علی بن عیسیٰ اردبیلی امامی اثنا عشری نے اپنی کتاب کشف الغمہ فی معرفۃ الائمۃ مین لکھا ہے (انہ سئل الامام ابو جعفر علیہ السلام عن حلیۃ السیف ہل یجوز فقال نعم قد حلی ابو بکر الصدیق سیفہ بالفضۃ فقال الراوی تقول ہکذا فوثب الامام عن مکانہ فقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل لہ الصدیق فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ) ترجمہ کسی شخص نے امام باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ تلوار کے قبضے کو حلیہ کرنا درست ہے یا نہین تب امام نے جواب دیا کہ ہان اس لیے کہ ابو بکر صدیق کی تلوار کے قبضے پر بھی حلیہ چاندی کا تھا راوی کہتا ہے کہ اُسنے امام سے عرض کی کہ یا حضرت آپ بھی ابو بکر کو صدیق کہتے ہین یہ سنتے ہی امام اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور کہنے لگے کہ ہان وہ صدیق ہے ہان وہ صدیق ہے ہان وہ صدیق ہے جو کوئی اسکو صدیق نہ کہے خدا اُسکی دنیا و آخرت مین تصدیق نہ کرے ✤ اس روایت سے چند فائدے حاصل ہوتے ہین پہلا فائدہ زبان سے امام علیہ السلام کی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدیق ہونا اور صدیق ہونے سے اُنکا تمام امت سے افضل ہونا لازم آتا ہے اس لیے کہ قواعد مقررہ منصوصہ قرآن سے یہ امر ظاہر ہے کہ بعد پیغمبرون کے مرتبہ صدیق کا ہے اور تمام امت سے صدیقین کا درجہ افضل ہے جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے فَأُولٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولٰئِكَ رَفِيقًا ✤ دوسرا فائدہ امام سے جب سائل نے سوال کیا تو اُسنے صرف ایک مسئلے کا استفسار کیا اُسکے جواب مین ہان یا نہین کہنا کافی تھا مگر امام نے اسپر قناعت نکی بلکہ ابو بکر صدیق کے فعل کو سند لیکر جواب دیا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسائل دینی مین افعال صحابہ پر تمسک کرنا چاہیئے اور یہ حصہ صرف اہل سنت کو نصیب ہوا ہے حضرات شیعہ اس سے محروم ہین وہ بھی کسی مسئلے میں قول یا فعل صحابہ کو سند نہین جانتے پس درحقیقت اماموں کے تابع اہل سنت ہین نہ شیعہ ✤ تیسرا فائدہ امام سے جب سائل نے مسئلہ پوچھا اور اُنھون نے ابو بکر صدیق کا ذکر بھی کیا تو اُنکو صدیق کہنا ضرور نہ تھا یہی کافی تھا کہ وہ نام ابو بکر صدیق کا لیتے مگر امام کو ایسی محبت اُنسے تھی کہ بغیر صدیق کے

اُنکا نام لینا انکے دلکو گوارا نہین ہوا اس لیئے اس لقب سے انکو یاد کیا پس یہ بڑی عمدہ دلیل محبت ائمہ کی ساتھ صحابہ کے ہے افسوس حضرات شیعہ کی سمجھ پر کہ وہ ائمہ کو دشمن صحابہ کا جانتے ہیں چوتھا فائدہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام کو سائل کے تعجب پر نہایت غصہ آیا اور جب سنے پوچھا کہ آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہین تو آپ کو اس قدر غیظ ہوا کہ اپنی جگہ سے اچھل پڑے اور تین مرتبہ فرمایا نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق اور اسی پر قناعت نہ کی بلکہ یہ فرمایا کہ جو کوئی اُنکو صدیق نہ کہے خدا اسکی دنیا و آخرت مین تصدیق نہ کرے پس حضرات شیعہ کو چاہیئے کہ وہ ذرا انصاف سے اس روایت کو دیکھین اور امام کی شہادت سے اپنے آپ کو خدا کے نزدیک دنیا و آخرت میں بسبب نہ تصدیق کرنے صدیقیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کے جھوٹھا جانین + پانچوان فائدہ اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ پوچھنے والا شیعہ تھا اور صحابہ کا دشمن اسیواسطے امام سے صدیق کہنے پر اسکو تعجب ہوا اگر کوئی سُنی ہوتا تو وہ تعجب نہ کرتا اور جب کہ سائل کا شیعہ ہونا ثابت ہوا تو پھر موقع تقیے کا بھی نہ رہا بان اگر سائل سنی یا ناصبی یا خارجی ہوتا تو تقیے کی گنجایش تھی + اب ہم حضرات شیعہ کے اقوال کو جواس روایت کی نسبت ہین بیان کرکے اُنکا رد کرتے ہین + پہلا قول قاضی نور اللہ شوستری نے احقاق الحق میں اس روایت سے انکار کیا ہے اور بہت کچھ زبان درازی فرمائی ہے اور صاف لکھا ہے کہ اس روایت کا کچھ پتہ نشان کشف الغمہ مین نہین ہے بلکہ ایسی روایت کا کشف الغمہ میں موجود ہونا خلاف قیاس ہے اس لیے کہ اُس کتاب مین پیغمبر خدا اور ائمہ اثنا عشر کا حال لکھا ہے نہ ابوبکر کا تو کیا وجہ تھی کہ مولف اُس کتاب کا ایسی روایت کو لکھتا چنانچہ قاضی صاحب کی عبارت کے الفاظ یہ ہین (وکذا الحال فیما نقلہ عن راس التعصب والحیف من حدیث حلیۃ السیف لیس ذلک فی الکتاب عنہ خبر ولا عین ولا اثر وایضا لامناسبۃ لذکر ذلک فی ہذا الکتاب المقصود علی ذکر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والائمۃ الاثنا عشر و ذکر اسمائہم وکناہم واسماء آبائہم وامہاتہم ومو الیدہم ووفیاتہم ومعجزاتہم کما لا یخفی علی من طالع ہذا الکتاب) پس اس قول کو دیکھکر کونسا شیعہ ہوگا جسکو اس روایت کے نہ موجود ہونے پر یقین نہ آوے گا اور سنیون کے قول کو کیونکر غلط نہ جانیگا لیکن الحمد للہ کہ کتاب کشف الغمہ اس ہندوستان مین صد ہا جگہ موجود ہے جس کسیکو شک ہو وہ اُسکو لیکر دیکھے کہ یہ روایت موجود ہے یا نہین اور قاضی صاحب کی صداقت کی داد دے لیکن اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ شاید بعد مین کسی سنی نے یہ عبارت ملا دی ہے اور کتاب کشف الغمہ مین اس روایت کے موجود ہونے سے اُسکو اطمینان نہو تو اُسکے اطمینان کے لیئے ہم مجتہد صاحب کی کتاب کو پیش کرتے ہیں کہ اُنھون نے

بفضلہ تعالی اس روایت کے موجود ہونے سے کتاب مذکور مین اقرار کیا اور یہ توجیہ فرمائی کہ یہ روایت مُولف کتاب نے ابن جوزی سے جوکہ عالم سنیون کے ہین نقل کی ہے خیر جو کچھ ہو اسکی بحث ہم پیچھے کرینگے بالفعل ہمکو قاضی نوراللہ شوستری صاحب کی تکذیب منظور ہی کہ انھون نے اس روایت کے موجود ہونے ہی سے انکار کیا ہے اور اُسکے واسطے ہم مجتہد صاحب کی کتاب طعن الرماح کی عبارت نقل کرتے ہین جسمین اُنھون نے اس روایت کے موجود ہونے کا اقرار کیا ہے نہ ہو ہذہ (قال المجتہد القمقام فی طعن الرماح روایت نعم الصدیق باسناد کتب شیعیان منودہ از کتاب کشف الغمہ نقل کردہ چون اتفاق مراجعت بآن کتاب شد مصنف آن کہ مولانا الوزیر علی بن عیسٰی اردبیلی ست از ابن جوزی کہ از مشاہیر علماء اہل سنت روایت مذکورہ رانقل کردہ) اس تحریر سے مثل آفتاب نیمروز کے قاضی نوراللہ شوستری کا جھوٹھا ہونا ثابت ہوگیا اور خود مجتہد صاحب کی تحریر سے اُنکے قاضی کا جسکو مولانا اور سیدنا لکھکر اپنی کتاب مین یاد کیا ہے افترا ظاہر ہوگیا عجب حال ہی علماء شیعہ کا کہ جب کوئی روایت اُنکی کتاب سے سند لاکر پیش کیجاتی ہے تو اول صاف انکار کرجاتے ہین اور ناقل کو جھوٹھا اور کاذب بتاتے ہین اور جب اُسکی صحت اور سند پہنچائی جاتی ہے تب توجیہات لاطائل کرنے لگتے ہین چنانچہ اس روایت کو قاضی نوراللہ شوستری نے خلاف اپنے مذہب کے پایا اُس سے انکار کیا لیکن جب وہ روایت اس کتاب سے ثابت کردی گئی تب بمجبوری مجتہد صاحب نے اُسکی موجودگی کا اقرار کیا اور ایک دوسری توجیہ لاطائل سے اُسکا باطل کرنا چاہا چنانچہ اب ہم اُس توجیہ کو بھی باطل کرتے ہین + مجتہد صاحب کی توجیہ کا سارا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت نعم الصدیق کی اگرچہ کتاب کشف الغمہ مین مذکور ہے لیکن اُس مُولف موصوف نے علامہ ابن جوزی سے جوکہ مشاہیر علماء اہل سنت سے ہے نقل کیا ہے اس لیے گویا یہ روایت اہل سنت کی ہے نہ شیعونکی اسکا جواب یہ ہے کہ شاید مجتہد صاحب نے کتاب کشف الغمہ کو از اول تا آخر ملاحظہ نہین فرمایا ورنہ ایسا ارشاد نفرماتے اس لیے کہ مُولف کتاب مصوف نے جو کچھ اس کتاب مین لکھا ہے اور نقل کیا ہے وہ متفق علیہ فریقین ہے اور علماء شیعہ نے بعد دیگرے اُسکو قبول کیا ہے اور وہ شیعون کے نزدیک مسلم ہی چنانچہ علامہ معزالدین صدر کتاب امامت مین لکھتے ہین (کہ کتاب کشف الغمہ از تصنیفات وزیر سعید اردبیلی ست وانچہ درکتاب مستطاب مذکور ست مقبول طبائع موافق ومخالف ست انتہی) پس گوکہ صاحب کشف الغمہ نے یہ روایت ابن جوزی ہی سے نقل کی ہو لیکن جب کہ وہ التزام اس امر کا کرچکا ہے کہ جو روایت لکھی جاویگی وہ مقبول فریقین ہوگی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ روایت بھی مقبول فریقین ہے اور جب مقبول فریقین ہونا ثابت ہوا تو اس روایت سے

الزام شیعون پر دنیا درست ٹھہرا اور اسکا جواب شیعون سے لینا واجب ہوا صاحب استقصاء الافحام
نے جنکی کتاب پر آج کل شیعون کو بڑا فخر ہے نہایت جودت طبع کو دخل دیا ہے اور اپنی دقیقہ فہمی اور نکتہ سنجی
سے اسکا یہ جواب دیا ہو کہ اس کلام سے زردستانی کے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو کشف الغمہ مین مذکور ہے اسکو
اہل حق بھی قبول کرتے ہین اور اُسکا انکار نہیں کرتے اور یہ امر آخر ہے اور ہونا روایات کشف الغمہ کا
اجماعیات اہل حق اور اہل خلاف سے دوسرا امر ہے اس لیے کہ قبول کرنا کبھی اس لیے ہوتا ہے کہ اپنے
واسطے حجت پکڑین نہ کہ اس لیے کہ مخالف اُس سے ہم پر حجت کرے علاوہ اسکے کلام زردستانی محمول
اصول اور مقاصد کتاب کشف الغمہ پر ہے کہ جو مقصود بالذات ہے وہ مقبول اہل حق ہے نہ کہ وہ جو مقصود
بالذات نہیں ہو وہ بھی مقبول ہو فقط چنانچہ اصل عبارت استقصاء کی یہ ہے (اول آنکہ ازین کلام زر
دستانی نہایت انچہ مستفاد میشود اینست کہ انچہ در کشف الغمہ مذکور ست آنرا اہل حق ہم قبول میسازند
و بردو انکار آن نمی پردازند واین امر آخر ست و بودن روایات کشف الغمہ از اجماعیات و اتفاقیات اہل
حق و اہل خلاف کہ مخاطب مدعی آنست امر آخر زیرا کہ مفہوم ثانی آنست کہ اہل حق در روایت این روایات
شریک اند واز قبول کردن آن روایات اینمعنی مستفاد نمیشود چہ قبول روایت باین وجہ ہم متصور ست کہ اہل خلاف
روایت آن کردہ باشند و اہل حق قبول آن نمودہ باشند و قبول گاہی باینمعنی ست کہ این روایت را صحیح
میدانیم وانچہ دران مذکور ست آنرا حجت میگیریم و گاہی باینمعنی کہ چون بآن بر بعض مطالب خود احتجاج
میکنیم پس برای این امر قبولش کردہ ایم نہ باینمعنی کہ خصم بآن بر ما احتجاج نماید دوم آنکہ کلام زردستانی
محمول بر اصول و مقاصد آن کتاب ست یعنی انچہ دران کتاب برائے احتجاج واستدلال از اہل خلاف
نقل فرمودہ و مقصود بالذات ست مقبول اہل حق ہم ست نہ اینکہ انچہ مقصود بالذات نیست و محض استطراداً
تبعاً نقل شدہ آنہم مقبولست ولیاقت حجیت نزد اہل حق دارد حاشا وکلا) لیکن صاحب استقصاء کی اس
تحریر کا مطلب معلوم نہیں ہوتا اور اس سے مشکل مسئلہ حل نہیں ہوتا یعنی ہمارا یہ قول ہے کہ مؤلف
کشف الغمہ نے جو روایت لکھی ہے خواہ وہ اپنے یہاں سے لی ہو خواہ سنیوں سے وہ روایت وہی ہے
جسکو علماء شیعہ نے بھی قبول کیا ہے اور اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ روایت نعم الصدیق بھی مقبول
علماء شیعہ ہے خواہ مؤلف موصوف نے اپنے کسی عالم کی کتاب سے نقل کی ہو خواہ ابن جوزی کے کسی نسخے
سے لی ہو اور اس سے مجتہد صاحب کی وہ توجیہ کہ یہ روایت ابن جوزی سے نقل کی ہے باطل ہوتی ہے
اور صاحب استقصاء کی تحریر سے کچھ مطلب حاصل نہیں ہوتا حقیقت مین وہ بیچارہ کیا کرے ایسی بدذات
مین پڑ گیا ہے کہ نہ کچھ کہہ سکتا ہے نہ کچھ جواب دے سکتا ہے اپنے مجتہدین اور علما کے اضطراب پر حیرت کرکے

جہانتک اُس سے ہوتا ہے اُنکی بات نبا تا ہے اور چونکہ جھوٹھی بات کو کوئی سواے ایسی آبلہ فریب تقریرون کے سچ کرکے دکھلا نہیں سکتا اسیواسطے وہ بھی ایسی ہی پوچ باتون سے اپنا دل خوش کرتا ہے ورنہ نہایت تعجب کی بات ہو کہ ایسی توجیہ لاطائل جو صاحب استقصا نے کی ہے کسی لڑکے کی زبان سے بھی نہ نکلے گی یعنی اسکا تو اقرار ہی کرتے جاتے ہین کہ جو کچھ کشف الغمہ میں لکھا ہے وہ مقبول فریقین ہو اور جب اسکو بعض روایات مین اپنے مذہب کے حق مین مضر جانتے ہین تو اُسکی توجیہ اس طرح کرتے ہین کہ، مقبولیت سے صرف اُنھین روایات کی مقبولیت مراد ہے جنسے ہم حجت کرین نہ کہ وہ روایات جنسے مخالف ہمپر حجت کرے یا قبول سے اُن روایات کی مقبولیت مراد ہے جو کہ مقصود بالذات ہین نہ وہ روایات جو کہ مقصود بالذات نہین ہین اور یہ خیال نہین فرماتے کہ ایسی توجیہات پوچ ولچر کو مخالف کب سنے گا اور وہ ایسی باتون کو کب مانے گا چنانچہ ہم بوجوہات قوی اس تحریر کو رد کرتے ہین ؛

اول یہ بات تو خود صاحب استقصا نے قبول کی ہے (کہ انچہ در کشف الغمہ مذکور ست آنرا اہل حق ہم قبول میسازند و بر دو انکار آن نمی پردازند) پس ہم ایسے امر مقبول کردہ صاحب استقصا کو منظور کرکے کہتے ہین کہ (روایت نعم الصدیق در کشف الغمہ مذکور ست و انچہ در کشف الغمہ مذکور ست آنرا اہل حق ہم قبول میسازند و بر دو انکار آن نمی پردازند و قاضی نوراللہ شوستری آنرا قبول نمی سازند و جناب مجتہد صاحب قبلہ بر دو انکار آن مے پردازند پس ہر دو قاضی و مجتہد از اہل حق ہستند و ہر کہ از اہل حق باشد آنرا لازم ست کہ این روایت را قبول سازد و بر دو انکار آن نپردازد) دوسرے صاحب استقصا نے قبول کے دو معنی فرض کیئے ہین کہ (قبول گاہی باینمعنی ست کہ این روایت را صحیح میدانیم و انچہ دران مذکور ست آنرا حجت میگیریم و گاہی باینمعنی کہ چون بآن بر بعض مطالب خود احتجاج میکنیم پس برای این امر قبول کردہ ایم نہ باینمعنی کہ خصم بآن بر ما احتجاج نماید) لیکن انھین معنی فرضی پر مقولہ مضمون الشعر فی بطن الشاعر صادق ہے اس لیئے کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین کہ اس کتاب کی روایتون کی نسبت معزالدین اثنا عشری نے لکھا ہے کہ (انچہ در کتاب مستطاب مذکور ست مقبول طبائع موافق و مخالف ست) اور جب مقبول فریقین ہونا اُسکا ثابت ہوا تو پھر یہ کہنا کہ ہمنے اس لیئے قبول کیا ہے کہ ہم حجت پکڑین نہ کہ اس لیے کہ مخالف ہمپر حجت پکڑے محض نادانی ہو اسکی مثال بعینہ ایسی ہو کہ ایک شخص کسی قبالہ وہ دستاویز کی صحت کا اقرار کرے اور اس امر کو قبول کرے کہ جو کچھ اسمین لکھا ہے خواہ وہ میرا لکھا ہو یا دوسرے فریق کا وہ سب مجھے مقبول اور منظور ہے اور پھر جب کسی عبارت پر اُس دستاویز کی دوسرا فریق گرفت کرے تب وہ قبول کرنیوالا دستاویز کا کہے کہ یہ عبارت لکھائی ہوئی دوسرے فریق کی ہے میٔنے تو اس لیئے اسکو قبول کیا تھا کہ اُسپر حجت پکڑونگا نہ کہ اس لیئے کہ وہ مجھپر

حجت پکڑے پس منصف کیا فیصلہ کریگا یعنی کیا فتوی دیگا اور چونکہ صاحب استقصا بھی منصف ہین اور اُنکے نالد ماجد مفتی تھے اس لیئے وہ خود ہی برائے خدا اسکا انصاف کرین اور اس امر کو منفصل فرماوین +
تیسرے اگر یہ امر تسلیم کرلیا جاوے کہ روایت کا قبول کرنا اپنے واسطے حجت لانے کے لیئے ہے نہ کہ دوسرے کی حجت کرنے کے واسطے تو سب جھگڑا ہی طے ہوجاوے کوئی فریق کسی دوسرے پر کسی روایت کی سند نہیں لاسکتا اور یہی جواب دے سکتا ہے جیسا کہ صاحب استقصا نے دیا ہے کہ (چون بہ آن بعض مطالب خود احتجاج میکنیم پس برای این امر قبولش کردہ ایم نہ باینمعنی کہ خصم بآن بر ما احتجاج کنند) چونکہ عام قاعدہ ہے کہ جب کسی فریق کی روایت یا خبر کی صحت تسلیم کیجاوے تو اُسکی جوابدہی صحت کے تسلیم کرنیوالے پر ایسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ اصل روایت کرنے والے پر چنانچہ قطع نظر معاملات دنیاوی کے ہم دینی سند بیان کرتے ہین کہ اکثر باتین توریت و انجیل کی ہماری کتابون مین مذکور ہین اور ہم اُنکو قبول اور منظور کرتے ہین پس جب اُن روایتون کی صحت ہم نے تسلیم کرلی تو اُسکی جوابدہی ہمارے ذمے بھی ویسی ہی ہے جیسے کہ یہود اور عیسائیون کے ذمے پس اگر کسی روایت یا خبر کی نسبت جسکو ہمنے تسلیم کرلیا ہے کوئی اعتراض کرے تو اُسکا ہم یہ جواب دے سکتے ہین جیسا کہ صاحب استقصا نے دیا ہے کہ (چون بآن بر بعض مطالب خود احتجاج میکنیم پس برای این امر قبولش کردہ ایم نہ باینمعنی کہ خصم بآن برما احتجاج کنند) حقیقت مین ہم ایسا جواب نہین دے سکتے اور اگر دین تو کوئی مخالف اسکو تسلیم نہین کرسکتا + پانچوین اگر کسی فریق مخالف کی کوئی روایت ہم نقل کرین اور اسکو قبول کرنے سے کوئی غرض خاص ہووے اور اُس مین کوئی امر ایسا ہو جسکو ہم قبول نکرتے ہون ہمکو لازم ہوگا کہ ہم اُسکے مطلب کو جو کہ ہمارے مفید ہو لیکر باقی عبارت کو چھوڑ دین یا اُسکی نسبت صاف لکھ دین کہ اس روایت کا اسیقدر مضمون ہمکو تسلیم ہے اور باقی سے انکار ہے اگر ہم ایسا نکرین اور اُس روایت کو بلا انکار اُسکے کسی جزو کے قبول کرلین تو پھر ہم اُسکی قبولیت سے انکار نہین کرسکتے اسی طرح پر اگر مؤلف کتاب کشف الغمہ کا اس روایت کو کسی خاص مطلب کیواسطے قبول کرتا تو اُسکو اُسکا مطلب ہی کہدینا کافی تھا یا اصل روایت لکھکر اُسکے جزو نامقبول پہ اشارہ کردینا لازم تھا جب اُسنے ایسا نہین کیا تو اب بعد چندین سال توجیہ صاحب استقصا کی کچھ بکار آمد نہین ہوتی + جیسے یہ قول صاحب استقصا کا کہ (کلام زردستانی مجہول برا صول و مقاصد آن کتاب ہست نہ انکہ انچہ مقصود بالذات نیست آنہم مقبول ہست) یہ فقط قول ہی قول ہے نہ اسکی کچھ سند نہ اس پر کچھ حجت ہے ایسا دعوی بلا دلیل لایق سماعت کے نہین ہے اگر مؤلف موصوف یہ لکھدیتا کہ جو اصول اور مقاصد اس کتاب کے ہین وہ مقبول ہین نہ وہ جو کہ مقصود بالذات نہین ہین وہ بھی مقبول ہین تو بیشک ہم تسلیم کرتے

لیکن جب کہ اُسنے یہ قید نہین کی اور اپنے کلام کو بہ نسبت کتاب کے مطلق چھوڑ دیا تو ہم بھی اُس سے فرد کامل
مراد لین گے یعنی جو کچھ اُس کتاب مین ہی خواہ مقصود بالذات ہو یا نہو وہ سب مقبول ہے ✤ اے حضرات شیعہ
تمکو خدا کی قسم ہے کہ ذرا غور کرو اور انصاف کو دخل دو کہ اِس بحث مین تمھارے علما کس گرداب بلا مین پڑ گئے
ہین اور کیسے بیدست و پا ہو رہے ہین اور ہر چند ہاتھ پانون مارتے ہین مگر مقصود کے کنارے تک پہونچنے
نہین پاتے کوئی تو اِس روایت کے موجود ہونے ہی سے انکار کرتا ہے کوئی موجود ہونے کا تو اقرار
کرتا ہے لیکن اُسکو سنیون کے علما سے نقل کرنا بیان کرتا ہے کوئی اُسکو قبول ہی نہین کرتا کوئی قبولیت
کے معنی گڑھ گڑھکر بیان کرتا ہے اور حقیقت یہ ہی کوئی اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا اور مثل الغریق
یتشبث بکل حشیش پر عمل کر رکھا ہے دوسرا قول بعضون نے اِس روایت سے یہ جواب دیا ہے کہ اگر صحت
اسکی تسلیم کیجاوے تو امام کا ابو بکر کی نسبت صدیق کہنا بنظر تخصیص اور تمیز مخاطب کے ہوگا بغیر تصدیق
اُسکے مضمون کے جیسا کہ احقاق الحق مین قاضی نور اللہ شوستری نے لکھا ہے (اقول ذکر الصدیق لاجل
التخصیص والتمیز للمخاطب من غیر تصدیق بمضمونہ) لیکن یہ قول باطل ہے اسلیے کہ اگر امام حضرت ابو بکر
رضی اللہ تعالی عنہ کے نام کے بعد انکا لقب صدیق کہکر سکوت فرما جاتے تو حضرات شیعہ کو اِس تاویل
کی گنجایش تھی لیکن یہ تخصیص مخاطب کی بغیر تصدیق اُسکے مضمون کے آیندہ کے فقرے سے باطل
ہوتی ہے اس لیے کہ جب سائل نے متعجبانہ سوال کیا کہ یا حضرت آپ بھی اُنکو صدیق کہتے ہین تو امام اپنی
جگہ سے اُچھل پڑے اور کہا کہ نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق کہ ہان وہ صدیق ہین ہان وہ صدیق ہین ہان
وہ صدیق ہین اور پھر اسپر بھی قناعت نہ کی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ (من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا
والآخرۃ) جو اُنکو صدیق نہ کہے اُسکی خدا دنیا و آخرت مین تصدیق نہ کرے اگر ایسے کلمات پر بھی حضرات
شیعہ یہ فرما دین کہ امام نے صرف مخاطب کے سمجھنے کے لیے صدیق کہا تھا اور اُسکے مضمون کو تصدیق نکیا
تھا تو یہ انھین کو زیبا ہے ✤ تیسرا قول جب حضرات شیعہ نے یہ خیال کیا کہ یہ تاویل بھی بوجہ موجود ہونے
جملہ من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ کے نہین بنتی تب تیسری تاویل شروع کی کہ شاید حضرت امام
علیہ السلام نے ابو بکر صدیق کی نسبت جو کچھ فرمایا ہے وہ بنظر استہزا کے فرمایا ہوگا جیسا کہ احقاق الحق میں لکھا ہی
(والاستہزا کما فی قولہ ذق انک انت العزیز الکریم) یعنی امام نے ابو بکر کو صدیق بنظر استہزا اور ٹھٹھے کے فرمایا۔
جیسا کہ خدا نے دوزخیونکی نسبت بھی عزیز اور کریم فرمایا ہے اور بنظر استہزا کے اُنکی شان مین قرآن مین کہا ہے کہ
چکھو تم بڑے عزیز اور کریم ہو مگر یہ قول بھی باطل ہے اس لیے کہ الفاظ کو معنی حقیقی سے پھیرنے کے لیے
کوئی قرینہ چاہیے ورنہ بغیر قرینے کے بلا قیاس الفاظ سے معنی حقیقی مراد نہ لینا جائز نہیں ہی بس آیہ کریمہ مین

ڈوبتا ہوا آدمی تنکے کو پکڑتا ہے ۱۲

وہ قرینہ موجود ہے کہ اوپر سے ذکر زقوم اور عذاب دوزخ کا ہے اور خطاب بھی دوزخیون سے ہے اور چونکہ دوزخی
اول آپ کو بڑا عزیز اور کریم جانتے تھے اس لیئے انسے خطاب کیا گیا کما قال اللہ تبارک وتعالیٰ اِنَّ شَجَرَةَ
الزَّقُّومِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ كَالْمُهْلِ يَغْلِي فِي الْبُطُوْنِ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ
الْجَحِيْمِ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَأْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ اور اس آیت
کے کسی مقام سے کوئی ایسا قرینہ پایا نہین جاتا جس سے معلوم ہو کہ امام نے بنظر استہزا اور ٹھٹھے کے یہ فرمایا ہو
اس لیئے کہ اول تو سائل شیعہ تھا اُسکے سامنے استہزا کرنے کا کیا موقع تھا دوسرے اُسنے اپنی طرف سے کچھ استفسار
بہ نسبت حضرت صدیق کے نہ کیا تھا بلکہ اُسنے ایک مسئلہ فقہی پوچھا تھا کہ آیا حلیہ سیف کا جائز ہے یا نہین امام
نے اُسکو جائز فرمایا اور اُسکی سند مین حضرت ابو بکر صدیق کا ذکر کیا جب اُس سائل کو تعجب ہوا تو اُسکے تعجب
دور کرنے کے لیئے حضرت نے کلمہ نعم الصدیق مکرر سہ کرر زبان مبارک سے ارشاد فرمایا تو یہ محل اور موقع کسی طرح
پر استہزا کرنیکا نہ تھا اور لو فرضنا کہ کلمہ نعم الصدیق بھی بنظر استہزا کے ہو لیکن بعد اسکے جو حضرت نے فرمایا کہ من لم یصدقہ
الخ یہ کلمہ استہزا اور ٹھٹھے پر کس قرینے سے محمول کیا جاویگا اور اگر بغیر قرینہ بلا قیاس کے ایسے کلمات طیبات استہزا
اور سخریہ پر محمول کیئے جاوین تو ہر ملحد و زندیق ہر آیت اور حدیث کی نسبت ایسا ہی کہہ سکتا ہے فما ہو جوابکم فہو جوابنا
چوتھا قول جب حضرات نے دیکھا کہ یہ تاویل بھی نہین بنتی اور امام کی نسبت استہزا اور سخریہ کے منسوب کرنے
سے کام نہین نکلتا تب انہنے اُس معمولی تاویل سے پناہ لی جو سنیون کے ہر حملہ کے لیئے سپر بنائی گئی ہے اور
جو ناصبیون کے ہر حربے کے واسطے ڈھال مقرر کی گئی ہے یعنی تقیہ جیسا کہ احقاق الحق میں برسبیل تنزل لکھا
ہے او للتقیہ عن السائل اور مجتہد صاحب نے بھی خیر پر طعن الرماح مین فرمایا ہے (ولو نزلنا عن ذلک پس
محمول بر تقیہ خواہد بود) لیکن اس تاویل کی بھی گنجایش نہین ہے اس لیئے کہ الفاظ عبارت سے معلوم ہوتا ہے
کہ سائل مومنین اور محبین سے تھا ورنہ جب امام نے حضرت ابو بکر کو صدیق کہا تو اسے کچھ تعجب نہوتا اور
وہ یہ استفسار نکرتا کہ آپ بھی ایسا کہتے ہین سائل کا تعجب کرنا اور امام کا غصہ ہوکر جواب دینا صاف اس امر
پر دلالت کرتا ہے کہ سائل سنی نہ تھا جس سے ضرورت تقیہ کرنے کی ہوتی اور اگر سائل سنی بھی ہوتا تب بھی امام
کا تقیہ کرنا اور سنی سے ڈر کر خلفاء جور کی تعریف کرنا خلاف شان امامت کے تھا اس لیئے کہ امام باقر اور امام
جعفر صادق علیہما السلام تقیے سے ممنوع تھے اور اُنکو تقیہ کرنا جائز ہی نہ تھا اور جو صحیفہ خدا نے انپر بھیجا
تھا اُسمین اُنکو علوم کے منتشر کرنے اور مسائل شرعی کو بلا خوف وخطر ظاہر کرنے کی تاکید تھی اُنکو خدا نے مطمئن
کردیا تھا اور اُنکے حق مین (فانک فی حرز وامان) فرمادیا تھا پس ایسی حالت مین امام کا ایک سنی سے ڈر جانا
اور اُسکے خوف سے ایک غاصب ملکہ کافر کو صدیق کہنا اور باوجود اطمینان خدا کے جان و عزت کا اندیشہ کرنا ۔

تعجب کا مقام ہے علاوہ برین امام کے حالات پر بھی نظر کرنا اور انکے طور اور طریقے کو بھی دیکھنا چاہیئے کہ آیا وہ
ہمیشہ سنیون سے ڈرجاتے تھے اور ناصبیون کے خوف سے جھوٹی تعریف صحابہ کی کیا کرتے تھے یا
کبھی اپنی امامت کے جلال پر بھی آجاتے تھے اور اپنی شان صدق گوئی کو بھی ظاہر فرماتے تھے اگر یہ ثابت ہو
کہ کبھی کسی سنی کے مقابلے مین حضرت نے اپنے عقیدے کو ظاہر نہین کیا اور ہمیشہ ہر ایک سنی کے روبرو
تقیے کو کام فرمایا تو خیر اس حدیث کی نسبت بھی ہم عذر تقیہ کو تسلیم کر سکتے ہین اور اگر یہ امر معلوم ہو کہ امام نے
بڑے بڑے سنیون کے سامنے اظہار حق فرمایا ہے اور بلاخوف انکے جو کچھ دل مین تھا اسکو ظاہر کر دیا ہے تو
پھر کیونکر ہم اس حدیث کی نسبت عذر تقیے کو قبول کرین اب ہم امر دوم کو کتب شیعہ سے ثابت کرتے ہین ملا
باقر مجلسی کتاب حق الیقین مین لکھتے ہین کہ در زمان حضرت امام محمد باقر و امام جعفر صادق علیہما السلام کہ اواخر زمان
بنی امیہ و اوائل دولت بنی عباس بود از ان دو بزرگوار آن قدر از مسائل حلال و حرام و علم تفسیر کلام و قصص
انبیاء و سیر و تواریخ ملوک عرب و عجم و غیر آنہا از غرائب علوم منتشر گردید کہ عالم را فرا گرفت و محدثان شیعہ در اطراف
عالم منتشر گردیدہ و پیوستہ در مناظرات و مباحثات علما بر جمیع فرق غالب بودند و چہار ہزار کس از علماء مشہور راند
حضرت صادق روایت کردہ اند و چہار صد اصل در میان شیعہ بہم رسید کہ اصحاب باقر و صادق و کاظم علیہم السلام
روایت کردہ بودند (الی قولہ) و بہ طریق معتبرہ منقولست کہ قتادہ بصری کہ از مفسرین مشہورہ عامہ است بخدمت
حضرت امام محمد باقر علیہ السلام آمد حضرت فرمود توئی فقیہ اہل بصرہ گفت بلی حضرت فرمود وای بر تو ای قتادہ حق
تعالی خلق آفریدہ است کہ ایشان را حجتہای خود گردانیدہ است بر خلق خود پس ایشان میخہای زمین اند و خازنان
علم الٰہی اند پس قتادہ مدتے ساکت شد کہ یارای سخن گفتن نداشت پس گفت بخدا سوگند کہ در پیش فقہا و خلفا و
پادشاہان و ابن عباس نشستہ ام و دل من نزد ایشان مضطرب نشدہ چنانچہ نزد تو مضطرب شدہ است حضرت
فرمود میدانے کہ کجائی در پیش خانہ نشستہ کہ حق تعالی در شان ایشان فرمودہ است کہ (فی بیوت اذن اللہ
ان ترفع و یذکر فیہا اسمہ) قتادہ گفت راست گفتی) پس جب کہ بڑے بڑے مفسرین اور مشہور فقہا اور نامی علما
کے مقابلے مین امام تقیہ نہ کرین اور انکو برا بھلا کہین اور وائے بر تو اور مثل اسکے اور کلمات عتاب کے
فرمانے مین کچھ تامل نفرمادین اور انکے شاگرد اور حاضر باش بڑی بڑی مجلسون مین سنیون سے مباحثہ
کرین اور انکو ہرادین اور ہزارون عالم اور سیکڑون فقیہ انسے تعلیم پاوین تو کیونکر ہم اس امر کو مانین کہ ایسے
زبردست امام جنکی مجلس مین آنے سے بڑے بڑے عالمون کے بدن مین لرزہ پڑجاوے اور صورت دیکھنے
سے انکا دل کانپنے لگے ایک سنی کے سامنے آنے سے ڈرجاوین اور خلفاء جور کی ایسی بڑی تعریف کرنے
لگیں کیا وہ سائل جسنے حلیہ سیف کا سوال کیا تھا قتادہ بصری سے بھی بڑھکر تھا یا کوئی لشکر اور فوج لیکر

امام سے مسئلہ پوچھنے آیا تھا کہ امام قتادہ سے تو نہ ڈرے اور اُسپر تو عتاب کیا اور سائل سے ڈر کر ابو بکر کو صدیق صدیق صدیق کہنے لگے ہمارے نزدیک تو اگر کوئی بادشاہ اور امیر بھی آتا تب بھی امام کلمہ حق کہنے سے درگذر نفرماتے اور جو کچھ اُنکے دل مین ہوتا اُسکے خلاف ہرگز کچھ بھی زبان سے نہ نکالتے اور یہ صرف ہمارا خیال ہی خیال نہین ہے بلکہ اسکا ثبوت شیعونکی کتابون سے ہوتا ہے چنانچہ ملا باقر مجلسی حق الیقین مین لکھتے ہین کہ (در روایت دیگر معتبر وارد شدہ است کہ درسالیکہ ہشام بن عبد الملک بحج رفتہ بود در مسجد الحرام دید کہ مردم نزد حضرت امام محمد باقر ہجوم آوردہ اند و از امور دین خود سوال کنند عکرمہ شاگرد ابن عباس از ہشام پرسید کہ کیست اینکہ نور علم از جبین او ساطع ست میروم کہ او را خجل کنم چون نزدیک حضرت آمد و ایستاد لرزہ بر اندام او افتاد و مضطرب شد و گفت یا ابن رسول اللہ من در مجالس بسیار نزد ابن عباس و دیگران نشستہ ام این حالت مرا عارض نشدہ حضرت ہمان جواب را فرمود پس معلوم شد کہ از معجزات امام و شواہد امامت آنست کہ حقتعالی محبت ایشان را در دل دوستان و مہابت ایشان را در دلہای دشمنان می افگند) پس جب کہ ہشام ابن عبد الملک سے ظالم بادشاہ کے موجود ہونے پر امام کا رعب دشمن پر ہوجاوے اور امام کے خوف سے اُنکے بدن پر لرزہ آجاوے تو تعجب ہے کہ پھر امام ایک سنی کے رعب مین آجاوین اور ایک ادنی آدمی سے ڈر جاوین * مین ہر چند غور کرتا ہون اور بہت سوچتا ہون لیکن حضرات شیعہ رحمہم اللہ کی باتین میری سمجھ مین نہین آتین اور امامت کی حقیقت تو فرشتے اور انبیا بھی نہین سمجھے تو وہ مین کیا سمجھ سکتا ہون لیکن اُسکے ظاہری شواہد بھی میرے ذہن مین نہین آتے کہ کبھی تو حضرات شیعہ امامون کو ایسا شجاع اور ذی رعب بنا دیتے ہین کہ بادشاہون اور ظالمونکو بھی مجال گفتگو کی اُنکے سامنے نہ تھی اور عالمون اور فقیہونکو بھی جرأت بات کرنے کی اُنسے نہوتی تھی سبکو بُرا بھلا کہتے تھے اور لوگ چپ سنا کرتے تھے اور سوائے درست اور بجا کے امام کے سامنے کسی کی زبان سے کوئی لفظ نہ نکلتا تھا اور کبھی حضرات شیعہ امامونکو ایسا خوف زدہ اور جبان و نعوذ باللہ منہ بنا دیتے ہین کہ وہ ایک ادنی آدمی سے ڈر جاتے تھے اور اگر انکی مجلس مین ایک سنی بھی آجاتا تھا تو وہ چپ ہو جاتے تھے اور اُسکا ایسا رعب اُنپر چھا جاتا تھا کہ ایک بات بھی ایسی کہ جو اُس سنی کے عقیدے کے خلاف ہوتی تھی نفرماتے تھے حقیقت میں یہ سب تہمتین شیعونکی امامون پر ہین وہ تو بنی زادے اور رسول کے جان و جگر تھے اُنکی رگ رگ مین انکے جد کی عادات اور اخلاق کا اثر تھا اُنکی بات بات مین اُنکے نانا کے کلام کا جلوہ ظاہر ہوتا تھا جسطرح اُنکا ظاہری جمال نمونہ پیغمبر صاحب کے حسن کا تھا اسی طرح اُنکے باطنی کمال سے کمالات نبوی کا ظہور ہوتا تھا اُنکا دل اُنکی زبان حضرت پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کے مانند یکسان تھی نفاق اور جھوٹھ

اور حیلہ اور تقیہ اُنکے کمالات کے حق مین ایک سخت عیب تھا کیونکر خدا ایسے لوگونکو جو سراسر نور کے پتلے
تھے ایسی کثافتون سے پاک نرکھتا اور کس لیئے اُن پاک اماموںکو جو سراپا طہارت کی صورت تھے ایسی نجاستون
سے دور نہ رکھتا اے حضرات شیعہ جنکی شان مین آیۂ تطہیر نازل ہوئی ہو جنکی پاکی پر پاکی نے قسم کھائی ہو جنکی صداقت
پر صدق کو ناز ہو جنکی صورت اور سیرت پیغمبر کیسی ہو جنکی گھوارہ جنبانی جبرئیل امین کے تعلق ہو جنکی زیارت کو
ملائکۂ عرش برین آتے ہون جنکے قول و فعل پر دین و مذہب کا مدار ہو انھین پر تم ایسی تہمتین کرو اور خوف اور
جھوٹھ اور حیلے کو اُن پاک امامون کیطرف نسبت کرو آے بھائیو کیا محبت کے یہی معنی ہیں جو تم رکھتے ہو اگر
امامت کی یہی شان ہے تو مسلمانونکا کیا ذکر ہے گبر و ترسا بھی نفرت کرینگے اور ایسی باتون کو سنکر سب الامان
الامان پکارینگے اگر تمکو یہ شبہہ ہو کہ ہمارے علما اور محدثین نے ایسی روایتونکو لکھا ہے اور ایک گروہ نے فقہا
کے اُسکو نقل کیا ہے تو یہ شبہہ ذرا سے غور سے رفع ہوسکتا ہے یعنی تم اُن لوگون کے حالات پر غور کرو جو ادہی
تمھارے یہانکی روایتون کے ہین اور مدار تمھارے مذہب کی احادیث کا ہے کہ وہ سب کے سب جھوٹھے
تھے اور امام انپر لعنت کیا کرتے تھے کہ اسکو ہم تمھاری ہی کتابون سے اپنے موقع پر آیندہ ثابت کرینگے
تب تمکو معلوم ہوگا کہ امام کا ظاہر باطن ایک تھا جو اُنکے دل مین ہوتا تھا وہی زبان سے ارشاد فرماتے تھے
اگر تم ہمارے کہنے کو غلط سمجھو تو اپنے ہی علما کے اقوال پر نظر کرو کہ اُنھون نے بھی ایمۂ کرام کیطرف سے
ایسا ہی لکھا ہے اور خود ایمہ کی حدیث کو لکھکر اس بات کو صاف کردیا ہے چنانچہ محدثین شیعہ امام جعفر صادق
علیہ السلام کی حدیث مین لکھتے ہین کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے (لا تذکروا سرنا بخلاف علانیتنا ولا علا
نیتنا بخلاف سرنا حسبکم ان تقولوا ما نقول وتصمتوا عما نصمت الخ) کہ ہمارا ظاہر و باطن ایک ہے ہمارے باطن کو
برخلاف ہمارے ظاہر کے ہرگز نہ کہو اور نہ ہمارے ظاہر کو مخالف باطن کے کہو یہی تمھارے واسطے کافی
ہے کہ جو ہم کہتے ہین وہی تم بھی کہو اور جس سے ہم چپ رہتے ہیں اُس سے تم بھی خاموش رہو پس
اے حضرات شیعہ اگر حقیقت مین تم امام کے حکم پر عمل کرتے ہو اور اُنکے کہنے پر چلتے ہو تو اُنکے قول کو سنو اور
اُسپر عمل کرو جیسا انھون نے حضرت ابوبکر کو صدیق کہا ویسا ہی تم بھی چپ چاپ اُنکو صدیق صدیق
کہو اور سوا اسکے وہ بات جس سے امام نے سکوت فرمایا تم بھی اُس سے خاموش رہو ✤ پانچوان
قول بعض حضرات شیعہ یہ فرماتے ہین کہ امام علیہ السلام ابوبکر کو کسطرح صدیق کہتے اس لیئے کہ
یہ لقب خاص جناب امیر علیہ السلام کا ہے کہ خود حضرت امیر نے فرمایا ہے (انا الصدیق الاکبر لا یقول
بعدی الا کذاب) کہ مین صدیق اکبر ہون جو کوئی بعد میرے اس لقب کو اپنی نسبت کہیگا وہ جھوٹھا
ہے لیکن یہ فرمانا بھی حضرات کا اُنکے لیئے چند دلیلون سے مفید نہین ✤

(پہلی دلیل) حضرت امیر کے اس قول سے خود اُنکا جواب ظاہر ہے اِس لئے کہ حضرت نے یہ فرمایا کہ بعد میرے کوئی شخص صدیق نہوگا اور جو کوئی اُسکا دعوی کرے وہ جھوٹھا ہے اور یہ فرمانا دلالت اِسپر کرتا ہے کہ حضرت امیر کے پہلے کوئی صدیق گذرا ہے اور وہ کون ہے حضرت ابوبکر صدیق ہین رضی اللہ تعالیٰ عنہ + + (دوسری دلیل) اگر کوئی شیعہ یہ کہے کہ سوائے حضرت علی کے اُنسے پہلے بھی کوئی صدیق نہین ہوا تو اسکا جواب ہم اُنھین کی کتابون سے دے سکتے ہین وہ یہ ہے کہ عیون اخبار الرضا وغیرہ کتب حدیث مین اُنکے موجود ہے کہ (ابوذر صدیق ہذہ الامۃ) پس جب ابوذر کی نسبت لفظ صدیق کا مذکور ہے تو تخصیص مرتضوی باقی نرہی + (تیسری دلیل) یہ امر قابل دیکھنے کے ہے کہ آیا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی سے پہلے بہ لقب صدیق کے بین الصحابہ مشہور تھے یا نہین اور لوگ حضرت امیر کے سامنے بلکہ پیغمبر خدا کے روبرو اُنکو صدیق کہتے تھے یا نہین چنانچہ بلفظہ اسکا ثبوت خود شیعونکی کتابون سے ہوتا ہے چنانچہ ایک عالم شیعی منہج المقال مین فضیل سے روایت کرتا ہے کہ (قال سمعت اباداؤد یقول حدثنی بریدۃ الاسلمی قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول ان الجنۃ مشتاق الی ثلثۃ فجاء ابوبکر فقیل لہ یا ابابکر انت الصدیق وانت ثانی اثنین اذ ہما فی الغار فلو سألت رسول اللہ من ہؤلاء الثلثۃ) کہ بریدۂ اسلمی روایت کرتے ہین کہ مینے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ حضرت نے فرمایا کہ جنت تین آدمیونکی مشتاق ہے کہ اسمین ابوبکر آئے لوگون نے اُنسے کہا کہ اے ابوبکر تم صدیق ہو اور تم ثانی اثنین اذ ہما فی الغار ہو تم پوچھو حضرت سے کہ وہ تین کون ہین فقط پس یہ روایت اِس امر کے ثبوت کے لیئے کافی ہے کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثناء کے زمانے میں سب اصحاب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق جانتے تھے اور اسی خطاب سے انکو یاد کیا کرتے تھے گویا صدیق اور ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اُنکا خطاب اور لقب ہوگیا تھا + اگر کسی شیعہ کو ان روایات سے بھی سیری نہووے اور وہ اِس روایت کی تائید امام کے دوسرے قول سے چاہین اور یہ پوچھین کہ سوائے اس روایت نعم الصدیق کے اور بھی کبھی کسی امام نے ابوبکر کو صدیق کہا ہے تو اُسکا بھی ہم ثبوت دے سکتے ہین اور جب تک کہ اچھی طرح پر حضرات شیعہ کو اطمینان نہوجاوے ہم اُنکی تسکین اور تسلی کے واسطے روایت انھین کی کتابون سے لانے سے باز نہین رہتے چنانچہ ہم اسکا ثبوت دیتے ہین کہ اسی کتاب کشف الغمہ مین امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک دوسری حدیث موجود ہے جسمین حضرت ابوبکر صدیق کے نام کے ساتھ امام نے صدیق کا لفظ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ امام فرماتے ہین (ولدنی ابوبکر الصدیق مرتین) اور طرفہ یہ ہے کہ قاضی نوراللہ شوستری نے اگرچہ پہلے حدیث کے موجود ہونے سے کشف الغمہ مین انکار کیا تھا لیکن اِس حدیث کے موجود ہونے پر سکوت ہی

فرمایا اور کچھ زبان مبارک سے نہ نکالا در حقیقت مین کہانتک تکذیب کرتے اور آفتاب پر کہانتک خاک ڈالتے آخر انکار کرتے کرتے تھک گئے اور سکوت اختیار کیا + اگر اس روایت کے بعد بھی کچھ تشنگی باقی رہے تو حضرات شیعہ کو لازم ہے کہ خود جناب امیر علیہ السلام کے اقوال پر نظر کرین اور اُنکی زبان سے حضرت ابوبکر کی نسبت خطاب صدیق کا سنین احتجاج طبرسی مین علامہ طبرسی سے جو کہ معتمدین علما شیعہ سے ہین لکھتے ہین کہ حضرت امیر فرماتے ہین کہ (کنا معہ اسمع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علے جبل حراء اذ تحرک الجبل فقال لہ قر فانہ لیس علیک الا نبی وصدیق وشہید) کہ ہم پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جبل حراء پر تھے کہ یکایک پہاڑ نے حرکت کی تب پیغمبر خدا نے فرمایا کہ قرار پکڑ کوئی نہین ہے تجھپر سواے نبی اور صدیق اور شہید کے اور دیکھنے کتب شیعہ سے ظاہر ہے کہ اُسوقت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ابوبکر صدیق اور علی مرتضیٰ تھے پس حضرت نے اپنی ذات کے لیے نبی اور حضرت ابوبکر کی نسبت صدیق اور حضرت علی کے حق مین شہید فرمایا اگر کوئی متعصب شیعہ کہے کہ امام کے اقوال سے اگرچہ حضرت ابوبکر کی نسبت لفظ صدیق کا معلوم ہوتا ہے لیکن اسمین خیالات استہزا اور تقیہ وغیرہ کے ہین اس لیئے اُنسے خاطر خواہ اطمینان نہین ہوتا اگر خدا کی کتاب سے اُنکی نسبت اس خطاب کا ہونا ثابت کردیا جاے تو پھر کچھ شبہہ نہ رہے چنانچہ ہم ایسے متعصب سخت کی بھی خاطر شکنی گوارا نہین کرتے اور اُسکے (لیطمئن قلبی) کے کہنے پر اُسکا ثبوت خدا کی کتاب سے بہ تصدیق مفسرین شیعہ کے پیش کرتے ہین واضح ہو کہ تفسیر مجمع البیان طبرسی مین جو نہایت معتبرین تفسیر شیعہ سے ہو لکھا ہے کہ (قال اللہ تبارک وتعالی وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ) کہ جو شخص آیا ساتھ صدق کے اور جسنے تصدیق کی اُسکی وہ ہی متقی ہین اُسکی تفسیر مین علامہ موصوف لکھتا ہے کہ (قیل الذی جاء بالصدق رسول اللہ و صدق ابوبکر عن ابی العالیۃ والکلبی) کہ جو شخص آیا ساتھ صدق کے اُس سے مراد رسول خدا ہین اور جس نے تصدیق کی اُنکی اُس سے مراد ابوبکر ہین فقط اور جس نے پیغمبر خدا کی سچے دل سے سب سے زیادہ تصدیق کی ہو اُسی کا لقب صدیق ہے پس بفضلہ تعالی خدا کی کتاب سے بھی ابوبکر صدیق کا صدیق ہونا ثابت ہو گیا (والحمد للہ علی ذلک) اب بھی اگر حضرات شیعہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو صدیق نہ جانین اور باوجود موجود ہونے ثبوت اُنکی صدیقیت کے خدا کی کتاب اور رسول کے کلام اور امام کے اقوال سے اُنکی صدیقیت کی تصدیق نہ کرین اور خدا کی کتاب اور رسول اور ائمہ کے اقوال سے روگردانی کرین تو اب سوائے اسکے کہ ہم بھی اُنکی نسبت وہی کہین جو امام نے فرمایا ہو کیا چارہ ہو اس لیئے ہم اول تو نہایت منت اور عاجزی سے حضرات شیعہ کی خدمت مین عرض کرتے ہین

کہ اب بھائیو ابوبکر صدیق کو صدیق سمجھو انکو پیغمبر صاحب کا دوست اور ثانی اثنین اذ ہما فی الغار جانو اور جس لقب سے انکو ائمۂ کرام علیہم السلام نے یاد کیا ہے اُسی لقب سے تم بھی یاد کرو اگر اسپر بھی وہ کچھ نہ سنین اور انکو صدیق نہ کہین تو ہم پھر امام کی وعید کو انھین سنائے دیتے ہین اور انکو رسوائی دنیا و آخرت سے ڈرائے دیتے ہین کہ ہزار برس پہلے سے امام فرما چکے ہین کہ (من لم یصدقہ فلا صدق اللہ قولہ فی الدنیا والآخرۃ)۔

دوسری شہادت بیان حضرت عمر کے نکاح کا ساتھ جناب اُمّ کلثوم کے

یہ بات از روے کتب معتبرۂ شیعہ اور اہل سنت کے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ کا نکاح ساتھ حضرت ام کلثوم کے ہوا جو کہ خاص بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السّلام کی تھین اس امر کے ثبوت سے چند فائدے ظاہر ہوتے ہین ٭ اوّل اس نکاح سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ باہم حضرت علیؑ اور حضرت عمر فاروق کے کچھ عداوت نہ تھی بلکہ نہایت ہی دوستی تھی اگر دوستی نہوتی تو حضرت علیؑ اپنی بیٹی کا وہ بھی وہ بیٹی جو کہ خاص حضرت فاطمہ کے بطن سے تھین نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ نہ کرتے اور دشمن کو اپنے خانداں مین نہ لیتے ٭ دوسرے اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کافر یا منافق یا مرتد نہ تھے ورنہ حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا غالب علی کل غالب مطلوب کل طالب مظہر العجائب والغرائب اپنی ایسی پیاری بیٹی کا نکاح اُنکے ساتھ نہ کرتے اور اگر اُنکے ایمان اور عبادت اور زہد اور پرہیزگاری پر اطمینان کامل حضرت امیر کو نہوتا تو وہ کبھی انکو اپنا داماد نہ بناتے ٭ تیسرے) اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے کبھی کسی قسم کا رنج اور صدمہ جناب امیر کو یا حضرت فاطمہ علیہا السلام کو نہیں دیا اور کبھی کسی قسم کی دشمنی یا عداوت اُنکے ساتھ نہین رکھی ورنہ ممکن نہ تھا کہ حضرت امیر ایسے شخص کیساتھ جسنے انکو یا حضرت فاطمہ کو رنج دیا ہوتا اس نکاح کا ہونا جائز رکھتے ٭ بہرحال یہ امر اخلاص اور اتحاد اور محبت پر باہم جناب امیر اور حضرت عمرؓ کے ایسا شاہد عادل ہے کہ کسی طرح پر بعد ثبوت اس امر کے شیعونکی زبان پر عداوت کا نام نہین آسکتا اور باوجود ہزار سعی باطل کے کوئی عذر وحیلہ اُنکا اس معاملے مین پیش نہین جاتا کسی معاملے میں ایسے دق اور زچ نہیں ہوے جیسے کہ اس معاملے مین ہوے ہین حقیقت میں یہ بحث لائق غور سے دیکھنے کے ہے کہ حضرات شیعہ نے عبداللہ بن سبا کے زمانے سے لیکر جناب قبلہ وکعبہ کے وقت تک اس معاملے مین کیا کیا رنگ بدلے ہین اور کیسی توجیہات لاطائل کی ہین کسی نے اس نکاح کے ہونے ہی سے انکار کیا ہے کوئی ام کلثوم کے بنت مرتضیٰ ہونے ہی کا منکر ہوا ہے کسی نے نکاح پر غصب کا اطلاق فرمایا ہے کوئی بعد نکاح کے ہم بستر ہونے

سے ساتھ حضرت عمرؓ کے منکر ہوا ہے کوئی کہتا ہے کہ جنیہ بشکل حضرت ام کلثوم کے حضرت عمرؓ کے پاس آتی تھی اور وہ ہمخواب ہوتی تھی کسی نے اسکو جناب امیر کے اعلیٰ درجے کے صبر کا نتیجہ کہا ہے کسی نے اسکو تقیے پر ٹالا ہے بہرحال ہر شخص کا جدا ترانہ اور ہر متنفس کا نیا فسانہ ہے جسکے سننے سے فقط ایک ہمین محو حیرت نہین بلکہ انکی نغمہ سرائی اور ترانہ سنجی کو سن سنکر ایک عالم اپنے قابو سے نکلا جاتا ہے اور وجد مین آ آکر مرحبا اور حسینت پڑھتا ہے شعر

اک ہم ہی تیری چال سے پستے نہین صنم ۔۔۔ پامال کبک بھی تو ہوے کوہسار مین

آب مین علماء شیعہ کے اقوال مختلفہ کو بیان کرتا ہون

(پہلا قول) بعض متعصب شیعون نے اس نکاح کے ہونے ہی سے انکار کیا ہے اور اس روایت کو بے اصل محض کہکر اپنا دامن چھوڑایا ہے جیسا کہ مجتہد صاحب قبلہ و کعبہ اپنے ایک رسالے مین لکھتے ہین (وانتساب تزوج حضرت ام کلثوم با بن الخطاب بہ ثبوت نرسیدہ و مثل سید مرتضیٰ کہ قریب العہد از زمان ائمۂ معصومین بود وغیر ایشان انکار بلیغ ازان نمودہ اند) لیکن یہ دعوی مجتہد صاحب کا چند دلائل سے غلط معلوم ہوتا ہے*

(پہلی دلیل) جناب قبلہ و کعبہ کا یہ ارشاد فرمانا کہ جناب سید مرتضیٰ نے جو کہ ائمہ کے زمانے سے قریب تھے نکاح کے ہونے سے انکار کیا ہے صحیح نہین ہے اس لیے کہ سید مرتضیٰ دو ہین ایک ابوالقاسم ثمانینی برادر رضی دوسرا سید مرتضیٰ رازی صاحب تبصرۃ العوام۔ پہلے سید صاحب تو قدمائے متکلمین اور فقہاء شیعہ سے ہین اور موافق تحریر شہید ثالث کے جو مجالس المومنین مین کی ہے ۳۵۵ھ ہجری مین پیدا ہوے اور دوسرے میر صاحب انسے بہت پیچھے ہوے ہین پس وہ سید مرتضیٰ جنکی نسبت مجتہد صاحب فرماتے ہین کہ (قریب العہد از زمان معصومین بود) منکر روایت نکاح نہین ہین اور انکی تالیفات مثل شافی اور تنزیہ الانبیاء والائمہ اسپر شاہد ہین معلوم نہین کہ انکی طرف انکار روایت نکاح کو مجتہد صاحب نے کیونکر منسوب فرمایا اور اگر دوسرے سید مرتضیٰ مراد ہین اور شاید انھون نے انکار کیا ہو تو انکی نسبت مضمون اس فقرے کا کہ (قریب العہد از زمان معصومین بود) صحیح نہیں ہوتا*

اب ہم ان سید مرتضیٰ کی تالیفات کو جو کہ زمانۂ معصومین کے قریب تھے مجتہد صاحب کے قول کی تکذیب کے لیے پیش کرتے ہیں واضح ہو کہ سید صاحب موصوف نے دو کتابوں مین اسکا ذکر کیا ہے ایک کتاب شافی میں مفصلاً دوسرے تنزیہ الانبیاء والائمہ مین مجملاً چنانچہ ہم نزہۂ اثنا عشریہ سے جو جواب تحفہ کا ہے انکے قول کو نقل کرتے ہین (سید مرتضیٰ علم الہدی در کتاب تنزیہ الانبیاء میفرماید فاما انکاحہ فقد ذکرنا فی کتاب الشافی الجواب عن ہذا الباب مشروحاً و بینا انہ علیہ السلام ما اجاب عمر الی نکاح ابنتہ الا بعد توعد وتہدد ومراجعۃ ومنازعۃ وکلام طویل ماثور اشفق معہ من سوء الحال وظہور ما لا یزال یخفیہ الخ) یعنی نکاح عمرؓ کا ساتھ ام کلثوم کے جسکو اہل سنت

عمرؓ کی فضیلت مین شمار کرتے ہین جواب ہمنے اپنی کتاب شافی مین تفصیل دیا ہے اور وہان ہمنے بیان کیا
ہے کہ حضرت امیر نے عقد اپنی بیٹی کا عمر کے ساتھ بہ طیب خاطر قبول نہین فرمایا بلکہ یہ عقد ابعد اسکے ہوا ہی
کہ عمرؓ نے بار بار حضرت امیر سے درخواست کی اور نوبت منازعت اور تخویف و تہدید کی پونہچی جب حضرت
امیر نے دیکھا کہ کار دین وملت فاش ہوتا ہے اور دامن تقیہ ہاتھ سے نکلا جاتا ہے اور حضرت عباس
نے بھی بخیال فتنہ وفساد کے سمجھایا تب بلارضا اور بغیر اختیار کے جناب امیر نے یہ نکاح کر دیا فقط اس تحریر
کو سید مرتضیٰ کی کوئی شخص جناب قبلہ و کعبہ کی تحریر سے ملادے اور اس فقرے کو کہ مثل جناب سید مرتضیٰ
کہ قریب العہد از زمان ائمہ معصومین بود انکار بلیغ ازان نمودہ تنزیہ الانبیا کی عبارت مذکورہ سے مقابل
کرکے جناب اجتہاد مآب کی صداقت کی داد دے ۔ اگر کوئی شخص اس تحریر پر بھی مجتہد صاحب کی صداقت
مین شبہہ نہ کرے تو خود اُنکے والد ماجد کی زبان سے اُنکی تکذیب ہم ثابت کرتے ہین جناب مولوی سید دلدار علی
صاحب قبلہ مواعظ حسنیہ مین فرماتے ہین کہ سید مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ تزویج ام کلثوم حضرت امیر کے اختیار
سے نہیں ہوئی اور بہت سی احادیث انھون نے اس قول کے ثبوت مین بیان کی ہین اور جب کہ
باختیار حضرت امیر کے نکاح کا ہونا ثابت نہیں ہوا تو پھر محل اشکال باقی نہ رہا چنانچہ مفصل کلام مواعظ حسنیہ
کا کما نقل فے ازالۃ الغین یہ ہی (سید مرتضیٰ گفتہ است کہ تزویج ام کلثوم باختیار حضرت امیر واقع نشدہ و
احادیث بسیار مؤید قول خود ذکر کردہ وہرگاہ باختیار حضرت امیر واقع نشدہ محل اشکال نیست) پس ان تحریرات
سے صاف ظاہر ہی کہ بیچارہ سید مرتضی حضرت عمرؓ کے نکاح کا منکر نہین ہی بلکہ اُسکا ہونا قطعی اور یقینی جانتا
ہے ہان اسکا ہونا بخوشی خاطر جناب امیر کے اور برضامندی اُنکے بیان نہیں کرتا اور یہ امر آخر ہے اور انکا
وقوع اصل واقعہ سے دوسرا امر ہے مگر قربان صداقت پر جناب قبلہ و کعبہ کی کہ ایسے دعوی کے کرنے
مین جسکا غلط ہونا محتاج بہ بیان نہین ہے باین تقدس واجتہاد کچھ لحاظ وخیال نہ فرمایا ۔ غرضکہ یہ قول
مجتہد صاحب کا کہ سید مرتضیٰ نے وقوع نکاح سے انکار کیا ہے خود سید مرتضیٰ کی تحریر سے
اور خود اُنکے والد ماجد کی تقریر سے غلط ٹھہرا لیکن یہ قول اُنکا کہ سوائے اُنکے اور دن نے بھی انکار کیا ہی
کسی قدر صحیح ہے چنانچہ منجملہ منکرین اس قصہ کے اگلے علماء شیعہ مین سے ایک قطب الاقطاب راوندی
مؤلف خرایج وجرایح ہین کہ اُنھون نے دعوی کیا ہے کہ اس نکاح کا ہونا پایۂ ثبوت کو نہین پونہچا چنانچہ
اُنکے قول کو جناب مجتہد صاحب قبلہ نے کتاب مواعظ حسنیہ مین نقل کیا ہے اور ترجمہ اسکا یہ ہی جسکو ہم
ازالۃ الغین سے نقل کرتے ہین (گفت عرض نمودم بخدمت حضرت صادق علیہ السلام کہ مخالفین بر ما حجت
می آرند ومیگویند کہ چرا علی دختر خود را بخلیفۂ ثانی داد پس حضرت صلوات اللہ علیہ کہ تکیہ کردہ نشستہ بودند درست

نشسته فرمودند که آیا چنین حرفهاے گویند بدرستیکه قومے چنین زعم میکنند لا یهتدون سواء السبیل)
لیکن یہ دعوی قطب الاقطاب صاحب کا سراسر باطل ہی اور بروایات ائمۂ کرام نکاح کا ہونا ثابت
ہے چنانچہ ہم اسکو انکے کتب احادیث اور فقہ اور کلام سے ثابت کرتے ہین *

ثبوت نکاح حضرت ام کلثوم کا ساتھ حضرت عمر فاروق کے

(پہلا ثبوت) قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین مین اس نکاح کا اقرار کیا ہے اور ان لفظون
سے اسکی صحت کو ظاہر فرمایا ہے (اگر نبی دختر بہ عثمان داد ولی دختر بہ عمر فرستاد) (دوسرا ثبوت)
شرائع جو مشہور کتب فقہیۂ شیعہ سے ہے اسکا شارح ابو القاسم قمی شرح شرائع مین جسکا نام مسالک
ہے صاحب شرائع کے اس قول کے نیچے کہ (یجوز نکاح العربیة بالعجمی والہاشمیة غیر الہاشمی وبالعکس)
فرماتا ہی کہ (زوج علی بنته ام کلثوم من عمر) کہ نکاح کیا علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا ساتھ عمر کے *(تیسرا ثبوت)
ابو الحسن علی بن اسماعیل شیعی اثنا عشری جسکی نسبت امام اعظم امامیہ کے خلاصة الاقوال مین فرماتے
ہین کہ وہی پہلا شخص ہے جسنے موافق قاعدہ علماء کلام کے مذہب اہل بیت کے اثبات مین گفتگو
کی ہے وہ بھی اس نکاح کے ہونے کا مقر ہے چنانچہ اسکے اس قول کو قاضی نور اللہ شوستری نے
مجالس المومنین مین نقل کیا ہے اور ہم ازالة الغین سے اسکو نقل کرتے ہین (او را از چند امر پرسیدند
که از انجمله مقدمۂ نکاح خلیفۂ ثانی است جواب داد که دادن دختر بہ عمر که جناب امیر المومنین را اتفاق افتاد
باین جہت بود که اظہار شہادتین مینمود و زبان اقرار بہ فضیلت رسول می کشود و دران باب غلظت و فظاظت
[درشتی ۱۲]
او نیز مسطور بود) (چوتھا ثبوت) مجالس المومنین مین لکھا ہے کہ بعد وفات حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے
ام کلثوم کا دوسرا نکاح ساتھ محمد بن جعفر طیار کے ہوا و ہذہ عبارته (محمد بن جعفر الطیار بعد از فوت عمر بن خطاب بشرف
مصاہرت حضرت امیر المومنین مشرف گشته ام کلثوم را که از روی اکراه در حبالۂ عمر بود تزویج نمود) *
(پانچوان ثبوت) تہذیب میں جو نہایت معتبر کتاب حدیث کی مذہب امامیہ مین ہے لکھا ہے کہ حضرت
عمر کی اولاد ام کلثوم کے بطن سے ہوئی اور ایک بیٹا پیدا ہوا جسکا نام زید بن عمر تھا اور یہ روایت
بہ سند ائمۂ کرام کے اس محدث نے بیان کی ہے کما قال (عن محمد بن احمد بن یحیی عن جعفر بن محمد القمی
عن القداح جعفر عن ابیه علیهم السلام قال مات ام کلثوم بنت علی علیه السلام وابنها زید بن عمر بن الخطاب
فی ساعة واحدة ولا یدری ایهما هلک قبل فلم تورث احدهما من الآخر وصلی علیهما جمیعا) * *
(چھٹا ثبوت) قول سید مرتضی کا جو شافی اور تنزیه الانبیاء مین لکھا ہے اور جسکو کشمیری نے اپنی

کتاب نزہہ مین بجواب تحفہ کے اور مجتہد صاحب نے مواعظ حسنیہ مین نقل کیا ہے اور جسکو ہم اوپر
بیان کر چکے (انہ علیہ السلام ما اجاب عمر الی نکاح ابنتہ الا بعد توعد و تہدد الخ) (ساتوان ثبوت)
کتاب کافی مین ملا یعقوب کلینی لکھتے ہین کہ کسی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس نکاح
کا حال پوچھا تو آپ نے جواب دیا کہ (ہو اوّل فرج غصبت منا) کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہم
اہل بیت مین سے غصب کی گئی ہے ❊ (آٹھوان ثبوت) مصائب النواصب مین لکھا ہے
کہ محدثین کا اقرار ہے کہ یہ نکاح جبر اور اکراہ سے ہوا ❊ غرضکہ روایت نکاح حضرت ام کلثوم شیعہ
کی کتب احادیث اور اخبار اور فقہ اور کلام مین اس کثرت سے مذکور ہین کہ کسی طرح پر اُس سے
انکار نہین ہو سکتا اور ایسی متواتر خبر کو کوئی جھٹلا نہین سکتا اہل انصاف اس فرقے کے تعصب
وعناد کو دیکھین اور انکی کج مج بیانی کو ملاحظہ فرماوین کہ باوجودیکہ خود ہی ائمہ کرام علیہم السلام سے
اُس روایت کی صحت کا اقرار کرین اور اپنی احادیث کی کتابون مین سنداً اسکو روایت کرین
اور اپنے فقہی مسائل کا اس سے استخراج فرماوین اور نہ ایک شخص بلکہ خلفاً عن سلف و اباً عن جد
بطور میراث کے اس روایت کی صحت بسند صحیح نقل کرتے آوین اور اسکی توجیہات سے سیکڑون ورق
سیاہ کرین اور پھر بھی بعض حضرات غیرت اور انصاف کو چھوڑ کر بیساختہ اس روایت کے غلط ہونے کا
دعوی کرین اور اصل واقعہ کے منکر ہو جاوین اور یہ نہ خیال کرین کہ اگر ایکدن یا ایک ہفتہ یا ایک مہینہ
حضرت ام کلثوم نکاح مین حضرت عمر کے رہتین اور کسی کو خبر نہوتی اور اسکی شہرت بدرجہ تواتر نہ
پہونچتی تو شاید کوئی موقع انکار یا تکذیب کا ہوتا لیکن جب سالہا سال حضرت ام کلثوم زینت افزائے
خانۂ فاروق ہوئی ہون اور تاحیات اُنکی اُنکے نکاح مین رہی ہون اور اُنسے اولاد بھی ہوئی ہو
اور اُنکے بیٹے کا نام بھی زید بن عمر خطاب رکھا گیا ہو اور بعد حضرت عمر کے مرنیکے اُنکا نکاح جعفر طیار
سے ہوا ہو تو ایسے متواتر اخبار کو کون چھپا سکتا ہے اور آفتاب روشن کو کفدست سے کون پوشیدہ کر سکتا
ہے ہمنے یہ جو کچھ بیان کیا اسمین نہ اپنے عالمون کے اقوال کو نقل کیا ہے نہ اپنی کتابونکی سند لائے
ہین جو کچھ حضرات شیعہ نے فرمایا اور جو کچھ اُنکے محدثین اور علمار نے تحریر کیا وہی ہمنے نقل کیا اور
اُسی سے ثبوت نکاح کا دیا بس اگر باوجود اس ثبوت کے بھی کوئی اس نکاح سے انکار کرے تو وہ
تواتر کا منکر ہے (دوسرا قول) جب کہ علماء اعلام شیعہ نے دیکھا کہ انکار کرنا اس روایت سے
آفتاب پر خاک ڈالنا ہے اور اُسکو غلط اور جھوٹھ کہنا مقولہ (دروغ گویم بر روی تو) پر عمل کرنا ہے اسلئے
اُسکی توجیہ پر توجہ فرمائی اور دوسرے طور سے اس فضیلت کے ابطال پر کمر ہمت باندھی اگرچہ اُن،

بزرگون نے نہایت ہی سعی وکوشش کی اور ہر طرحکی توجیہ اور تاویل فرمائی لیکن اُس سے بجاے فائدے کے نقصان ہی ہوتا گیا اور بعوض قائم رہنے اصول مذہب تشیع کے اُسمین خلل ہی بڑھتا گیا کاش وہ انکار ہی کرتے جاتے اور گو اُنکے محدثین وعلما جھوٹے ہوتے بلا سے مگر کبھی اُسکی صحت کا اقرار نفرماتے تو بہتر ہوتا اس لیے کہ جو توجیہات اس نکاح کے معاملےمین کی گئی ہین اُنکے دیکھنے سے ہر شخص مذہب تشیع سے نفرت کرتا ہے اور اُنکے سننے سے ہر مسلمان کے دلمین ایک جوش غیرت کا پیدا ہوتا ہی اور طرفہ یہ ہی کہ جسقدر زیادہ توجیہات کرتے ہین اور جسقدر زیادہ تاویلات بیان فرماتے ہین اُتنے اُنھین کے اصول وعقائد کی برائی کا اور ثبوت ہوتا جاتا ہے شعر۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی مرض بڑھتا گیا جون جون دوا کی

اور زیادہ تر تعجب اسپر ہے کہ باوجود اسکے کہ خود اُنکے دلون مین یقین اسکا ہے کہ یہ توجیہات باطل اور تاویلات لاطائل اُنکے دین کی برائی ثابت کرنیوالی اور لوگونکو اُنکے مذہب سے نفرت دلانیوالی ہین مگر باانہمہ علم وفضل اُس سے باز نہین رہتے اور باین تقدس واجتہاد یہ من مزید ہل من مزید کہکر اور بڑھاتے چلے جاتے ہین اور اپنے معائب کو ظاہر کرتے جاتے ہین ہمکو اُنکے علما اور فضلا کی تقریرون اور تحریرون کو دیکھکر نہایت ہی حیرت ہوتی ہی کہ بار خدایا اُنکی عقل پر کیسا پردہ پڑگیا اُنکے حیا وغیرت کو کون لیگیا کہ ایسے بے غیرتی کے کلمات زبان پر لانے سے شرم نہین کرتے اور ایسی عار وننگ کی باتونکو ائمہ کیطرف منسوب کرنے سے لحاظ نہین فرماتے دین محمدی کو تو خراب ہی کرچکے مذہب اسلام کو بھی بگاڑ چکے اصحاب نبوی کو بھی کافر اور منافق کہہ چکے ایک اہل بیت رہ گئے تھے جنکی مزید محبت کا دعوی کرتے تھے جنکے فضائل کا اقرار فرماتے تھے اُسکو بھی در پردہ کھو دیا اُنکے فضائل کو بھی ایسی بے غیرتی کے کلمات کو اُنکی طرف منسوب کرکے معائب سے بدل دیا اور یہ سب کچھ تو کرچکے اور ہنوز ایمان کے دعوی مین ثابت قدم ہین معلوم نہین کہ انکا ایمان اور محبت کیا کیا نتیجے دکھلائیگی شعر۔

دل بردی ودین وجان شیرین زین طرفہ کہ باز در کمینے

اب ہم اُس قول کو بیان کرتے ہین جو حضرات شیعہ نے بعد قبول کرنے صحت نکاح کے ارشاد فرمایا ہے اور اُسکو ائمہ کرام کیطرف (وحاشا جنابہم عن ذلک) منسوب کیا ہے وہ قول یہ ہے کہ حضرات فرماتے ہین کہ نکاح ام کلثوم کا ساتھ حضرت عمرؓ کے جناب امیر کی رضا اور خوشی سے نہین ہوا بلکہ عمر فاروق نے جناب امیر کو تنگ کیا اور اُنکو ڈرایا اور ہر قسم کا خوف دیا اور اُنپر نہایت درجہ تشدد کیا یہانتک کہ قریب تھا کہ نوبت خونریزی کی پہونچے تب حضرت عباس پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کے چچا نے حضرت امیر علیہ السلام کو

دیا کہ بخیال نہونے فتنہ و فساد کے یہ نکاح کر دیا پس اس نکاح سے برائی عمر کی ثابت ہوتی ہے + چنانچہ اس
قول کے ثبوت مین ہم چند سندیں علمائے شیعہ کی بیان کرتے ہیں + (پہلی سند) سید مرتضی علم الہدے
کتاب تنزیہ الانبیا مین فرماتے ہین (فاما انکاحہ فقد ذکرنا فی کتاب الشافی الجواب عن ہذا الباب الخ) یعنی
حضرت امیر علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح ساتھ عمر کے منظور نہیں کیا مگر بعد اسکے کہ عمر نے انکو دق کیا
اور ڈرایا اور جھگڑا مچایا جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ فتنہ و فساد ہوا چاہتا ہے تب
حضرت امیر سے اس کام کو اپنے اختیار مین لے لیا اور ام کلثوم کا نکاح ساتھ عمر کے کر دیا اور یہ ہم بیان کر چکے
ہین کہ شرع مین ہرگز ممنوع نہیں ہو کہ بجبر و اکراہ لڑکی کا نکاح اُس شخص کے ساتھ کر دیا جاوے جسکے
ساتھ حالت اختیار مین جائز نہو خصوصًا عمر جیسے آدمی کے ساتھ کہ وہ اسلام بھی ظاہر کرتا تھا اور
تمام شریعت کا پابند تھا + (دوسری سند) مواعظ حسینیہ مین مجتہد صاحب فرماتے ہین کما نقل فی ازالۃ
الغین (کہ تزویج ام کلثوم باختیار حضرت امیر واقع نشد الی قولہ بالفرض اگر باختیار ہم باشد عقل این را قبیح نمی
داند کہ نکاح با مخالفین جائز باشد بلکہ عقل تجویز میکند کہ حضرت حقتعالیٰ مباح سازد برای ما نکاح کردن را
با کفار چہ قباحت نکاح با کفار عقلے نیست مثل قباحت ظلم و قتل و امثال آن و چہ گونہ عقلے باشد و حالانکہ معلوم
ست کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم دختر خود را بکفار تزویج کردہ و ہر گاہ حقیقت حال چنین باشد پس چہ
قباحت ست درینکہ جناب امیر علیہ السلام تزویج نمایند دختر خود را با کسیکہ بظاہر مسلمان باشد) (تیسری سند)
قاضی نور اللہ شوستری مصائب النواصب مین لکھتے ہین کہ صاحب استغاثہ فرماتے ہین کہ ایک مخالف
نے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح عمر بن خطاب سے کر دیا ہم کہتے
ہین کہ ہمکو خبر دی ہے ایک جماعت نے ہمارے مشایخ ثقات سے جنہین سے جعفر بن محمد بن ملک کوفی ہین
اُنھون نے احمد بن فضل سے انھون نے محمد بن ابی عمیر سے اُنھون نے عبداللہ بن سنان سے کہ مینے
سوال کیا امام جعفر سے بابت نکاح ام کلثوم انھون نے جواب دیا کہ (ہو اول فرج غصبت منا) کہ یہ
پہلی فرج ہے جو ہمسے غصب کی گئی ہے اور یہ خبر مطابق اُس خبر کے ہے جسکو ہمارے مشایخ نے بابت
نکاح ام کلثوم کے ساتھ عمر کے روایت کیا ہو اور وہ یہ ہے کہ عمر نے عباس کو حضرت علی علیہ السلام کے
پاس بھیجا اور درخواست کی کہ نکاح ام کلثوم کا اُنکے ساتھ کر دیا جاوے حضرت امیر نے انکار کیا جب حضرت
عباس یہ خبر عمر کے پاس لائے تب عمر نے کہا کہ اگر علی میرے ساتھ نکاح اپنی بیٹی کا نہ کر دینگے تو انکو قتل
کرونگا تب پھر حضرت عباس حضرت علی کے پاس آئے اُنھون نے تب بھی انکار کیا یہانتک کہ آخر حضرت
عباس نے حضرت علی سے کہا کہ اگر تم نکاح نہین کرتے ہو مین کئے دیتا ہون اور تمکو قسم دیتا ہون کہ

میرے قول و فعل کے خلاف نکرنا اور یہ کہکر حضرت عباس عمرؓ کے پاس گئے اور کہا کہ نکاح تمھارا ام کلثوم کے ساتھ ہوا جاتا ہو پس عمرؓ نے آدمیونکو جمع کیا اور کہا کہ یہ عباس چچا علی کے ہین اور علی نے اپنی بیٹی ام کلثوم پر انکو اختیار دیا ہے اور انکے نکاح کردینے کو ساتھ میرے اجازت دی ہے پس حضرت عباس نے نکاح ام کلثوم کا ساتھ عمرؓ کے کردیا اور بعد تھوڑی مدت کے انکو عمر کے گھر بھیج دیا فقط اس روایت کو لکھکر قاضی صاحب اُسی کتاب مین فرماتے ہین کہ اصحاب حدیث اس روایت کو قبول نہین کرتے لیکن اسمین خلاف نہین ہے درمیان اُنکے کہ عباس نے ام کلثوم کا نکاح ساتھ عمرؓ کے کردیا بعد بہت سے جھگڑے قصے کے پس مین کہتا ہون کہ جس کسی نے اس حکایت سے انکار کیا ہے اُسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت عباس نے ام کلثوم کا نکاح ساتھ عمر کے نہین کیا مگر بسبب اُسکے کہ جسکو ہمارے مشایخ نے روایت کیا ہے اور وہ مطابق اس روایت کے ہے جو کہ امام صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ حضرت امام نے فرمایا۔ (ہو اول فرج غصبت منا) کہ یہ پہلی شرمگاہ ہے جو ہمسے غصب کی گئی الحاصل ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی نے اپنی خوشی سے نکاح نہین کیا بلکہ حضرت عباس نے زبردستی نکاح کردیا لیکن یہ قول باطل ہے چند دلیلون سے (پہلی دلیل) اگر ہم تسلیم کرین کہ حضرت علی نے خود نکاح نہین کیا بلکہ حضرت عباس کو اختیار دیدیا اور اُنھون نے نکاح کردیا لیکن اس سے اصل نکاح کے ہونے مین کچھ شبہہ نرہا اگر

ے ام کلثوم را نبود مگر از جہت چیزیکہ روایت کردہ اند از مشایخ ما چنانچہ حکایت کردیم و این مشاکل روایتی ست کہ از صادق علیہ السلام کردہ اند

حضرت امیر ام کلثوم کے باپ تھے تو حضرت عباس بھی ام کلثوم کے دادا ہوتے تھے اگر باپ نے نکاح نکیا نہ سہی
انکی اجازت سے دادا نے نکاح کر دیا اصل مطلب جو ہم ثابت کرتے ہین وہ ثابت ہو گیا + (دوسری دلیل)
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لائق زوجیت ام کلثوم کے تھے یا نہ تھے اگر لائق زوجیت کے نہ تھے
تو حضرت عباس پر جو کہ حضرت علی مرتضیٰ جناب سید الانبیاء کے چچا تھے نعوذ باللہ سخت الزام عائد
ہوتا ہے کہ انھون نے فاطمہ کی بیٹی پیغمبر خدا کی نواسی کا نکاح ساتھ ایسے شخص کے کر دیا جو کہ صلاحیت
زوجیت کی نہیں رکھتا تھا اور جو ایمان اور زہد و تقویٰ سے بھی بری تھا پس جو الزام حضرت علی کی ذات
پر (حاشا جنابہ عن ذلک) موافق اصول شیعہ کے ہوتا ہے وہی حضرت عباس انکے چچا پر ہو گا +
(تیسری دلیل) وکیل اور مختار ہونا حضرت عباس کا حضرت علی کیطرف سے معاملہ تزویج مین ان
روایات سے بھی ثابت ہوتا ہے پس شرعاً و عرفاً فعل وکیل عین فعل موکل ہے اس لیے جو فعل حضرت عباس
کا ہے وہی فعل حضرت علی کا سمجھنا چاہیے پس گویہ نکاح حضرت عباس نے کر دیا ہو مگر جب کہ وہ وکیل
اور مختار جناب امیر کے ہوے تو یہ نکاح باجازت جناب امیر کی سمجھنا چاہیے اور اگر حضرت علی نے
حضرت عباس کو اجازت نہین دی اور وکیل نہین بنایا تو بلا اجازت انکے حضرت عباس کا وکیل اور
مختار ہونا جائز نہ ٹھہرا اور اس سے سخت الزام حضرت عباس پر آتا ہے اور غصب کرنے مین معین اور مددگار ہونا
انکا ثابت ہوتا ہے اور پھر نکاح کا ہونا بلا اجازت ولی کے لازم آتا ہے اور اسکا عدم جواز شرعاً و عرفاً
ظاہر ہے اور اس سے جو کچھ نتیجہ حاصل ہوتا ہے وہ عقلا کو معلوم ہے۔ خدا حضرات شیعہ کو ذرا عقل و انصاف
عطا فرماوے اور تھوڑی سی غیرت اور شرم عنایت کرے کہ وہ ان اقوال کے نتائج پر غور کرین اور جو جو
خرابیاں انمیں ہیں انپر نظر فرماوین بارخدایا یہ کیسے دوست اہل بیت کے ہین اور انکی فضیلت اور بزرگی کے
کیسے قائل ہین کہ ایسی باتین انکی طرف منسوب کرتے ہین اور محبت کے پردے مین انکی برائیان بیان
کرتے ہین خدا کے لیے کوئی انصاف کی آنکھ کھولکر دیکھے کہ وہ کیا کیا تہمتیں ائمہ کے اوپر کرتے ہین اور ذرا
گوش ہوش سے پنبۂ غفلت نکال کر سنے کہ یہ حضرات کیسی برائیان اہل بیت اطہار کی بیان کرتے ہین
(نعوذ باللہ من ہفواتہم و من سوء عقیدتہم اللہم احفظنا من شرور انفسہم و من سیئات اعمالہم) (چوتھی دلیل)
اگر ہم تسلیم کرین کہ حضرت علی دل سے راضی نہ تھے کہ نکاح ہووے لیکن حضرت عباس کے سمجھانے سے
راضی ہوگئے اور وہ رضامندی بھی کچھ خوشی سے نہ تھی بلکہ مجبوری سے تو اس سے بھی وہی الزام
حضرت علی پر عائد ہوتا ہے جسکے بچانے کے لیے یہ بناوٹ کی گئی ہے یعنی خوف سے جان کے حضرت
عباس کے کہنے سے بمجبوری قبول کر لیا اور جان بچانے کے لیے عزت دینا گوارا فرمایا

(نعوذ باللہ من ذلک) اور اگر خوف جان نہ تھا تو ایسے معاملے مین جسمین عزت و آبرو کی ہتک ہو رہی
اور جس سے خاندان اہل بیت کو بٹہ لگے کہنا حضرت عباس کا ماننا ضرور نہ تھا بلکہ لازم تھا کہ اپنے انکار پر
اصرار فرماتے اور ہزار عباس سمجھاتے ایک بات بھی انکی نہ سنتے بلکہ صاف کہتے کہ چچا تمکو بائین عمر کیا ہوا ہے
جو ایسی سفارش کرتے ہو اور ہمیشہ کے لیے اہل بیت اطہار مین داغ لگاتے ہو عمر ایک کافر یا منافق یا مرتد یا غاصب
یا خائن ہے کیونکر مجھ سے ہو سکتا ہے کہ اپنی بیٹی وہ بھی فاطمہ کے بطن سے جسکی اولاد کو پیغمبر خدا نے اپنی اولاد
فرمایا ہے اور جسکے بیٹون بیٹیون کو سرور انبیا نے اپنا بیٹا بیٹی کہا ہے ایک کافر یا منافق کو دے دون اور پیغمبر
خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور فاطمہ زہرا کی روح کو ایذا دون اور اگر عمر فاروق نہ مانتے اور جبر کرنے ہی پر آمادہ ہوتے
تو لازم تھا کہ اسد اللہی دکھلاتے ذوالفقار کو میان سے باہر نکالتے عرش سے اتری ہوئی تلوار کے جوہر دکھلاتے
مرحب و عنتر کیطرح غصب کرنیوالون کے ایک ہاتھ مین دو ٹکڑے کرتے آخر وہ تلوار جسنے جبریل امین کے پر
کاٹے اور وہ ذوالفقار جسنے جعفر جنی کے دو ٹکڑے کیے کسدن کے لیے تھی اور وہ شجاعت و مردانگی جو
بدر و حنین مین کفار کو دکھلائی اور وہ قوت جو جنگ خیبر مین ظاہر فرمائی کس روز کے واسطے رکھ چھوڑی
تھی برائے خدا کوئی اس عقل کے دشمن فرقے سے پوچھے کہ اس سے زیادہ شیر خدا کے حق مین دوسری
ہتک اور تحقیر کی بات کیا ہوگی کہ انکی بنات طیبات کو جبر و اکراہ کافر و فاسق لینے پر مستعد ہون
اور شیر خدا سرور اولیا سند الاصفیا سید اوصیا اسد اللہ الغالب امام المشارق والمغارب امیر المومنین
علی ابن ابیطالب کافرون کے قتل کرنیوالے خیبر کے فتح کرنیوالے دشمنون کے ایک نگاہ مین ہلاک کرنیوالے
ہزار جنون کو ایک دو دستی مین زیر و زبر کرنے والے جنکی ذات خدا کی قدرت کی نشانی جنکا وجود
اللہ کے جلال و عظمت کا نمونہ جنکے نام سے کفار عجم لرزان جنکی صورت سے شجاعان عرب ترسان کیسے
علی خدا کے شیر رسول کے بھائی بتول کے شوہر امام حسنین کے پدر بزرگوار۔ **اشعار۔**

وصی نبی جفت پاک بتول ۔۔۔ فروزندۂ شمع دین رسول ۔۔۔ فشانندۂ جان براہ خدا
نمایندۂ کفر از دین خدا ۔۔۔ درآرندۂ عمرو مرحب زپای ۔۔۔ برآرندۂ باب خیبر زجای
رہانندۂ موسیٰ از رود نیل ۔۔۔ دمانندۂ گل ز نار خلیل ۔۔۔ بساحل رسانندۂ فلک نوح
کشایندۂ بابہاے فتوح ۔۔۔ ہواخواہ او جبرئیل امین ۔۔۔ بفرمان او آسمان و زمین

نہ کس جز نبی ہم ترازوے او ۔۔۔ قوی دست قدرت ز بازوی او

بااینہمہ شجاعت و ہیبت اور اینہمہ جلال و عظمت ایک عمر کے ڈرانے سے ڈر جاوین اور کچھ چون و چرا نہ کرین اور
عار و ننگ کو اپنے اوپر گوارا کر لیں اور بلا رضامندی اپنے اُسکے گھر اپنی بیٹی لخت جگر نور نظر

سند حملۂ حیدری جلد اول مطبع سلطانی صفحہ ... سطر ... مطبوعہ ... ۱۲

کوجائے دین تھے ایسے عقیدے پر اور نفرین ایسی تہمت پر۔ **شعر**

گر مسلمانی ہمین ست کہ حافظ دارد　　　　وای گر از پس امروز بود فردائی

(پانچوین دلیل) دیکھنے سے کتب معتبرۂ شیعہ کے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہما حیثیت
وکالت جناب امیر کی نہ رکھتے تھے کیونکہ وہ حضرت علی کے نزدیک خوار و ذلیل تھے اگرچہ ہمارا یہ لکھنا
حضرات شیعہ کو ناگوار گذرے گا اور ناواقفونکو باعث حیرت و تعجب ہوگا لیکن ہمارا قصور نہین ہے ہم یا ہمارے علماء
معاذ اللہ انکی نسبت ایسا نہین کہتے بلکہ حضرات شیعہ کے محدثین اور مجتہدین انکا حضرت علی کے نزدیک
خوار و ذلیل ہونا بیان کرتے ہین چنانچہ علامۂ طبرسی علماء شیعہ سے اپنی کتاب احتجاج میں حضرت علی مرتضیٰ
سے روایت کرتے ہین کہ (ذہب من کنت اعتضد بہم علی دین اللہ من اہل بیتی وبقیت بین حضرتین
قریبتی العہد بجاہلیۃ عقیل وعباس) کہ وہ لوگ میرے اہل بیت کے جاتے رہے جنکی قوت کا خدا کے دین مین
مجھے بھروسا تھا اور اب صرف دو خوار و ذلیل قریب زمانہ جاہلیت کے رہ گئے ہین یعنی عقیل اور عباس
پس حضرت علی اونکو خوار و ذلیل کہتے اور انکو جاہل سمجھتے تو کیونکر انکو اپنا وکیل ایسے اہم معاملے مین کرتے
اور کس لیے انکی بات ایسے بڑے معاملے مین سنتے اور کیون انکے کہنے پر چلتے شاید حضرات شیعہ
نے اسیواسطے حضرت عباس کے اوپر بار نکاح کرا دینے کا رکھدیا ہے کہ وہ بقول مرتضوی خوار و ذلیل
تھے اسیواسطے ایسی ذلت کی باتین کیا کرتے مگر تعجب ہے حضرت امیر علیہ السلام سے کہ اُنھون نے ایسے ذلیل اللسان
کی بات کیون سنی اور کیون اُنکے کہنے پر عمل فرمایا یہ کوئی شیعہ خیال نہ کرے کہ فقط خوار و ذلیل کہدینے
پر جناب امیر نے قناعت کی ہے بلکہ اگر اُنکی کتب معتبرہ سے ڈھونڈھا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ
حضرت امیر نے اپنے اور پیغمبر کے چچا عباس کو معاف گالیان سنائی ہین اور معاذ اللہ معاذ اللہ
توبہ توبہ نقل کفر کفر نباشد جناب امیر نے حضرت عباس کو ولد الزنا بتایا ہے اگر کسیکو شک ہووے وہ
روضۂ کلینی اور حیوۃ القلوب کو ملاحظہ کرے مولانا وبالفضل اولانا مولوی علی بخش خانصاحب
اپنے ایک رسالے مین اُسکی نقل کرتے ہین اس سے ہم منتخب کرکے مشتاقین کو سناتے ہین وہو ہذا
ملا باقر مجلسی نے حیوۃ القلوب مین لکھا ہے (کہ ابو جعفر طوسی بہ سند معتبر روایت کردہ از امام صادق
کہ فضیلہ مادر عباس کنیز مادر زبیر و ابوطالب و عبد اللہ پسران عبد المطلب بود و عبد المطلب با او مقاربت
کردہ کہ عباس از ان بہم رسید زبیر با عبد المطلب دعوی کرد وبہ پرخاش برآمد کہ این کنیز از مادر ما بما میراث
رسیدہ است تو بی رخصت ما با او مقاربت کردی و این فرزندی کہ بہم رسید یعنی عباس بندۂ ماست
پس عبد المطلب اکابر قریش را بہ شفاعت نزد وی فرستاد تا آنکہ زبیر راضی شد کہ دست از عباس بردارد

بشرطیکہ نامہ نوشتہ شود کہ عباس و فرزندانش در مجلسی کہ ما و فرزندان ما نشستہ باشند نہ نشینند و در ہیچ امری با ما شریک نشوند و حصّہ نہ برد پس بانمضمون نامہ نوشتہ شد و اکابر قریش مہر کردند و این نامہ نزد ائمہ علیہم السلام بود) پس اس روایت سے صاف ثابت ہوا کہ حضرت عباس معاذ اللہ معاذ اللہ کنیزک زادے اور توبہ توبہ ولد الزنا تھے اور انکی کنیزک زادگی وغیرہ کی سند مہری و تخطی ائمہ کے پاس موجود تھی شاید اسی سبب سے حضرت عباس نے حضرت علی کو ایسا ذلیل کیا کہ انکی بیٹی ام کلثوم کا بہ جبر و اکراہ نکاح عمر کے ساتھ کر دیا + اور جب کہ بروایت اہل تشیع حضرت عباس کی نسبت ولد الزنا ہونا (وحاشا جنابہ عن ذلک) ثابت ہوا تو لامحالہ انکا دشمن اہل بیت ہونا بھی لازم ہوا اس لیے کہ ہزارہا احادیث اور اقوال سے ثابت ہے کہ نہ ولد الزنا کا کوئی عمل مقبول ہے نہ وہ کبھی دوستی ساتھ اہل بیت کے رکھیگا کہ اسکو ہم بحار الانوار اور علل الشرایع اور احتجاج طبرسی اور تالیفات قاضی نور اللہ شوستری سے آیندہ ثابت کرینگے انشاء اللہ تعالی لیکن یہ بات ایسی مشہور ہے کہ عوام و خواص مؤمنین اس سے واقف ہین انکے بچون کی زبان پر یہی کلمہ جاری ہے کما قال قائلہم شعر۔

محبت شہ مردان مجو ز بے پدری — کہ دست غیر گرفتہ است پای مادر او

کوئی صاحب مؤمنین سے یہ شبہہ نہ کرین کہ یہی ایک روایت حضرت عباس کی نسبت ہو گی بلکہ علاوہ اسکے بہت اسی احادیث و اخبار انکی شان مین موجود ہین چنانچہ ملا باقر مجلسی حیوۃ القلوب مین بسند معتبر فرماتے ہیں۔ (کہ حضرت امام زین العابدین فرمود کہ در حق عبد اللہ بن عباس و پدرش این آیہ نازل شد من کان فی ہذہ اعمی فہو فی الآخرۃ اعمی) پس اب تو صاف باپ بیٹے دونون کا دنیا و عاقبت مین اندھا ہونا انکی کتابون سے نکل آیا بلکہ خدا کی شہادت سے ان دونون یعنی عباس اور انکے بیٹے عبد اللہ کا اعمی اور بے بصیرت ہونا ثابت ہو گیا استغفر اللہ استغفر اللہ تشیع بھی عجیب مذہب ہے جسکے تیر ملامت سے کوئی نہیں بچا اصحاب کو تو کافر اور منافق پہلے ہی بنا چکے اہل بیت رہ گئے تھے وہ بھی لعن و طعن سے نہ بچے خدایا تشیع دین و مذہب ہے یا الحاد و زندقہ ہے جسکے بانی نہ رسول کا خیال کرتے ہین نہ اہل بیت کا لحاظ رکھتے ہین نہ اصحاب کو برا بھلا کہنے سے چھوڑتے ہین نہ حضرت کے قریبون کو لعن و ملامت سے محفوظ رکھتے ہین پس جو سامنے آیا اسی کو برا بھلا کہنا شروع کیا جسکا ذکر آیا اسی پر تبرا کرنے لگے کسیکو صراحتاً کافر بنایا کسیکو اشارتاً منافق کہا کسی کو تقیتاً فاسق ٹھہرایا کسیکو ولد الزنا کسیکو اندھا فرمایا واہ کیا دین ہے اور کیا مذہب ہے جسکے طعن و تشنیع سے کوئی نہ بچا تو ایسے باحیا فرقے کی شکایت ہم صرف اصحاب کے برا بھلا کہنے پر کیا کرین + شعر۔

گھائل ترے نظر کا بنوع دگر ہر ایک — زخمی کچھ ایک بندۂ درگاہ ہی نہین

اگر کوئی مومن حضرت عباس کے اور فضائل اور کمالات کو اس روایت کے معارضہ مین پیش کرے اور اس

زخم پر مرہم رکھے تو اُنکو چاہیے کہ اس خیال محال سے درگذرے اور ملا باقر مجلسی کے فیصلے کو جو حیوۃ القلوب مین اُنھون نے کر دیا ہے دیکھ لے کہ وہ فرماتے ہین (کہ بدانکہ در باب احوال عباس مدح وذم او احادیث متعارض ست واکثر علما بخوبی او میل نمودہ اند وانچہ از احادیث ظاہر میشود آنست کہ او در مرتبہ کمال ایمان نہ بودہ است) پس ملا صاحب نے سب جھگڑا قصہ ہی طے کر دیا اور حضرت عباس کے ناقص الایمان ہونے پر فتوی دیدیا شاید اُنکے نقص ایمان کا سبب سب سے زیادہ یہی تصور کیا گیا ہو کہ اُنھون نے ام کلثوم کا نکاح حضرت عمرؓ کے ساتھ کرا دیا ۔ (چھٹی دلیل) اگرچہ حضرات شیعہ نے واسطے جواز نکاح کے اسلام ظاہری سے حضرت عمر کے اقرار کیا اور اُنکو متمسک بکمال شریعت قرار دیا لیکن (ولا یصلح العطار ما افسدہ الدہر) جو رخنہ حضرت عمرؓ کے ایمان میں اُنکے بزرگون نے ڈالا ہے وہ اب اُنکے بند کرنے سے بند نہین ہوتا اور بغیر ترک مذہب تشیع کے اور اقرار فضیلت حضرت عمرؓ کے اس نکاح کا جواز موافق اصول مذہب شیعہ کے ثابت نہین ہو سکتا اس لیے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ موافق عقائد شیعون کے ایمان اور اسلام سے بے بہرہ تھے اور معاذ اللہ منافق اور مرتد تھے اور وہ دشمن اہل بیت کے اور ناصبیون کے پیشوا تھے اور ناصبیون کے ساتھ نکاح مومنہ کا جائز ہی نہین ہے پس نکاح حضرت عمر کا کہ جو کفر اور نفاق اور عداوت اہل بیت مین سب سے بڑھکر تھے ساتھ ام کلثوم کے جو عزت اور بزرگی اور سیادت مین تمام جہان سے بہتر تھیں کیونکر جائز ہوتا چنانچہ ان دونون امرون کو ہم کتب شیعہ سے ثابت کرتے ہین امر اول حضرت عمرؓ کا مومن نہونا امر دوم ناصبی کے ساتھ نکاح مومنہ کا جائز نہونا (امر اول) کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ مطابق اصول شیعہ کے مومن نہ تھے کافر اور منافق اور دشمن اہل بیت کے تھے ایسا صاف کھلا ہوا ہے کہ حاجت سند اور دلیل اور شاہد کی نہیں ہے لیکن عبرتاً للناظرین دو ایک روایتین اُنکے یہانکی بیان کرتے ہین ۔ (روایت اول)۔ زاد المعاد مین ملا باقر مجلسی حذیفہ بن یمان سے نقل کرتے ہین کہ جب مین نے فضائل روز قتل عمر کے حضرت پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کی زبان سے سنے تب سے مین اُنکے کفر پر یقین رکھتا تھا چنانچہ عبارت اُس کتاب کی بلفظہ یہ ہے (حذیفہ گفت پس برخاستم در برخاست حضرت رسول خدا و بخانہ ام سلمہ رفت و من برگشتم و صاحب یقین بودم در کفر عمر تا آنکہ بعد از وفات حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیدم کہ او چہ فتنہا برانگیخت وکفر اصلی خود را اظہار کرد و از دین برگشت و دامان بیحیائی و وقاحت برای غصب امامت وخلافت بر زد و قرآن را تحریف کرد و آتش در خانہ وحی و رسالت زد و بدعتہا در دین خدا پیدا کرد و ملت پیغمبر را تغیر داد و سنت آنحضرت را بدل کرد و نصاری و مجوس را از خود راضی کرد و نور دیدہ مصطفی را بخشم آورد و تدبیر کشتن امیر المومنین کرد و جور و ستم در میانہ مردم علانیہ کرد و ہرچہ خدا حلال کردہ بود حرام کرد و ہرچہ حرام کردہ بود حلال کرد ۔

الی آخر ہذیانات المجلسی ۔ غرض کہ اس روایت سے صاف کفر حضرت عمرؓ کا (والعیاذ باللہ من ذلک) ثابت ہوا اور
انکا کفر اصلی کا ظاہر کرنا اور مرتد ہو جانا اور قرآن کا تحریف کرنا اور نصاریٰ اور یہود کو راضی کرنا ثابت ہوا تو اب
وہ دعویٰ جو بعض مجتہدین نے کیا تھا کہ وہ اسلام کے دائرے سے خارج نہیں ہوئے باطل ہوا ۔ (روایت دوم)
ملا باقر مجلسی رسالہ رجعیہ میں لکھتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام نے ایک سائل کے جواب میں فرمایا کہ ابوبکر و عمر بظاہر
کلمہ گو تھے اور بطمع دنیا اسلام کے مظہر ہوئے تھے جب انھوں نے دیکھا کہ پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا نے انکو کوئی حکومت
نہ دی تب پیغمبر صاحب کے قتل و ہلاک پر آمادہ ہوئے وہ ہذہ عبارتہ بلفظہ (ایشان یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ از روی گفتہ یہود ظاہر
کلمتین گفتند از برای انکہ شاید ولایتی و حکومتی حضرت با ایشان بدہد و در باطن کافر بودند چون در آخر مایوس شدند با منافقان
بر بالای عقبہ رفتند و روہای خود را بستند کہ کسی ایشان را نشناسد و بہانہ انداختن کہ شتر ان حضرت را رم دہند حضرت
را ہلاک کنند پس خدا جبرئیل را فرستادہ و پیغمبر خود را از شر ایشان حفظ کرد) اس قول سے امام مہدی کے ثابت ہوا کہ
شیخین پیغمبر کے سامنے ہی بسبب مایوسی کے درپے قتل رسول ہو گئے تھے اور حضرت کے ہلاک کرنے کی تدبیر کر چکے
تھے تو جو شخص پیغمبر خدا کے قتل پر مستعد ہوئے اس سے زیادہ کفر اور کسکا ہوگا اور جب یہ جرم حضرات شیخین پر امام مہدی
فرضی کی زبان سے ثابت ہو گیا تو امام کے قول کو کون رد کر سکے گا (روایت سوم) ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں
ایک حدیث کافی کی نقل کی ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جو نص جلی امامت مرتضوی کا منکر ہے وہ کافر
ہے اور واجب القتل ہے چنانچہ ہم اس حدیث کو استقصاء الافحام سے نقل کرتے ہیں (بیان قولہ علیہ السلام من
ان یرتدوا عن الاسلام ای عن ظاہرہ والتکلم بالشہادتین فابقاہم علی ظاہر الاسلام کان صلاحا للامۃ لیکون
لہم لاولادہم طریق الی قبول الحق والی الدخول فی الایمان فی کرور الازمان وہذا لا ینافی ما مر وسیاتی ان الناس ارتدوا
الا ثلثۃ لان المراد فیہا ارتدادہم عن الدین واقعا وہذا محمول علی بقاہم علی صورۃ الاسلام وظاہرہ وان کانوا
فی اکثر الاحکام الواقعیۃ فی حکم الکفار وخص ہذا بمن لم یسمع النص علی امیر المؤمنین علیہ السلام ولم یبغضہ لم یعاندہ فان من
فعل شیئا من ذلک فقد انکر قول النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وکفر ظاہرا ایضا ولم یبق لہ شئی من احکام الاسلام ووجب
قتلہ) انتہی بلفظہ یعنی یہ فرمایا ہے حضرت امام ابو جعفر علیہ السلام نے کہ جناب امیر علیہ السلام نے دعویٰ
امامت کا اس خوف سے نہ کیا کہ ایسا نہ ہو کہ اصحاب اسکو نہ قبول کریں اور اسلام چھوڑ دیں اور مرتد ہو جاویں
اور مرتد ہو جانے سے غرض یہ ہے کہ ظاہر اسلام کو چھوڑ دیں اور کلمہ شہادت سے منکر ہو جاویں اس لیے
انکا اسلام ظاہری پر باقی رکھنا امت کے حق میں بہتر تھا تاکہ شاید وہ یا انکی اولاد میں سے کوئی حق کو
قبول کرے اور کسی آیندہ زمانے میں مومن ہو جاوے اور یہ مخالف اس روایت کے نہیں ہے کہ سب
صحابہ مرتد ہو گئے تھے مگر تین اس لیے کہ مراد اس ارتداد سے ارتداد واقعی ہے اور ارتداد جسکا ذکر امام نے

گیا نہ پھر نا انکا ظاہری اسلام کی نظر سے ہی اگرچہ وہ اکثر احکام واقعی مین حکم کفار مین داخل تھے لیکن یہ اسلام
ظاہری بھی صرف انھین لوگون کی نسبت ہی جنھون نے نص امامت امیر المومنین علیہ السلام کو نہین سنا اور انسے
دشمنی اور عداوت نہین رکھی اور جس نے نص امامت سنا اُس سے انکار کیا یا عداوت رکھی تو اُسنے پیغمبر صلوات
اللہ علیہ کے قول سے انکار کیا اور ظاہر مین بھی کافر ہو گیا اور کوئی حکم اسلام کا اُسکے لیے باقی نہین رہا اور اُسکا
قتل کرنا واجب ہو گیا فقط اور صاحب استقصاء الافحام اس حدیث کے لکھنے کے بعد خود یہ فرماتے ہین کہ (اگر
غرض از نقل این عبارت محض اثبات آنمعنی ست کہ صاحب بحار ثلثہ و اتباع ایشان را کافر و مرتد میداند پس
البتہ آنمعنی بسر و چشم مقبول است اصلا جامی استنکاف و انکار نیست) پس باقرار صاحب بحار الانوار اور صاحب
استقصاء کے کافر ہونا خلفاء ثلثہ رضی اللہ تعالی عنہم کا ثابت ہوا اور انکا اسلام ظاہری بھی اُنکے قول سے جاتا رہا
ثواب وہ یان ایمان و کفر کے کوئی واسطہ تیسرا جسکو اسلام کے نام سے تعبیر کرتے ہین باقی نہ رہا اور جب کافر ہونا انکا
نعوذ باللہ ثابت ہوا تو نکاح ام کلثوم کا کافر کے ساتھ لازم آیا تو اب کہان رہا قول سید مرتضی علم الہدی کا جو انھون
نے شافی اور تنزیہ الانبیا مین فرمایا ہی کہ حضرت عمر مظہر اسلام اور متمسک تمام شریعت تھے اس واسطے اُنکے ساتھ
نکاح کر دینے مین کچھ خلل دینی نہ تھا اور باطل ہو گیا قول صاحب تزہۃ اثنا عشریہ کا جو انھون نے جواب مین تحفہ
کے فرمایا ہی کہ کسی ناصبیہ کا یہ قول نہین ہی کہ حضرات علیہم السلام نے اپنی بیٹی کافر کو دی ہو بلکہ بدعتی اور مظہر اسلام
اور منافق کو دی ہے اور ممنوع اور حرام نکاح کرنا ساتھ مشرک کے ہی نہ کہ بدعتی اور منافق کے اس لیے کہ اُسکے
امام فرضی کی زبان سے موافق روایت بحار الانوار کے صاف کفر خلفاء ثلثہ کا اور واجب القتل ہونا انکا ثابت
ہوتا ہے عجب حال ہی علماء شیعہ کا کہ جب جیسا موقع ہوتا ہی ویسا ہی کہنے لگتے ہین جیسی ضرورت ہوتی ہی
ویسی ہی حدیثین بنا لیتے ہین کبھی تو حضرت عمر کو کافر اور منکر اسلام اور واجب القتل کہتے ہین کبھی اُنکو
مظہر اسلام اور متمسک سائر الشریعت فرماتے ہین ـ جبکہ امر اول یعنی کفر حضرت عمر کا و نعوذ باللہ منہ موافق
روایات صحاح اہل تشیع کے ثابت ہو گیا اب ہمکو اس امر کی ضرورت باقی نہین رہی کہ ہم اس مسئلے کو ثابت
کرین کہ نکاح مومنہ کا ساتھ ناصبی کے گو وہ مظہر اسلام ہو جائز نہین ہی لیکن تاکہ وہ لوگ جو ان روایات کو غلط سمجھین
اور کفر ظاہری کے قائل نہون اور اسلام کا حکم حضرت عمر پر جاری رکھین موافق اپنے اصول کے اس نکاح کو
جائز نہ سمجھین ہم اس مسئلہ کو بھی بیان کرتے ہین + (امر دوم) یعنی نہ جائز ہونا نکاح مومنہ کا ساتھ ناصبی
کے (روی الکلینی عن الفضیل بن یسار قال سألت ابا عبد اللہ عن نکاح الناصب فقال لا واللہ ما یحل قال
فضیل ثم سألتہ مرۃ اخری فقلت جعلت فداک ما تقول فی نکاحہم قال والمرأۃ العارفۃ قال ان العارفۃ لا توضع
الا عند عارف) کلینی مین روایت ہی کہ فضیل کہتے ہین کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ناصبی کا

نکاح جائز ہے تو حضرت نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہرگز حلال نہیں ہو پھر دوسری مرتبہ بیٹنے پوچھا تو امام نے
فرمایا کہ عورت عارفہ ہو یعنی مومنہ ہے بیٹنے کہا کہ ہان تب امام نے فرمایا کہ عارفہ نہین رہیگی مگر پاس عارف کے
یعنی مومنہ کا مومن کے نکاح مین ہونا چاہیے پس اس روایت سے صاف ثابت ہوگیا کہ حضرت امام کے
ارشاد کے مطابق نکاح عارفہ کا نہین جائز ہے مگر ساتھ عارف کے پس یا حضرت عمر کو مومن اور عارف کہین یا
حضرت ام کلثوم کو ایمان اور معرفت کے دائرے سے خارج کرین دنعوذ باللہ منہ غرض کہ اب موافق قول امام کے
سواے ان دو حالتون کے تیسری حالت منتظرہ باقی نہین رہی حقیقت یہ ہے کہ اس قول سے امام کے حضرت
عمر کا عارف اور کامل الایمان ہونا ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ اگر وہ ایسے نہ ہوتے تو ام کلثوم کا نکاح حضرت
امیر انکے ساتھ کسی حالت میں گو کہ اُسکو حضرات شیعہ جبر و اکراہ سے تعبیر کرین نہونے دیتے کیا جناب امیر اس آیت
کے مضمون سے واقف نہ تھے اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ
وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ اور کیا حضرت علی اس حدیث سے جو امام جعفر صادق نے فرمائی منکر تھے کہ (العارفۃ
لاتوضع الاعند عارف) پس باوجود ہونے ایسی آیت اور قول امام کے کیونکر حضرت علی اُسکے خلاف کرتے
جب کہ ہم اس امر کو ثابت کر چکے کہ یہ نکاح بجبر و اکراہ نہین ہوا تو ہمکو ضرورت اُس قول ناپاک سے بحث کرنے کی
نہین رہی جسکو علماء شیعہ نے امام کیطرف منسوب کیا ہو کہ امام نے فرمایا کہ (ھو اول فرج غصبت منا) کہ یہ پہلی
شرمگاہ ہے جو غصب کی گئی لیکن عبرۃً للسامعین اُسکو بھی بغیر بحث کے چھوڑنا مناسب نہین سمجھتے پوشیدہ نہ رہے
کہ محدثین شیعہ روایت کرتے ہین کہ امام صادق علیہ السلام سے کسی نے اس نکاح کی نسبت سوال کیا تو امام
نے فرمایا کہ (ھو اول فرج غصبت منا) صاحب تحفہ قدس سرہ اس بحث مین لکھتے ہین (سبحان اللہ چہ کلمہ
ایست کہ از زبان ایشان برمے آید نزدیک ست کہ آسمان فرو افتد و زمین بشگافد اول درحق آن سیدہ
پاک بضعۃ الرسول فلذۂ کبد البتول چہ فحش و سوء ادب ست کہ کدام خصلت خبیثہ را بدامن پاک آن طاہرۂ مطہرہ می
بندند دیگر درحق حضرت امیر و حضرت حسنین چہ قدر بے حفاظتے و بے ناموسی ثابت می کنند و درحق حضرت
صادق کہ این کلمہ را آنجناب تہمت می نمایند چہ قدر بی حمیتی و بی غیرتے اعتقاد دارند این لفظ را اہل
بزرگان بر زبان نمی آرند علی الخصوص ذکر این عضو مستور الاسم و المسمی از اقارب بلکہ بزرگان خود امریست
کہ اراذل و اوباش نیز احتراز واجب میدانند) اسکا جواب علامہ کشمیری نے نزہہ میں چند طرح پہ دیا ہو
کما قال (امردود ست بچند وجہ اول آنکہ بر تقدیر تسلیم صحت روایت و محفوظ بودن آن الخیہ افادہ فرمودہ
تسویل و تحویل بیش نیست) اس عبارت سے علامۂ کشمیری کی معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کی صحت
اُنکے نزدیک مسلم نہیں ہے حالانکہ بر تقدیر تسلیم صحت کہنا عوام کو دھوکا دینا ہے اس لیے کہ یہ حدیث

چند طرح سے موافق اصول شیعہ کے ثابت ہو۔ اوّل یہ حدیث کافی کلینی مین جسکو حضرات شیعہ اصح الکتب
کہتے ہین انھین الفاظ سے امام صادق سے مروی ہے ✤ دوسرے قاضی نور اللہ شوستری نے
مصائب النواصب مین اس حدیث کو چند جگہ نقل کیا ہے چنانچہ ہمان بحث فاروق و ام کلثوم
کی لکھی ہے اسکی بحث ثانی مین چند جگہ اُسکا ذکر کیا ہے اور کسی جگہ اُس سے انکار نہین کیا چنانچہ ترجمہ
فارسی اُسکا کما ہو منقول فی ازالۃ الغین یہ ہے (اما نہا مساوی بواسطہ آنکہ قول امام صادق علیہ السلام
کہ این اول فرجی ست کہ غصب کردہ شد و از ما مستلزم وقوع زنا نیست) اور پھر اسی بحث مین
قول صاحب استغاثہ کو نقل کرکے اس طرح فرماتے ہین ترجمہ فی الفارسیۃ ہکذا (خبر دادہ اند ما را جماعتی
از مشائخ ثقات ما از ایشان جعفر بن محمد بن مالک کوفی ست از احمد بن فضل از محمد بن ابی عمیر از عبد اللہ بن
سنان گفت سوال کردم جعفر بن محمد صادق را علیہ السلام از تزویج عمر از ام کلثوم پس گفت این اول
فرجی ست کہ غصب کردہ شدہ از ما) اور بعد اس کے پھر قاضی صاحب لکھتے ہین کہ (مشاکرہ روایتی
ست کہ از صادق علیہ السلام کردہ اند کہ گفتہ کہ این اول فرجی ست کہ از ما غصب کردہ اند) اور پھر جہان جناب
امیر علیہ السلام کے صبر اور تحمل پر وصیت رسول کا ذکر کیا ہے وہان قاضی صاحب موصوف فرماتے
ہین ترجمہ فی الفارسیۃ ہکذا (چون عمر خواستگاری ام کلثوم نمود علی متفکر شدہ گفت اگر ابا نمایم او قصد
قتل من خواہد کرد و اگر قصد قتل من کند و ممانعت کنم او را از نفس خود بیرون روم از طاعت رسول خدا
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پس تسلیم اینہ درین حال اصلح بود از قتل او و بیرون رفتن از وصیت رسول خدا پس تفویض
نمود امر او را بخدا و دانستہ بود کہ آنچہ عمر غصب کرد از اموال مسلمانان و ارتکاب کردہ از انکار حق او و قعود
بجای رسول خدا و تغییر احکام الٰہی و تبدیل فرائض خدا بر آنچہ گذشت عظیم ست نزد حق تعالیٰ و اشنع و شنیع
ست از اغتصاب این فرج پس تسلیم کرد و صبر نمود) اور علاوہ اسکے اور طرق متکثرہ سے ثبوت ان الفاظ کا
ہوتا ہے پس علامہ کشمیری کا برتقدیر تسلیم صحت کہنا صرف دھوکا دینا ہے جو کہ شعار قدیم علمائے متقدمین
شیعہ کا ہے اگر یہ الفاظ امام نے نہیں فرمائے اور انکی کتابون مین مذکور نہ تھے تو چاہیے تھا کہ صاف
انکار کرتے اور اگر مذکور تھے تو اسکا اقرار کرتے برتقدیر تسلیم صحت کہنا کیا معنی ✤ غرض کہ اس حدیث
کی صحت مین کچھ شک و شبہہ نہ رہا اب ہم توجیہ اور تاویل علمائے شیعہ کی جو اس لفظ کی نسبت ہے
بیان کرتے ہین علامہ کشمیری نزہہ مین لکھتے ہین کہ (مراد ازین کلام آنست کہ این نکاح اول
نکاحیست کہ از خاندان عالیہ بغیر طیب خاطر اولیا بطریق اجبار و اکراہ بنا بر مصلحت وقت واقع
شدہ و بسبب وقوع آن باجبار و اکراہ تعبیر از ان بغصب فرمودہ اند و در شنیعی ہیچگونہ شناعتی نیست

در مع وضوح المرام لاعبرۃ بالالفاظ عقد نکاحیکہ بغیر طیب خاطر باشد اصلا مستلزم زنا نیست) خلاصہ اس توجیہ
کا یہ ہے کہ غصب بمعنی عدم رضا کے ہے اور مطلب (اول فرج غصبت منا) جو امام نے فرمایا ہے یہ ہے
کہ یہ پہلا نکاح ہے کہ خاندان اہل بیت اطہار سے بلا رضامندی دلی کے بجبر و اکراہ ہوا اور لفظ غصبت مستلزم
زنا نہین ہے لیکن یہ توجیہ بجاے خود نہیں ہے اس لیے کہ اگر یہ معنی حضرت امام کے دل میں تھے تو چاہیے تھا
کہ انھین لفظون مین ادا فرماتے نہ کہ ایسا لفظ کریہ (وحاشا جنابہ عن ذلک) زبان پر لاتے پس لفظ غصبت
کا فرمانا اور عدم رضا مراد لینا بلا وجہ الفاظ کو اُنکے حقیقی معنی سے پھیرنا ہے + علاوہ برین جو نکاح صحیح نہو
وہ مستلزم زنا ہے اور از روے کتب معتبرہ امامیہ کے مثل غنیہ اور تبصرہ اور کنز العرفان اور رغایۃ المرام وغیرہ کے
ثابت ہی کہ نکاح مومنہ کا ساتھ ناصبی کے درست نہیں ہو پس جب ایک عام مومنہ کا نکاح ایک عام ناصبی کے
ساتھ درست نہو تو کیونکر نکاح قدوۂ مومنات بنت بضعۂ سرور موجودات کا ایک کافر یا منافق کے
ساتھ درست ہوگا + یہ فرمانا علامۂ کشمیری کا کہ (در یمعنی ہیچگونہ شناعتی نیست) انھین کو زیبا ہے بلاشک
نزدیک عبد اللہ بن سبا یہودی کے مقلدین کے جو کہ لباس محبت اہل بیت مین چاہتے ہین کہ اصول و فروع
شریعت مصطفوی کو برہم کرین اور بیخ اسلام و دین محمدی کو اکھیڑ دین اور خوارج اور نواصب سے بھی گوے سبقت
لیجادین اور زخارف دنیوی بپیرایہ مداہنت اور قربت مین تحصیل کرین بیشک یہ امر کب بعید معلوم ہوگا کہ رسول
کی نواسی فاطمہ زہرا کی بیٹی حسن مجتبی کی بہن ایک رئیس مرتدین اور سرگروہ منافقین کے گھر مین غصب سے
جاوے اور وہ غاصب جو چاہے سو کرے اور پھر بھی نہ شیر خدا نہ حسن مجتبی نہ شہید کربلا کچھ چون وچرا کرین اور
ایسے واقعۂ ہوش ربا کا تماشا دیکھتے رہین ورنہ ہمسے ناقص ایمان والون کے تو ایسے سانحے کے سننے
سے ہوش پران ہوتے ہین اور ہمارے ضعیف دل زبان حال سے الامان الامان پکارتے ہین ہم حضرات
شیعہ کیسی محبت کہان سے لاوین کہ خود ہی امام کی زبان سے (اول فرج غصبت منا) کی روایت کرین اور
پھر خود ہی اُسکی نسبت ہیچگونہ شناعتے نیست کا کلمہ زبان پر لاوین اور ایسے الفاظ ناملایم اور نامناسب کو
سن سنکر شادیانے خوشی اور فرحت کے بجادین اور اپنے دین وایمان کے دعوی مین ثابت قدم رہین
اور ہرگز اسکو خلاف شان ائمہ کے نہ سمجھین اور اس سے اُنکی فضیلت و عزت مین کچھ خلل کا خیال بھی
نہ کرین فقط بعد اسکے علامۂ کشمیری فرماتے ہین کہ (ہر گاہ جابرے شخصے را در طلاق دادن زوجہ اش
اجبار نماید در عرف میگویند غصبت زوجتہ باوصف آن اگر جابر عقد نکاح باآن زن بکنند نزد امام اعظم
ابو حنیفہ کوفی زنا متحقق نمیشود و آن جابر زانی نیست) معلوم نہین کہ علامۂ کشمیری نے باین علم
وعقل اس جملے کے لکھنے سے جواب عبارت تحفہ کا کیا تصور فرمایا ہے اس لیئے کہ الزام شاہ صاحب

قدس سرہٗ کا مطابق اصول شیعہ کے ہے نہ موافق اصول حنفیہ کے پس انکو اپنے اصول پر جواب دینا چاہیے
امام ابوحنیفہ کے اصول پر نظر کرنے سے کیا حاصل اگر وہ فقہی مسائل مین ابوحنیفہ کے قول پر چلنا چاہتے
ہین اور سوائے اسکے دوسرا چارہ اس بلاسے جانکاہ سے نکلنے کا نہین دیکھتے تو دل ماشاد چشم ماروشن وہ
فروع حنفیہ کو اختیار کرین اور اسپر عمل فرمادین لیکن صرف فروع کو لینا اور اصول و عقائد کو چھوڑنا کارآمد نہیں
ہے پس ایک کلمہ کہکر حنفیہ کے شریک ہو جاوین اور فضیلت فاروقی کا اقرار کرنے لگین پس نہ کچھ جھگڑا
رہے نہ قصہ نکاح کے ہونے کو بھی تسلیم کرلین اسکے نسبت الطیبات للطیبین پڑھنے لگین ورنہ جبکہ
موافق مذہب امامیہ کے نکاح مومنہ کا ساتھ نواصب کے جائز ہی نہین ہے تو بیچارے ابوحنیفہ کے
قول سے انکو کیا فائدہ ہوگا بلکہ اگر کوئی روایات حضرات شیعہ کو دیکھے تو اسکو شناعت اس فعل قبیح کی جسکو
(ہو اول فرج غصبت منا) سے تعبیر کیا ہے معلوم ہووے کہ شیخ صدوق نے معانی الاخبار وغیرہ مین معاذ اللہ
معاذ اللہ توبہ توبہ نقل کفر کفر نباشد حضرت عمر کو ولد الزنا قرار دیا ہے اور اسکی سند امام تک پہنچائی ہے کما
قال فی معانی الاخبار (حدثنا علے بن احمد بن موسی رضی اللہ عنہ قال حدثنا محمد بن ابی عبداللہ الکوفی عن
موسی بن عمران النخعی عن عمہ الحسین بن یزید النوفلے عن علے بن ابی حمزہ عن ابی بصیر قال سالتہ عما روی
عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال ان ولد الزنا شر الثلثۃ قال علیہ السلام عنی بہ الاوسط انہ شر ممن تقدمہ
وممن تلاہ) یعنی ابی بصیر روایت کرتا ہے کہ مینے امام علیہ السلام سے پوچھا کہ یا حضرت اس حدیث پیغمبر
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کیا معنی ہین کہ (ولد الزنا شر الثلثۃ) کہ ولد الزنا تینون مین سے بدتر ہے امام نے
فرمایا کہ مراد اس سے عمر ہے کہ وہ اپنے پہلے یعنی ابوبکر سے اور اپنے پچھلے یعنی عثمان سے بھی بدتر ہے
اور تینون سے زیادہ برا ہے پس جب ایسے ناپاک مذہب کے معتقدین ائمہ کیطرف ایسی تہمت کرین اور
انکی زبان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اولاد زنا سے ہونا بیان کرین نعوذ باللہ منہ تو اگر نسبت فاطمہ
کا ایسے شخص کے ساتھ نکاح ہونے کو امام کی زبان سے بالفاظ (اول فرج غصبت منا) کے لفظون سے
ادا کرے مصداق سواد الوجہ فی الدارین نہون تو کیا کرین ٭ لیکن اگر ہم اس امر کو بھی تسلیم کرین کہ موافق اصول
شیعہ کے لفظ کفر کا اطلاق حضرت عمر پر نہیں ہوتا اور انکا مظہر اسلام اور متمسک بہ تمام شریعت ہونا ثابت
ہوتا ہے اور اس بات کو بھی فرض کرلین کہ انکے مذہب مین نکاح کر دینا ساتھ ناصبی کے مومنہ اور عارفہ کا بھی
جائز ہے لیکن حضرات شیعہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نفاق و بدعت سے کیونکر انکار کرینگے اور انکے
مومن اور مخلص اور تابع سنت ہونے کو کیونکر قبول کرینگے اگر وہ یہ قبول کرلین کہ حضرت عمر نہ منافق
تھے نہ بدعتی بلکہ سچے مومن اور پکے تابع سنت تھے فنعم الوفاق اگر اسکو نہ مانین تو سب توجیہات

جو معاملہ نکاح ام کلثوم مین کی ہین عبث اور فضول اور بیکار ہوئی جاتی ہین اس لیے کہ جو شناعت نکاح مین
ساتھ کافر کے ہو اُس سے بڑھکر قباحت نکاح مین ساتھ منافق کے ہے چنانچہ خود صاحب نزہۂ اثنا عشریہ
نے اسکا اقرار کیا ہے اور اس مضمون کو ان لفظون سے ادا فرمایا ہے (قال الفاضل الناصب چہارم آنکہ گویند
کہ حضرات بنات و اخوات خود بہ کفرۂ فجرہ بزنی میدادند مثل حضرت سکینہ کہ در نکاح مصعب بن زبیر بود و علی
ہذا القیاس دیگر قریبان خود را در عقد کفرہ و نواصب در آوردند چنانچہ در کتاب آئیات تفصیل شروح ست
اقول و بہ نستعین اگر مراد از کافر در قول را گویند حضرات بنات و اخوات خود را بہ کفرۂ فجرہ میدادند مشرک ست
این قول کذب محض ست چہ ہیچیک از امامیہ قائل باین قول نیست و اگر مراد از ان مبتدع ست بہ بدعتی کہ منجر
کفر صاحبش نشود کہ اورا کافر تناول گویند یا منافق کہ مظہر اسلام و متمسک بہ سائر شریعت باشد مسلم و محذور نی ازد
بہ فحوای ولا تنکحوا المشرکین حتی یومنوا الآیہ ممنوع و محرم النکاح با مشرک ست و بر حرمت مطلق انکاح مبتدع کذا
و تزویج با منافق دلیلی قایم نیست و قیاس یکی بر دیگری مع الفارق چہ منافق اگرچہ حرمتش در حقیقت عظیم
تر ست و فسادش در شریعت شدید تر و بہ فحوای ان المنافقین فی الدرک الاسفل در عقبی بعقوبت الیم گرفتار ست
لیکن حکمت الہیہ داعی و مقتضی آن شد کہ احکام مشرکین و منافقین در دار دنیا از ہم ممتاز باشد و ازینجا ست کہ مشرکین
را بہ فحوای فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموہم معاقب یا ماخوذ گردانیدہ منافقین را ازین ورطہ نجات بخشیدہ) اس
تحریر پر علامۂ کشمیری کی ہم انکا دل و جان سے شکر ادا کرتے ہین اور اپنی ممنونی ظاہر کرتے ہین کہ جو بات ہمکو لکھنی
چاہیے تھی وہ خود علامۂ ممدوح نے لکھدی اور جو تکلیف ہمکو کرنی پڑتی وہ خود گوارا فرمائی اور ان فقرون کو لکھکر
کہ (منافق اگرچہ حرمتش در حقیقت عظیم تر ست و فسادش در شریعت شدید تر) ہماری طرف سے خود ہی جواب دیدیا
لیکن ہم متحیر ہین کہ علامۂ ممدوح نے صاحب تحفہ قدس سرہ کے اعتراض کے جواب مین اس تحریر سے کیا فائدہ
خیال کیا اس لیے کہ انکا اعتراض اسپر ہے کہ شیعون کے نزدیک حضرات علیہم السلام نے اپنی بیٹیان کافر کو
دی ہین علامہ اسکے جواب مین فرماتے ہین کہ نہین کافر کو نہین دین بلکہ منافقون کو اسپر ہمارا یہ جواب ہوتا ہے
کہ نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے حرام ہونے پر کوئی دلیل عقلی نہین ہے بلکہ صرف قباحت شرعی ہے اور وہ
قباحت منافق کے ساتھ نکاح کرنے مین بھی موجود بلکہ کچھ زیادہ ہے وہ خود حضرت نے فرمادیا پس اب اہل انصاف
غور کرین کہ اعتراض صاحب تحفہ کا اس سے اور مدلل ہو گیا یا انکا اعتراض اس جواب سے اٹھ گیا ۔ باقی
رہا یہ امر کہ احکام منافقین کے بہ نسبت کافرون کے ظاہر شریعت مین سخت نہین ہین اسکا جواب یہ ہے کہ
چونکہ منافق ظاہر مین اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہین اور احکام شریعت ظاہر پر جاری ہین اس لیے وہ قتل
وغیرہ سے محفوظ ہین اور اسکا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص سوائے خدا کے علم غیب نہین رکھتا جو دل کا حال جانے

پس شریعت نے نظر بر ظاہر اسلام اُنکے قتل کا حکم نہین دیا لیکن موافق اصول شیعہ کے ائمہ کرام کو علم ما
کان و مایکون حاصل ہوتا ہے اور امور پوشیدہ اُنپر روشن ہوتے ہین اور حالات قلوب بنی آدم اُنپر ظاہر ہوتے ہین
پس اُنکو منافقون سے احتراز کرنا اور اُنکو ذلت دینا اور اُنسے عداوت رکھنا اور اُنسے قرابت نکرنا بلکہ اگر وہ کسی
دینی کام مین مدد کرنا چاہین تو اُنسے اعانت نہ لینا اور اُنکو کسی دینی کام مین شریک نکرنا اور اگر وہ مرجاوین
تو اُنپر نماز جنازے کی نہ پڑھنا اور اُنکے لیے استغفار نکرنا واجب لازم ہو جیسا کچھ جن منافقون کا نفاق پیغمبر خدا
کے سامنے کھل گیا تھا یا جنکے نفاق کی خبر خدا نے جلشانہ نے حضرت کو دیدی تھی اُنکے ساتھ اسی طرح
برتاؤ کرنے کے لیے آیات قرآنی نازل ہوئین اور اُنکے لیے سخت احکام صادر ہوے بلکہ جس طرح پر جہاد کرنے کا
حکم اوپر کفار کے ہوا اُسی طرح پر اوپر منافقون کے ہوا جیسا کہ اللہ جلشانہ فرماتا ہے یا ایہا النبی جاہد الکفار والمنافقین
واغلظ علیہم وماواہم جہنم وبئس المصیر کہ اے پیغمبر جہاد کر اوپر کافرونکے اور منافقون کے اور نہایت سختی کر اوپر اُنکے
اور جگہ اُنکی جہنم ہو پس غرضکہ جب اُن منافقون کا جنکے نفاق کا حال معلوم ہو گیا حال مثل کفار کے ہوا اور جہاد
بھی اُنپر واجب ہوا اور اُنپر غلظت و شدت بھی مثل کفار کے کرنے کا حکم ہو تو پھر نکاح مین درمیان کفار کے
اور اُن منافقون کے کیا فرق رہا اب سوائے اسکے کہ یا حضرات شیعہ حضرت عمر کو منافق نہ کہین اور اس کلمہ کفر
کے کہنے سے باز آوین یا اس نکاح کو حرام جانین دوسرا کوئی علاج نہین ہو + اگرچہ علماء شیعہ نے اس
معاملے مین عوام کے فریب دینے کو اور جاہلون کے سمجھانے کو بہت البلہ فریبی کی تقریر کی ہے اور حضرت
عمر کو مظہر اسلام کہکر اس نکاح کا جواز ثابت کیا ہے لیکن یہ فریب ذراسی بات مین کھلا جاتا ہے اور یہ سب
توطیہ اُنکا ایک ادنی بات مین ہباءً منثورا ہو جاتا ہے یعنی ہم ایک استفتا کرتے ہین اُسکا فتوی لکھدین اور
جو بات ہم پوچھتے ہین اُسکے جواب مین صرف لا یا نعم فرماوین و ہو ہذہ کیا فرماتے ہین جناب قبلہ و کعبہ
ان دو مسئلون مین جنمین سے پہلا یہ ہے کہ ایک منافق جسنے خدا کی کتاب مین تحریف کی جسنے پیغمبر کی سنت
کو بدلا جسنے حضرت فاطمہ علیہا السلام کا حق غصب کیا جسنے معصومہ کے جسم اطہر کو ایسا صدمہ جسمانی
پہنچایا کہ اُس سے معصوم بچہ شہید ہوا اور جسنے سیدۃ النساء کا حق نہ دیا اور اُنکو جھوٹا جانا اور اُنکا دعوی
ارث پدری کا نہ سنا اور جسنے امیر المومنین علی علیہ السلام کا حق غصب کیا اور جسنے اُنپر جبر و ظلم کیا وہ
ایک مومنہ عارفہ کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے جائز ہے یا نہین + دوسرا مسئلہ ایک مومن نے
جسکو خدا نے ذاتی شجاعت و شرافت مین یکتائی روزگار پیدا کیا ہے اور جسکے بازو کو قوت اور
طاقت قلعہ شکنی کی دی اور جسکو جرأت دس ہزار جنگی سوار کے ساتھ لڑنے کی دی ہے اپنی بیٹی مومنہ عارفہ
کا نکاح ایک منافق مرتد غاصب خائن کے ساتھ صرف اُسکی تہدید زبانی پر کردیا اُسکی نسبت کیا حکم

شرعی ہے آیا وہ گنہگار ہوا یا نہین) اور اگر ایسے استفتا پر فتوی دینے مین بھی چون وچرا کو جناب قبلہ وکعبہ دخل
دین اور صاف جواب دین تو اُنسے ہم ایک صاف مسئلہ پوچھتے ہین اُسیکو لکھدین (کیا فرماتے ہین علماء
دین اور مفتیان شرع متین کہ نکاح مومنہ کا ساتھ سنی ناصبی کے جائز ہے یا نہین) بس جو کچھ جواب
اِسکا لکھدین وہی تمام اس بحث کے طے کرنے کے لیے کافی ہے پھر نہ کسی توجیہ کی حاجت ہے نہ کسی دلیل
کی ضرورت ہے ایک دو حرفی فتوے پر مدار اس تمام قصے جھگڑے کے فیصلے کا ہے پس اے حضرات
شیعہ نظر عنایت اِس سوال کا جواب لکھدو اور اس جھگڑے قصے کو مٹیو* شعر

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا ۔۔۔ بس اِک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

بعد اسکے علامہ کشمیری بجواب تحفہ کے فرماتے ہین (استبعاد ذکر فرج مستور الاسم ومسمی بر زبان اکابر در
کمال استعجاب ست وو در واقع ذاتہ خائیست کہ ہیچ خرینہ نماید چہ در کلام الہی کہ چند جا ذکر این عضو مستور الاسم
والمسمی جاری شدہ وحضرت عائشہ صدیقہ در مجالس ومحافل نام عضو مخصوص حضرت سرور عالم علیہ السلام
کہ مستور الاسم ست بزبان می بردند الخ*) اس تقریر سے مطلب علامہ کشمیری کا یہ ہے کہ شاہ صاحب کا یہ فرمانا
کہ لفظ فرج کا زبان پر امام کے آنا خلاف شان بزرگی کے ہے موجب تعجب ہے اِس لیے کہ خدا کے کلام مین
یہ لفظ مذکور ہوا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عضو مستور الاسم کا نام لیا ہے تو پھر امام نے اگر لیا تو
کیا گناہ کیا فقط جواب اسکا یہ ہے کہ یہ نافہمی اور نادانی حضرت علامہ کی ہے اس لیے کہ آیات اور احادیث
مین اگر نام اس عضو کا ہے تو مسائل شرعیہ کے بیان میں یا ستایش مومنین کے مقام پر ہے نہ کہ ایسے موقع ومحل
پر جو محل نزاع ہے اور مسائل شرعیہ کے بیان مین ایسے الفاظ کی ضرورت ہوتی ہے تو اُسکے بیان کا ایک سبب
خاص ہے ہان اگر شاہ صاحب اُن احادیث واخبار امامیہ پر طعن کرتے جنمین واسطے بتانے مسئلہ شرعی کے اس عضو کا
نام لیا گیا ہے تو یہ معارضہ بالتمثیل صحیح ہوتا حالانکہ صدہا احادیث امامیہ مین ائمہ کرام کی زبان سے اس عضو کا نام
مذکور ہے اور شاہ صاحب نے کسی پر کچھ اعتراض نہین کیا اور اس محل خاص پر جو اعتراض کیا اُسکا مطلب
یہ ہے کہ اراذل عوام کو بھی اس قدر غیرت اور حیا ہوتی ہے کہ اگر کوئی اُنکی جورو یا بیٹی کو لیجاوے تو وہ ایسا لفظ
زبان پر نہین لاتے اور اپنی جورو یا بیٹی کی نسبت شرمگاہ کے غصب کر لینے کا لفظ زبان پر نہین لاتے
تو کیونکر ممکن ہے کہ جناب امام نے ایسا لفظ زبان سے نکالا ہو بلکہ اگر فی الواقع یہ نکاح بجبر واکراہ ہوا تھا تو امام کو
مناسب تھا کہ وہ سائل کے جواب مین فرما دیتے کہ بضرورت یہ نکاح ہوا تھا اور بوجہ مظہر اسلام اور
متمسک بہ شریعت ہونے عمر کے شرعاً ایسا نکاح کر دینا جائز تھا نہ کہ اس عبارت والفاظ کو چھوڑ کر ایسا کریہ
لفظ جسکے ہزار معنی بنلائے جاوین مگر سمجھنے والے اور ہی کچھ سمجھتے ہین زبان پر لاتے اور اس تقریر کا جواب

خدا کے کلام مین اس لفظ کے ہونے یا حضرت عائشہ کے بنظر ضرورت مسئلہ شرعی کے اس لفظ کو زبان پر لانے سے نہین ہوتا این ہذا من ذلک * (تیسرا قول) بعض علماء شیعہ نے یہ خیال کرکے کہ نکاح کے ہونے سے انکار کرنا اپنی احادیث و اخبار کی کتابون پر خط نسخ کھینچنا ہے اور روایت (اول فرج غصبت منا) کہ جو خاص کلینی نے کافی مین امام صادق علیہ السلام کی حدیث کرکے لکھی ہے غیر صحیح کہنا امام کو جھٹلانا ہے اور اسکو بغیر توجیہ و تاویل کے تسلیم کرنا عقل و ایمان اور عزت سے ہاتھ اُٹھانا ہے اس لیے اُسکے معنی بنانے اور الفاظ کو حقیقت سے مجاز کیطرف پھیرنے پر آمادہ ہوئے جب اُسکو بھی بے سود دیکھا اور اُس سے بھی کچھ مطلب حاصل نہوا تب دوسری طرح کی تاویلات دور از کار کے جانب توجہ فرمائی اور صبر اور رحمیت اور تقیے سے پناہ لی چنانچہ ہم ہر ایک تاویل کو تفصیل بیان کرتے ہین * (پہلی تاویل صبر) بعض علماء شیعہ نے فرمایا ہے کہ جو معاملہ جناب امیر کو پیش آیا اکثر انبیا اور اوصیا کو ایسے معاملے پیش آئے ہین اور اُنھون نے صبر فرمایا ہے اور اس سے اُنکے درجات خدا نے بڑھائے ہین جیسا کہ حضرت لوط پر بھی ایسا ہی واقعہ گذرا ہے چنانچہ حضرت لوط کے پاس جب فرشتے آدمی کی صورت ہوکر آئے اور اُنکو کچھ شبہہ ہوا تو اُنھون نے اپنی بیٹیان اُنکے سامنے کردین اور کہا کہ یٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ کہ یہ میری بیٹیان حاضر ہین تمھارے واسطے اور یہ اچھی ہین تمھارے لیے اور بلکہ صاف فرمایا کہ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ کہ یہ میری بیٹیان موجود ہین اگر تمکو کچھ کرنا ہے کرو پس تعجب ہے کہ جب حضرت لوط پیغمبر خدا نے اپنی بیٹیان سامنے کردین اور ایسا کلمہ فحش زبان سے کہا کہ اگر کرنا ہے تو یہ بیٹیان حاضر ہین اور اُسکا ثبوت آیات قرآنی سے ہوتا ہے تو پھر ناصبیون کا یہ اعتراض کہ حضرت امیر نے کیون اپنی بیٹی عمر کو دے دی تھی سراسر بیجا ہے جو جواب ناصبی حضرت لوط کے معاملے کا دینگے وہی ہم مومنین کیطرف سے خیال کرین فقط چنانچہ قاضی نور اللہ شوستری نے مصائب النواصب مین اور اور علماء شیعہ نے اپنی کتابون مین اسکو لکھا ہے اور علاوہ اسکے حضرت ابراہیم اور حضرت آسیہ زن فرعون کی بھی مثالین دی ہین چنانچہ ہم اُن سب کو لکھکر اُسکا جواب دینگے بالفعل یہ نسبت صبر جناب امیر کے جو کچھ حضرات نے فرمایا ہے اُسکو ہم ایک کتاب سیف صارم سے جو بعد ملاحظہ جناب مجتہد صاحب کے سنہ ۱۲۶۷ھ ہجری مین مطبع جعفریہ یعنی مطبع اثنا عشریہ مین چھپی ہے نقل کرتے ہین گویا مؤلف نے اپنے تمام مجتہدین و علما کے اقوال کا خلاصہ اُسمین لکھا ہے مسلمانون کو چاہیے کہ اُسکو غور سے دیکھین اور اس بیچارے مؤلف کی اور اُنکے مجتہدین و علماء کی حیا و شرم کی داد دین اور اُنکے حق مین احسنت و آفرین کہین و ہو ہذہ بلفظہ (تو اب کالشمس فی وسط النہار ظاہر و ہویدا ہے کہ ایسی صغیر سن معصومہ کا نکاح ایسے شخص مظہر الاسلام اور مظہر اور مقر کلام مرقومہ سے قربت و وصلت کا بھی مفید نہین صرف ظہور اجبار شیخ فانی تھا اور اذیت رسانی

اور مضطر کرنا اور بظاہر یہانتک پہونچانا نفس رسول کو اور مظہر تمام عجائب اور ثبوت غلبۂ غالب کل غالب بتا نفس پر
کہ اگرچہ درحقیقت قربت معصومۂ طاہرہ یعنی وقوع اتصال ہوا صلت جو کہ ظاہر مین غایت مناکحت ہے بموجب
اقرار شیخ ثانی اور ہم بسبب صغیرہ ہونے معصومہ کے ممتنع الوجود یقینی تھا اور باعتبار ظاہر کے بھی اور باعتبار باطن
کے از روے علم باطنی کے بھی حضرت مولی پر ہویدا تھا اور مظہر الاسلام لظاہر مقرر رسالت و شرائع رسول انام سے قطع
نظر اسکے بھی مناکحت ممنوع شرعی نہیں تھی لیکن باعتبار ظاہر حال بنظر خواص و عوام البتہ کمال انتہا کی حرمت کی خدا فاہم
کہ ایک مسلمہ بیٹی ایسی صغیرہ کا باوصف داماد اور ابن عمی رسول اور ملقب ہونے ساتھ نفس رسول کے اور خیبر گیر اور غالب
کل غالب ہونے کے اور مخاطب بلافتا الا علی لاسیف الا ذوالفقار ہونے کے ایک شیخ ثانی سے نکاح کرنا اور باوجود
ولیشی اسقدر اعتدال و تکرار کے ایسے سید عرب و عجم امیر المومنین کہ اس لقب کے خود صدیق و فاروق و صحابہ تو اب
تک گواہ ہین لوگون کی نظر مین ایک شیخ نو مسلم ظاہری سے مغلوب ہو جائیں اور مجبور رکھلا دین حتی کہ بیٹی حوالہ کر دین
کہ نفس سرکش کسی بشر کا ہرگز باوصف ظہور علت یا حت شرعی کے بھی اس ہتک کو نہیں گوارا کر سکتا سواے انبیا
و اوصیا کے کہ صبر و رضا ے حضرات علیہم التحیۃ و البرکات بعطاے حضرت کبریا انھین پر ختم ہے کہ باوصف عطاے
قوت معجزہ صبر و تحمل بھی ایسا ہی انکو عطا ہے کہ یہ مستعد ادا اور حوصلہ کسی اور بشر کو نہین حاصل کہ نفس پر اتنا غلبہ
ہو سکے کہ انتہاے مرتبہ اور غایت کمال ہے غالب کل غالب ہونے کا) اے مسلمانون کہان ہو کس نیند مین سو رہے
ہو ذرا چونکو ہوش مین آؤ اٹھکر بیٹھو اس بچہ نادان مولف سیف صارم اور اسکے پیران نابالغ یعنی مجتہدین و علما
کی عقل و حیا پر نوحہ کرو انکے ایمان و انصاف کے جانے پر مرثیہ پڑھو انکے حال زار پر رحم کرو دیکھو کیسی عقل و حیا
انکی جاتی رہی ہے کہ عیب کو ہنر کر کے دکھلاتے ہین اور پردے مین محبت اہل بیت کے انکی شان مین کیا کچھ
بکتے ہین جسکے سننے سے بدن پر رعشہ جس پر خیال کرنے سے دل کو لرزہ ہوتا ہے خیال کرو کہ بیعزتی کو شجاعت
کہتے ہین بیحیائی کو صبر سے تعبیر کرتے ہین اے یارو یہ کیسے دوست اہل بیت کے ہین کہ ان حضرات عالی درجات
پر جنکی شان مین آیۂ تطہیر نازل ہوئی جنکی عصمت و عفت پر پاکی نے قسم کھائی انکی نسبت کیا کیا کہتے
ہین اے بھائیو صبر اسی کا نام ہے کہ ایک منافق بیٹی کو غصب کر لے اور بجبر و اکراہ نکاح ناجائز کر لے
اور حضرات علیہم السلام بیٹھے بیٹھے دیکھا کرین اور سواے سکوت کے زبان سے بھی کچھ نفرما دین اور
باوصف عطاے قوت معجزہ و کرامات کے صبر و تحمل کو کام فرما دین خدا کی قسم ہے کہ مین تعصب کو دخل
نہین دیتا اپنے مذہب پر خیال نہین کرتا بلکہ صرف عقل و حیا سے پوچھتا ہون کہ جسکا نام حضرات شیعہ نے
صبر رکھا ہے اور جس حالت کو صبر و تحمل سے تعبیر فرمایا ہے حقیقت میں وہ صبر و تحمل ہی ہے یا اسکی اور
کچھ حقیقت ہے میری سمجھ مین تو یہی آتا ہے کہ انھون نے وقاحت اور بیعزتی کا نام صبر و تحمل رکھا ہے

اور محبت کے حیلے سے اہل بیت اطہار کو ذلیل کیا ہی نعوذ باللہ نعوذ باللہ یہ کیا خرافات ہے جو شیعہ لکھتے
ہین اگر کسی ادنی عامی کے گھر جاکر کوئی شخص گروہ شجاعت مین منظیر اور قوت مین لاثانی اور مال و دولت
مین لاجواب ہو اُسکی بیٹی سے بجبر و اکراہ نکاح کرنیکا قصد کرے پھر تماشہ دیکھیے کہ وہ عامی چپ چاپ رہتا ہے
یا اپنی جان عزت پر قربان کرتا ہے معلوم نہین کہ حضرات شیعہ نے امیر المومنین یعسوب الدین صاحب ذوالفقار
جد ائمہ اطہار کی عزت اور ہمت اور شجاعت کو ایک ادنی آدمی کے برابر بھی خیال نہین کیا اور وقاحت
کو بنام صبر و تحمل کے قرار دیا ہے اور طرفہ ماجرا یہ ہے کہ ایسی قباحت کی باتین اُنکی طرف منسوب کرتے جاتے ہین
اور ایسے الزام اُنکو دیتے جاتے ہین اور پھر بھی اُنکو غالب کل غالب مطلوب کل طالب امیر البررة قاتل الکفرة و الفجرة
سید الابرار مخاطب بہ لافتا الا علی لا سیف الا ذوالفقار کہتے جاتے ہین نہ خدا سے شرماتے ہین نہ رسول
کا لحاظ کرتے ہین حقیقت مین دین و ایمان کو حضرات شیعہ نے بگاڑا اور شریعت محمدی کو اُنھون نے درہم برہم
کیا اور شیطان کا نام بدنام ہوا یہ باتین شیطان کے دادا کو بھی نہ سوجھی ہونگی جو ان حضرات کو سوجھی ہین شعر

کار زلف تست مشک افشانی اما عاشقان   مصلحت را تہمتے بر آہوے چین بستہ اند

اب مین قصہ لوط کا بھی مختصر جواب لکھتا ہون اور آیہ کریمہ کی تفسیر بیان کرتا ہون پوشیدہ نرہے کہ آیہ
مذکورہ کے یہ معنی نہیں ہین جو حضرات شیعہ نے تصور کیے ہین کہ حضرت لوط نے ویسے ہی بلا نکاح
اپنی بیٹیان زنا کرنے کے لیے کسی کے سامنے کردی ہون بلکہ مراد حضرت لوط کی پیش کرنے سے یہ
تھی کہ تم انسے نکاح کرلو اور چونکہ اُسوقت نکاح کافر کے ساتھ جائز تھا اس لیے اُسمین کوئی قباحت شرعی
نہ تھی اسیواسطے حضرت لوط کیطرف سے خدا نے یہ الفاظ فرمائے ہین کہ ہُنَّ اَطْہَرُ لَکُم کہ حضرت لوط نے یہ فرمایا
کہ میری بیٹیان تمھارے واسطے پاک و پاکیزہ ہین اور طہارت بے نکاح کے نہین ہوتی + اگر کوئی
شیعہ کہے کہ ہم اس امر کو نہیں مانتے لفظ نکاح کا آیہ مین نہین ہے بہ جواب اُسکے ہم کہین گے
کہ وہ تفسیرونکو ملاحظہ کرین اور سنیونکی تفسیرون کو نہ دیکھین اپنی ہی تفاسیر سے اِسکی سند لین چنانچہ امین الدین
طبرسی مجمع البیان مین جو کہ نہایت معتبر تفاسیر شیعہ سے ہے اور طہران دار السلطنت ایران مین چھپی ہے
اسی آیہ کے ذیل مین فرماتے ہین (قال یا قوم ہؤلاء بناتی ہن اطہر لکم و کان یجوز فی شرعہ تزویج المومنہ
من الکافر) کہ حضرت لوط کی شریعت مین نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے جائز تھا +

اگر کوئی دانشمند شیعہ یہ کہے کہ گو اِس آیہ کے ان الفاظ سے مطلب نکاح کا ہو لیکن دوسری آیہ مین
تو صاف فعل کرنا مذکور ہے کہ (ہؤلاء بناتی ان کنتم فاعلین) کہ حضرت لوط نے کہا کہ یہ میری بیٹیان
ہین اگر تم کرنیوالے ہو تو کرو اسکے جواب مین بھی ہم انھین کی تفسیرون پر رجوع کرتے ہین

اور جو ان آیات کا مطلب اُنھون نے بیان کیا ہے اُسکو نقل کرتے ہین چنانچہ تفسیر مجمع البیان مذکور
مین علامہ موصوف فرماتا ہے (کہ قولہ ان کنتم فاعلین کنایۃ عن النکاح ای ان کنتم متزوجین) کہ فعل
سے مراد نکاح ہو یعنی اگر تم نکاح کیا چاہو تو یہ میری بیٹیان حاضر ہین + اگر حضرات شیعہ کو ایک
تفسیر پر اطمینان نہو تو دوسری تفسیر کی عبارت بھی سنین کہ فاضل کاشانی علماء شیعہ سے خلاصۃ المنہج
مین اُسی آیہ کی تفسیر مین لکھتے ہین کہ (گفت لوط ای گروہ من اینہا دختران من اند ایشان را نجوا ہید
کہ ایشان پاکیزہ اند شمار او تزویج دختران بشرط ایمان بودہ یا در شریعت او تزویج مومنات بکفار جائز
بود) الحاصل قصۂ لوط سے اور واقعہ نکاح ام کلثوم سے کیا مناسبت ہو دونون مین بڑا فرق ہو حضرت
لوط کی شریعت مین نکاح مومنہ کا ساتھ کافر کے جائز تھا اور انکا کہنا زنا کے لئے نہ تھا بلکہ نکاح کیواسطے
تھا اور پیغمبر خدا کی شریعت مین اخیر کو نکاح ساتھ کافر کے حرام ہو گیا تھا اور مطابق اصول شیعہ کے
دشمن اہل بیت اور ناصبی کے ساتھ بھی نکاح حرام تھا علاوہ برین حضرت لوط کی بیٹیونکو کوئی غصب
کر کے لے نہین گیا نہ اُنکی عفت و عصمت مین خلل آیا اور یہان تو معاملہ برعکس ہو کہ حضرت عمر نے
نکاح بھی بجبر کرا لیا جو کہ شرعًا جائز نہ تھا اور پھر ام کلثوم کو اپنے گھر لے گئے اور چند سال تک رکھا اور اُنسے اولاد
پیدا ہوئی پس دونون قصون مین زمین و آسمان کا فرق ہو + ای حضرات شیعہ کہانتک باتین بناؤگے کیا کیا
تاویلین کروگے جو کچھ کہوگے ایسی جھوٹے ٹھہروگے جو کچھ تاویل کروگے اُسی سے اہل بیت پر الزام دوگے
اس بحث کو اول سے آخر تک دیکھ لو کہ جو کچھ ہم کہتے ہین وہ سچ ہے یا جھوٹ آپ لاف محبت اہل بیت نہ مارو
اور صاف صاف اُنکی دشمنی کا اقرار کرو اور اپنے ہر عقیدے اور ہر مسئلے پر غور کر کے انصاف کرو کہ اُس سے
محبت اہل بیت کی ظاہر ہوتی ہے یا عداوت اگر محبت اہل بیت ہوتی تو کیا اُنکے جناب پاک کی نسبت
ایسی ایسی قباحت کی باتین منسوب کرتے انکی شان مین ایسی ایسی بے غیرتیان بیان کرتے استغفر اللہ استغفر اللہ شعر

جامی چہ لاف میزنی از پاک دامنی ۔۔۔ بر خرقۂ تو این ہمہ داغ شراب چیست

چونکہ حضرات لوط کے قصے کا بھی جواب بخوبی ہو چکا اب مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قصے کا کچھ بیان
کرتا ہون بعض حضرات شیعہ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بی بی سارہ کو بھی ایک بادشاہ جابر نے
زبردستی چھین لیا تھا اور اُسوقت حضرت ابراہیم سے سوائے صبر اور دعا کے کچھ نہوا چنانچہ مولف سیف صارم اس
مضمون کو اس عبارت سے بیان کرتا ہے وہو ہذا بلفظہ (علاوہ اسکے تفسیر عزیزی سے ایک اور مختصر
مضمون مقام حاجت ہم لکھتے ہین زیادہ تفصیل تفسیر مذکور مین وہ دیکھ سکتے ہین کہ اُنکے پیر عزیزی کی
ہے المختصر کہ سارا بی بی حضرت ابراہیم کی کہ بہت خوبصورت تھین بسبب ظلم و جبر اشقیا کے اپنے

خاوند ابراہیم کے ساتھ سر بصحرا نکلین جب مصر مین پونہچین تو وہانکا بادشاہ نہایت جبار تھا اُسکی عادت تھی کہ جو عورت خوشرو ہوتی تھی اُسکے خاوند کو مارڈالتا تھا اور بھائی بند ہوتا تو اُس سے چھین لیتا تھا غرض اُنپر بھی وہی نوبت پونہچی کہ پیادے ظالم کے حضرت پاس آئے اور پوچھا کہ یہ عورت تمھاری کون ہے حضرت نے کہا کہ بہن ہے یعنی مراد حضرت کے دل مین یہ تھی کہ دینی بہن ہے اور اولاد آدم منصف فہم اس جگہ سے طریقۂ تقیہ اور شعار انبیا ایسے مقام مجبوری و اضطرار مین خیال کرسکتا ہے کہ اوصیا کو ہوۂ واقتدا با انبیا ہوتی ہے اور مومنین کو اسوہ اُنسے تو ناصح صاحب کو اگر کچھ بھی قوت منفعلہ ہو تو سوچین اور شرم کرین کہ انکے پیر عزیز خود کیا کرگئے ہین غرض پیادگان شاہ مذکور نے ابراہیم کو تو چھوڑ دیا اور حضرت سارہ خاتون کو زبردستی لے گئے حضرت ابراہیم نے جب یہ حال دیکھا تو نماز و دعا مین مشغول ہوئے اور حضرت سارہ جب اُس شقی کے پاس پونہچین وہ شقی عاشق ہوگیا اور چاہا کہ بےادبی کرے بالجملہ حضرت سارہ نے دعا کی کہ اُسکا حال یہ ہوا کہ دونوں ہاتھ خشک ہوگئے بدحال ہوا انجام کو حضرت سارہ نے دعا کی اچھا ہوگیا پھر بدذاتی کی پھر وہی حال ہوا غرض تیسری دفعہ حضرت سارہ کو رخصت کیا اور ہاجرہ حوالہ کین ہم اس تحریر پر بھی آفرین و مرحبا کہتے ہین اور اس قصے کے اس موقع پر ذکر کرنے پر شاباش شاباش کہکر مؤلف کا دل بڑھاتے ہین کہ اسنے ایسے قصے کو چھیڑا جس سے ہمارا مطلب حاصل ہوتا ہی اور ہمکو ایک حجت انپر ہوتی ہے لیکن سخت حیرت اُنکی عقل اور سمجھ پر ہے کہ اسمین اُنھون نے اپنا کیا فائدہ تصور کیا ہی یعنی خلاصہ اس قصے کا یہی ہی کہ حضرت ابراہیم کی بی بی سارہ کو اُس بادشاہ جابر کے آدمی پکڑ لے گئے اور جب اُس شقی نے بیحرمتی چاہی حضرت ابراہیم نے خدا سے دعا کی خدا نے اُسکا ہاتھ خشک کردیا اور اُنکی بی بی کی عصمت کو بچا دیا بلکہ ایسا معجزہ دکھلایا کہ جسکے سبب سے اُسنے ایک لونڈی ہاجرہ اور نذر کی اب کوئی اس قصے کو حضرت ام کلثوم کے حال سے ملادے کہ مطابق ہے یا مخالف اگر حضرت ام کلثوم کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا کہ جب حضرت عمر انکو اپنے گھر لے گئے تھے تب حضرت علی خدا سے دعا کرتے اور اللہ جلشانہ حضرت ابراہیم کیطرح اُنکی عصمت بچانے کے لیے عمر کا ہاتھ خشک کردیتا اور انکو ڈرا دیتا اور وہ معجزہ دیکھکر صحیح و سالم ام کلثوم کو حضرت علی کے گھر بھیجدیتے بلکہ اپنی طرف سے ایک لونڈی اور پیشکش کرتے اور تقصیر اپنی معاف کراتے تو بیشک قصہ ابراہیم و سارہ کا مطابق اُنکے حال کے ہوتا حالانکہ برخلاف اُسکے حضرت عمر نے زبردستی ام کلثوم کا نکاح کرالیا اور اپنے گھر آٹھ دس برس تک اُنکو رکھا اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی بھی اُنسے پیدا ہوئی اور اُنکے جیتے جی حضرت ام کلثوم اُنکے گھر رہین اور بعد اُنکی وفات کے حضرت جعفر طیار کے بیٹے کے ساتھ اُنکا نکاح ہوا پس تعجب ہے کہ خدا نے حضرت سارہ کی عصمت بچانے کے لیے تو معجزات دکھلائے بادشاہ جابر کا ہاتھ

بھی خشک کردیا اور حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ بنت رسول کے غصب کا جب ایک منافق مرتد نے ارادہ کیا تو
نہ خدا کے دریاے غیرت کو جوش ہوا نہ اُسکا قہر و جلال ظاہر ہوا نہ اُسنے کوئی معجزہ دکھلایا نہ اس غاصب کا ہاتھ
خشک کیا نہ کسی اور طرح سے اپنے رسول کی نواسی کو بچایا پس سوائے اسکے کیا کہا جاوے کہ شیعون کا خدا
بھی عمر سے ڈر گیا اور اُسنے بھی خوف کے مارے کچھ دم نہ مارا یا آنکہ اپنے رسول کے وصی کیطرح اُسنے بھی صبر
کیا اور تحمل فرمایا چونکہ ادنی آدمیونکو ایسے معاملات مین بے صبری ہو جاتی ہو اور وہ جان دینے پر آمادہ ہو جاتے
ہین مگر چونکہ امام اور وصی کا رتبہ اور درجہ سب سے بڑا ہوتا ہے اس لیے انھون نے ایسے معاملے مین بھی صبر کیا۔
(نعوذ باللہ من ہفواتہم ومن سوء عقیدتہم) اس قصے مین ایک شبہہ جاہلانہ اور رہا جاتا ہی جسکا رفع کرنا بھی مناسب ہے
وہ یہ ہے کہ تواریخ وسیر سے ثابت ہو کہ جب حضرت ابراہیم کی بی بی کو اس جابر شقی نے پکڑ وابلایا حضرت ابراہیم
نے خدا سے دعا کی اس دعا پر خدا نے معجزہ دکھلایا اور اُس کا ہاتھ خشک کیا اور حضرت علیؑ نے بعد جانے
ام کلثوم کے دعا نہین کی کہ خدا اسکو قبول کرتا اور معجزہ دکھلاتا فقط بیشک یہ سچ ہو کہ حضرت علی نے دعا
نہین کی اور یہ بھی درست ہو کہ جب خود حضرت امیر جنکی بیٹی غصب کی گئی خاموش ہو گئے تو خدا کیا کرتا
وہ بغیر دعا و سوال کے کیون اپنا قہر نازل کرتا لیکن حضرت امیر کو دعا کا مانع کون تھا انھون نے کیون
سکوت فرمایا اور دعا کے لیے انھون نے اپنے گھر مین رات کیوقت کیون دروازہ بند کر کے ہاتھ نہ بڑھایا
اگر مقابلہ کرنے مین خوف جان کا اور لڑنے مین اندیشہ قتل کا تھا تو خیر ایک مجبوری تھی جسکے باعث سے
خاموش ہو گئے لیکن گھر مین رات کے وقت کسکا ڈر تھا جسکے سبب سے دعا تک نہ مانگی شاید خیال حضرت عمر کا ہوگا
کہ وہ اکثر رات کو بھی گشت کے لئے نکلا کرتے اور لوگونکی خبر لیا کرتے تھے اگر کہین حضرت امیر کو دعا کرتے سن لیتے
تو شاید انکو تکلیف دیتے اور پھر وہی امر پیش آجاتا جسکے لحاظ سے حضرت امیر ساکت ہو گئے تھے یعنی خوف قتل مگر خیال
اُسوقت کرنا ضرور تھا جبکہ دعا کے لیے چلانا ضرور ہوتا حالانکہ جہر دعا کے لیے ضرور نہیں ہو خدا دل کی دعا کو بھی،
ویسا ہی سن لیتا ہو جیسا کہ زبان سے چلانے کو سنتا ہی پس دل ہی سے دعا کرتے اور زبان سے کچھ نہ فرماتے غرض
تو مطلب حاصل ہونے سے تھی پس حضرت امیر کے مقابلہ نہ کرنیکا سبب تو ہمنے مانا کہ خوف جان کا تھا اور آواز
سے دعا نہ کرنے کے لیے بھی ہمنے معذور تصور کیا کہ اندیشہ عمر کے سن لینے کا تھا لیکن دل سے دعا نہ کرنیکا کوئی
سبب سمجھ مین نہین آتا کاش کوئی شیعہ ہمکو یہ بتا دے اور ہمارا شبہہ دور کر دے + اگر کوئی دانشمند یہ فرما دے
کہ جب نکاح کر دیا تو پھر دعا مانگنے کی کیا ضرورت تھی معاذ اللہ عمر زانی اور فاسق نہ تھے جنکے ساتھ اپنی
بیٹی کا نکاح کرنے سے حضرت علی کچھ لحاظ فرماتے تو بس یہی قول ہمارا ہے پھر روایت (اول فرج غصبتنا)
کو کیا کرینگے اور اُن صدہا اوراق کو جو اِس نکاح کی توجیہ کے لیے علما نے سیاہ کیے ہین کس آنکھ کے پانی سے

وہ ہو سینگے اگر نفس الامر یہی ہو کہ حضرت علی حضرت عمر سے راضی اور حضرت عمر حضرت علی سے خوش تھے
اور دونوں ایمان اور اخلاص مین ایک دوسرے پر بھروسا رکھتے تھے اس لیے اپنی خوشی سے نکاح کر دیا
تو بس جھگڑا اطے ہوا لیکن مذہب شیعہ کا بطلان کالشمس فی نصف النہار ثابت ہوا اگر حقیقت مین یہ بات ہمنے
بیان کی حضرات شیعہ تسلیم کرلین تو انکو سواے اپنے مذہب کے چھوڑنے کے دوسرا چارہ نہین ہے اور اسی
واسطے انکے علماے ہزارون قسم کی تاویلات فرمائیں جنکی ضرورت نہ تھی لیکن اصل حقیقت کے بیان
کرنے سے چشم پوشی کی کسی نے عذر خوف جان کا بیان کیا کسی نے اسکو صبر و تحمل پر محمول کیا کسی نے
اسکے معارضے مین حضرت لوط کے قصے کو پیش کیا کسی نے حضرت ابراہیم کی بی بی سارہ کے پکڑے جانیکو
بطور نظیر کے بیان کیا کسی نے حضرت ام کلثوم کی شکل پر جنیہ کی شکل ہونے کا دعوے کیا بہر حال یہ سب نظیرین
اور مثالین اور حکایتین بیان کرنا اور اسکے عذرات اور وجوہات پیش کرنا بلکہ اس نکاح کو مثل مردار کے
کھانے کے جو ضرورتاً شرعاً حلال ہو جاتا ہے سمجھنا کس لیے ہے اس لیے تاکہ یہ ثابت نہو کہ حضرت عمر رضی اللہ
تعالی عنہ لائق زوجیت حضرت ام کلثوم کے تھے اور حضرت علی نے خوشی سے اُنکے ساتھ نکاح کیا پس
ایک حضرت عمرؓ کی فضیلت سے انکار کے واسطے کیا کیا توجیہات کی ہین اور کیسے کیسے الزام حضرات
اہل بیت پر دیے ہیں کہ کچھ ہو خواہ اہل بیت بدنام ہون خواہ انکی بنات طیبات منصوبہ ٹھہرین خواہ اُنکے اولیا
پر وقاحت کا الزام آوے سب کچھ منظور اور قبول ہو لیکن حضرت عمرؓ کی فضیلت کا اقرار نہ کیا نہ کرتے ہین نہ کرینگے
(دوسری تاویل وصیت) جو کہ ہم اوپر صبر و تحمل کی تاویل سے جواب دے چکے اب دوسری تاویل کو بیان کرکے اُسکا رد
کرتے ہین + جبکہ حضرات شیعہ نے خیال کیا کہ صبر کی تاویل درست نہین ہے اور بغیر کسی وجہ خاص کے
ایسے نازک معاملے میں تحمل کا عذر صحیح نہیں اس لیے اسکی تائید دوسری طرح سے کی اور اُسکے لیے ایک وجہ
خاص پیدا کی یعنی وصیت کرنا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہ حضرت سرور کائنات نے وصی اور امام اول کو
وصیت فرما گئے تھے کہ وہ سواے صبر کے کچھ نہ کرین اور جو جو ظلم و ستم خلفا جور کرین اُن سب کی برداشت کرین
اور جو جو واقعے پیش آنیوالے تھے سب حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امیر سے کہہ چکے تھے اور ہر ایک واقعہ پر
صبر و تحمل کی وصیت کر گئے تھے تو پھر کیونکر ممکن تھا کہ وصی نبی کے حکم کے خلاف کرتا اور صبر کو چھوڑ
دیتے چنانچہ اس مضمون کو قاضی نور اللہ شوستری نے اپنے مصائب مین بیان کیا ہے جسکا ترجمہ فارسی ازالۃ الغین
مین مذکور ہے کہ اسکو ہم نقل کرتے ہین وہو ہذہ (و بعضے از جہال ایشان گفتہ اند کہ چہ گنجایش دارد کہ علی تسلیم
نکاح کند انبہ خود را بہ شنیکہ شما وصف کردید ما میگوئیم کہ این سخن جہل ست بہ وجود تدبیر و بیان آن نست
کہ چون رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصیت کرد علی را بانچہ محتاج بود در وقت وفات و معلوم او گردانید

جمیع انچه جاری خواهد شد از امر متولین و احدا بعد و احدِ پس علی گفت مرا چه امر میکنی آنحضرت فرمود صبر کن تا مردم رجوع کنند بسوی تو از روی طوع پس آن هنگام قتال کن با ناکثین و قاسطین و مارقین و با احدی از ثلثه منازعت مکن تا خود را بدست خود در تهلکه نیندازی و مردم از نفاق بشقاق بر گردند پس علی علیه السلام حافظ وصیت رسول خدا صلی الله علیه و آله وسلم بود بواسطۂ حفظ دین تا مردم به جاهلیت بر نه گردند و چون عمرؓ خواستگاری ام کلثوم نمود علی متفکر شد و گفت اگر مانع شوم او قصد قتل من خواهد کرد و اگر قصد قتل من کند ممانعت کنم او را از نفس خود بیرون روم از اطاعت رسول خدا صلی الله علیه و آله وسلم و مخالف وصیت او میکنم و خلل میشود در دین انچه مذکور میکرد از ان رسول خدا صلی الله علیه و آله وسلم پس تسلیم اینه درین حال اصلح بود از قتل او و بیرون رفتن از وصیت رسول خدا پس تفویض نمود امر او را بخدا و دانسته بود که انچه عمر غصب کرد از اموال مسلمانان و ارتکاب کرده از انکار حق او و قعود بجای رسول خدا صلی الله علیه و آله وسلم و تغیر احکام آلهی و تبدیل فرائض خدا چنانچه گذشت اعظم ست نزد حقتعالی و اقطع و اشنع است از اغتصاب این فرج پس تسلیم کرد و صبر نمود چنانچه رسول خدا صلی الله علیه و آله وسلم امر نموده بود) خلاصہ اسکا یہ ہے کہ حضرت امیر کو پیغمبر خدا نے وصیت کی تھی کہ تم خلفا ثلثہ کے عہد مین کچھ نہ کہنا اور نہ کچھ کرنا جو ظلم و ستم وہ چاہین کرین سر نہ ہلانا جو کچھ چاہین وہ غصب کر لین کچھ نہ بولنا اسیواسطے حضرت علی نے اصل معاملۂ امامت و خلافت مین کچھ دم نہ مارا اور سکوت کامل اختیار فرمایا حالانکہ عمر کے خلیفہ ہونے سے جو کچھ خرابیان ہوئین وہ ظاہر ہین پس خلافت کا غصب کرنا اور مسلمانون کے مال پر متصرف ہونا اور جناب امیر کو الگ کر کے خود پیغمبر خدا کی جگہ پر بیٹھنا خدا کے نزدیک بہت قبیح اور شنیع تھا بہ نسبت غصب کرنے فرج ام کلثوم کے پس جب ایسے بڑے قبیح اور شنیع معاملے مین یعنی غصب خلافت مین حضرت پیغمبر خدا کی وصیت کے سبب سے حضرت علی نے صبر کیا تو پھر ایک بیٹی کی شرمگاہ غصب کرنے پر صبر فرمایا تو کیا تعجب ہے اور اس تقریر لطیف کو لکھتے لکھتے قاضی نور اللہ شوستری مصائب النواصب مین اپنے حیا و شرم کے جوہر دکھلاتے ہین اور فرماتے ہین کہ دعوی کرنا خلافت کا جو عمر نے کیا اور بیٹھنا مسند رسول پر خدا کے نزدیک ہزار فرج کے غصب کرنے سے بھی زیادہ برا تھا چہ جاے فرج واحد کما ذکر ترجمتہ فی ازالۃ الغین (و انچه دعوی کرد از برای خود از امامت از روی ظلم و جور و تعدی و خلاف بر خدا و رسول خدا صلی الله علیه و آله وسلم و بدفع امامے که نصب کرده او را خدا و رسول خدا و استیلای او بر امور مسلمانان پس حکم به خلاف خدا و رسول اعظم ست نزد حقتعالی از اغتصاب هزار فرج از زنان مومنه چه جاے فرج واحد) اے مومنین باحیا اور اے شیعیان باصفا تمکو اپنی حیا اور صفا کی قسم ہے کہ قاضی نور اللہ شوستری کی اس تقریر لطیف کی لطافت دیکھو اور اسکے الفاظ اور مضامین کو سوچو کہ ائمۂ اطہار اور بنات

طیبات کی نسبت کیا کچھ فرمایا ہو اور نکاح ام کلثوم کو کن لفظوں سے تعبیر کیا ہو سبحان اللہ جناب سیدة النساء فاطمہ زہرا کی محبت کا دعویٰ بھی کرنا اور اُنکی بنات طاہرات پر ایسی تہمت بھی کرنا اور ایسی بے ادبی کے الفاظ انکی شان مین زبان سے نکالنا قریب ہے کہ زمین شق ہووے آسمان سے بجلی قہر کی گرے کہ کس موہنہ سے کسکی شان مین کیا کہتے ہیں اور یہ نہین سمجھتے کہ ام کلثوم اُس معصومہ کی بیٹی ہیں جسکی صورت کسی نے نہین دیکھی جسکی عفت کی عصمت نے قسم کھائی جب قیامت کے دن میدان محشر مین انکا گذر ہوگا تب منادی ندا کریگا کہ (غضوا ابصارکم) یعنی سب اپنی آنکھین بند کرلو کہ رسول کی بیٹی عفیفہ معصومہ گذرتی ہے کسی کی اُسپر نظر نہ پڑے غرضکہ جسکی ماں کی عصمت کی خدا کے نزدیک یہ قدر و منزلت ہووے اُسکے جگر گوشہ کی حضرات امامیہ ایسی فضیحت و رسوائی بیان کرین اور جو باتین ایک عامی کی نسبت کسی کی زبان سے نہ نکلین اُنکو ایسی جناب کی شان مین بیان کرین رہا عذر وصیت رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا کا یہ ایسا عذر ہے کہ نہ عقلاً لائق تسلیم ہے نہ نقلاً عقلاً اس لیے کہ پیغمبر خدا واسطے ہدایت خلق کے مبعوث ہوے تھے اُنکا کام تھا خود وہ کام کرنا جسمین لوگ گمراہی سے بچین اور اوروں سے خصوصاً اپنے جانشینون اور وصیون سے وہ کام کرانا جسمین خلق خدا ضلالت سے محفوظ رہے پس کیونکر عقل قبول کرے کہ پیغمبر خدا نے یہ وصیت حضرت امیر کو کی ہو کہ گو خلفاء ثلٰثہ خلافت غصب کرین اور تمھارا حق چھین لین اور لوگون کے مال پر متصرف ہو وین اور خدا کی کتاب مین تحریف کرین اور میری سنت کو بدلین اور تمھاری بیٹیون کو چھین لیجاوین مگر دم نہ مارنا اور چپ رہنا اور یہ سب جور و ستم اپنے نفس پر گوارا کرنا بھلا کسی کی سمجھ مین یہ بات آئیگی کہ پیغمبر خدا نے ایسا فرمایا ہو نعوذ باللہ منہ اس سے بڑھکر اور کیا تہمت پیغمبر خدا پر ہوگی رہا یہ عذر کہ یہ اس واسطے پیغمبر خدا نے فرمایا تھا کہ لوگ ظاہر اسلام نہ چھوڑ دین اور علانیہ کفر و شرک کرنے لگین تو یہ امر بھی عقل کے خلاف ہو اس لیے کہ اگر وہ لاکھون آدمی جنھون نے برسون پیغمبر خدا کی صحبت پائی ہو اور جنھون نے ابتداے اسلام سے اسکی ترقی کے وقت تک وقتاً فوقتاً ایمان قبول کیا ہو اور جنھون نے جہاد اور لڑائیون مین اپنی جان دینے مین دریغ نہ کیا ہو اور جنھون نے اپنی آنکھ سے ہزارہا معجزات دیکھے ہون اور جنکی شان مین خدا نے آیات فضیلت نازل کی ہون وہ سب کے سب الا قلیلا منہم ایسے منافق اور ناقص الایمان ہون کہ وہ صرف حضرت علی کے مقابلہ کرنے سے ساتھ خلفاء ثلٰثہ کے ظاہری اسلام کو بھی چھوڑ دین اور اپنے کفر اصلی کو ظاہر کر دین اور علانیہ مشرک ہو جاوین اور باوجودیکہ حضرت امیر حق پر ہون اور صرف مسلمانون کی جانون اور مالون کو اُنکے دست تعدی سے محفوظ رکھنے اور خدا کے دین کو تغیر و تبدل سے بچانے اور لوگون کے گمراہ نہونے کیواسطے وہ اُنکا مقابلہ اور اُنسے مقاتلہ کرین اور پھر بھی کوئی مسلمان

انکا ساتھ نہ دے بلکہ ساتھ دینا کیسا اسی مقدمہ مین حضرت علی کو چھوڑ دین اور ظاہری اسلام سے ہاتھ اُٹھاکر
بت پرستی اختیار کرلین تو ایسی جماعت کے ایمان اور اسلام سے کیا فائدہ تھا اور بلکہ اُنکا مسلمان رہنا اور
کافر ہو جانا برابر تھا تو پھر پیغمبر خدا علیہ التحیۃ والثنا کا وصیت فرمانا اور حضرت علی کو بخیال کافر ہونے اُن
لوگوں کے صبر پر تاکید کرنا کیا ضرور تھا اس لیے کہ جس امر کا اندیشہ تھا کہ لوگ ایمان و اسلام سے نہ پھر جاوین
وہ موجود ہی تھا اور وہ سب کے سب ایمان و اسلام سے ہاتھ اُٹھائے ہوے تھے ورنہ خیال کرنا چاہیے کہ اگر
حضرت علی اس بات پر کہ انکی خلافت خلفاء جور نے غصب کی اور لوگون کے مالون پر تصرف کیا اور سنت نبوی
کو تغیر دیا اور رسول کی نواسی کو غصب کر لے گئے اُن خلفاء سے مقابلہ کرتے اور اصحاب رسول سے مدد چاہتے
تو وہ بجاے مدد دینے کے کلمہ شہادت سے بھی منکر ہو جاتے اور خدا کی توحید اور رسول کی رسالت کا بھی انکار
کرنے لگتے تو پھر اُنکے اسلام کا لحاظ کیا ضرور تھا اگر ایسے دلی کافر ظاہری مسلمان ظاہر مین کلمہ گو رہتے تو کیا اور
بت پرست ہو جاتے تو کیا صرف اُنکے ظاہری اسلام کے لحاظ سے اس قدر ظلم و ستم اُٹھانا اور خدا کے دین کو
غارت ہونے دینا اور بیٹیونکو چھین لیجانے دینا کیا معنی اور ایسے لوگونکی خاطر وصیت کرنا پیغمبر خدا کا اور صبر و
تحمل پر ثابت قائم رہنے کی اپنے وصی کو تاکید کرنے سے کیا حاصل تھا۔ اے حضرات یہ معاملہ نکاح ام کلثوم کا ایسا
آسان نہین کہ (اول فرج غصبت منا) کہکر اسکو ٹال دو اور اسکو ایسی لوچ لچر بات نہین بہلا دو ذرا انصاف کرو کہ
اگر کسی شخص کا غلام یا خدمتگار یا ملازم جسنے چند ہی روز اپنے آقا کا نمک کھایا ہو وہ دیکھے کہ بعد مرنے اُس
آقا کے کوئی شخص اُسکے مال کو غصب کرتا ہے یا اُسکے خاندان کی کسی لڑکی کی عزت لیتا ہو بلکہ غصب
کرنا کسیکا عزت لینا کیسا وہ یہ سمجھے کہ ایسا ارادہ بھی رکھتا ہو تو اگر وہ نمک حلال ہوگا تو ضرور اپنی جان دینے
پر مستعد ہوگا اور اپنے جیتے جی اپنے آقا کی حرمت و عزت مین داغ نہ آنے دیگا پس کیا چار لاکھ اصحاب
رسول مین ایک بھی ایسا نہ تھا کہ وہ حضرت علی کا شریک ہوتا اور پیغمبر خدا کے خاندان کی عصمت عفت
بچاتا اصحاب رسول کو جانے دو اُن سب کو مرتد اور منافق سمجھو کیا بنی ہاشم میں بھی کوئی شخص نہ تھا جو
اپنی بیٹیونکی عزت بچاتا اور دست تعدی سے ایک منافق کے اُنکو محفوظ رکھتا شاید اسکا جواب حضرات
شیعہ یہ دینگے کہ پیغمبر خدا نے وصیت صبر کی کی تھی اور فرمادیا تھا کہ گو کوئی شخص کتنا ہی ظلم کرے اور
گو تمھاری لڑکیون کو غصب کر لیجاوے اور جو چاہے سو کرے مگر کوئی دم نہ مارنا تب ہم کہین گے کہ وہ
وصیت جنگ شام اور صفین مین کیون بھلا دی گئی اور کس لیے ہزارون آدمی کا خون کرایا تب شاید فرماوین
کہ اُس وصیت مین یہ بھی تھا کہ خلفاء ثلثہ کے زمانے مین کچھ نہ کرنا مگر معاویہ سے لڑنا تب ہم کہین گے کہ وصیت
پیغمبر خدا کی کیا ٹھہری مرزا دبیر اور میر انیس کا مرثیہ ٹھہرا کہ جو مضمون اُنکے ذہن مین آیا اُسیوقت ایک بند ایت اپنی

طرف سے جھوٹی سچی بنالی اور اپنی شاعری دکھلا دی آخر اس وصیت کا کچھ سبب کوئی وجہ بھی ہے یا نہین اگر یہ
وجہ ہو کہ نوبت خونریزی کی نہ پہنچے تو جنگ معاویہ مین وہ وجہ موجود تھی کہ ہزارہا آدمی کے قتل کی نوبت آئی اور
اگر یہ سبب ہو کہ کوئی اصحاب مین سے شریک ہوگا ناحق علی کی جان جاوے گی تو اُسکا حال جنگ معاویہ مین کھل گیا
کہ تمام مہاجرین اور انصار اور اہل حل وعقد اور بزرگان دین حضرت علی کے ساتھ تھے اور ہزارون انکی جماعت
مین شہید ہوے تو کیا وہ لوگ جنھون نے حضرت علی کو پیچھے مدد دی پہلے مدد نہ دیتے اور جس طرح معاویہ کے
ساتھ لڑے اُس طرح خلفا کے ساتھ نہ لڑتے پس صاف ظاہر ہے کہ یہ وصیت کا مضمون صرف بنایا ہوا ہے
اور ناحق تہمت رسول خدا علیہ التحیۃ والثنا پر ہے اگر شک ہو تو ہم اسکو نقلاً بھی ثابت کرتے ہین + پوشیدہ
نہ رہے کہ قطع نظر دلائل عقلی کے جس سے بطلان اس وصیت کا ثابت ہوتا ہے اگر ہم احادیث واخبار پر
کتب شیعہ کے غور کرتے ہین تو اُس سے بھی غلط ہونا اسکا معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ ماحصل وصیت کا یہ ہے
کہ حضرت علی خلفاء ثلثہ کے زمانے مین صبر وتحمل کرین اور اُنکے کسی ظلم وستم پر کچھ نہ بولین پس اگر حضرت علی
اُنکے زمانے مین صابر اور شاکر رہے ہون اور اُنکے ساتھ سختی اور درشتی کے ساتھ پیش نہ آئے ہون اور
انکا مقابلہ نکیا ہو تو بیشک ہم بھی تسلیم کر سکتے ہین کہ شاید ایسی وصیت ہوئی ہو لیکن اگر یہ امر ثابت ہو جاے
کہ حضرت علی نے اپنے جلال وقہر کو کام فرمایا اور خلفاء ثلثہ سے بہ سختی پیش آئے اور اُنسے مقابلہ کیا اور
اُنکو ہر طرح پر ڈرایا اور اُنکے قتل پر آمادہ ہوے تو کیونکر ہم قبول کرین کہ پیغمبر خدا نے وصیت کی تھی اس لیے
کہ اگر وصیت کرتے تو ضرور حضرت علی اُسپر عمل کرتے اور کسی امر مین چون وچرا نفرماتے لیکن چھوٹی چھوٹی
باتون مین تو حضرت امیر اُنکا مقابلہ کرین اور مرنے مارنے پر مستعد ہو جاوین اور وصیت نبوی کو بھلا دین
اور ایسے بڑے معاملے مین مثل غصب ام کلثوم کے صبر وتحمل کرین اور وصیت پر عمل فرماوین یہ امر ہماری
ناقص فہم کی سمجھ سے باہر ہے اس دقیق مضمون کو حضرات شیعہ ہی سمجھتے ہونگے + اب ہم چند احادیث واخبار
کتب معتبرہ شیعہ کے نقل کرتے ہین جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی ذرا ذرا سی بات پر مقابلہ خلفا کا کرتے اور
اور اُنکے قتل پر مستعد ہوتے تھے + (پہلی روایت) کشف الغمہ مین محمد بن خالد سے ایک روایت لکھی ہے جسکا مضمون
یہ ہے کہ ایک روز حضرت عمر نے اثنا خطبے مین لوگون سے کہا کہ اگر مین چاہون کہ تمکو معلومات دینیہ اور معتقدات
یقینیہ اور احکام شرعیہ محمدیہ سے پھیر دون اور یہ کہون کہ اسکو چھوڑ کر اُن قاعدون پر چلو جو جاہلیت کے زمانے
مین تھے تو تم میری اطاعت کروگے یا نہین کسی نے کچھ جواب نہ دیا جب تین مرتبہ اسی طرح پر حضرت عمر نے پوچھا
تو حضرت علی نے فرمایا کہ اگر یہ حالت تمھاری ہم دیکھین اور تمکو خدا کے دین سے پھرا ہوا پاوین تو دوسرا
نائب اپنا ہم طلب کرین اور اگر تم توبہ کرو تو تمھاری توبہ قبول کرین اگر توبہ نکرو تو ہم تمھاری گردن مارین

حضرت عمر نے یہ سنکر کہا کہ الحمد للہ کہ ہمارے دین مین ابھی ایسے آدمی ہین کہ اگر مین منحرف ہوجاؤن تو وہ مجھے راہ راست پر لاسکتے ہین فقط پس جب حضرت علی حضرت عمر کے پوچھنے پر ایسا سخت جواب دین اور اُنکے قتل کرنے اور گردن مارنے پر اپنی مستعدی ظاہر کرین تو اگر حقیقت مین حضرت عمر دین سے پھر جاتے اور احکام شرعیۂ محمدیہ کو بدل دیتے تو حضرت علی اپنے قول کو پورا کرتے اور ضرور اُنکو مار ہی ڈالتے پس حضرت علی سے مستعد کیونکر حضرت عمر کو اپنی بیٹی لیجانے دیتے اور کچھ چون وچرا نکرتے اصل ترجمہ بلفظہ اس حدیث کا یہ ہی (روایت ست از محمد بن خالد الضبی کہ روزے عمر بن خطاب در اثنار خطبہ از حاضران سوال کرد کہ اگر من خود ہم کہ شمارا از معلومات دینیہ و معتقدات یقینیۂ احکام شرعیۂ محمدیہ صرف نمایم و گویم کہ از معتقدات برگردید و رجوع نمائید بقواعد کہ در زمان جاہلیت بود شما با من چہ خواہید کرد آیا تابع من دران خواہید شد یا مخالف من مردمان ہمہ خاموش شدند و ہیچکس جواب نگفت عمر دیگر بار ہمین سخن را اعادہ کرد از ہیچکس جوابی نشنید پس دیگر بار ہمین مقالہ اعادہ کرد شاہ ولایت فرمود کہ ہرگاہ از تو این حالت مشاہدہ گردد و ترا از دین مصطفی منحرف یابیم نایب دیگر طلب کنیم و اگر توبہ کنی توبۂ ترا قبول کنیم و اگر نکنی ترا گردن زنیم عمر چون این سخن از شاہ اولیا شنید گفت کہ در دین ما مردان ہستند کہ اگر منحرف شویم ما را بطریق مستقیم مقیم و ثابت دارند) انتہے بلفظہ (دوسری روایت) ملا باقر مجلسی نے حیوۃ القلوب مین ایک حدیث طویل نقل کی ہی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ عمر فاروق کے دلمین اسقدر خوف اور ہیبت شاہ مردان کی تھی کہ بمجرد دیکھنے کے لرزہ آجاتا تھا چنانچہ بعد لکھنے ایک قصۂ طول طویل کے اس مضمون کو ان لفظون سے ادا کیا ہی (علی بن ابراہیم از ابوذر ثلمثہ روایت کردہ است کہ گفت روزی با عمر بن خطاب براہی میرفتم ناگاہ اضطرابے درراہ یافتم و صدای از سینۂ او شنیدہ شد مانند کسی کہ از ترس مدہوش شود گفتم چہ میشود ترا ای عمر گفت مگر نہ بینی شیر بیشۂ شجاعت را و معدن کرم و فتوت را و کشندۂ طاغیان و باغیان و زنندۂ شمشیر را علمدار صاحب تدبیر را چون نظر کردم علی بن ابی طالب را دیدم (الی قولہ) تا این ساعت ترس او از دل من بدر نرفتہ ست و ہرگاہ کہ او را می بینم چنین ہراسان میشوم) فقط پس اب اس حدیث سے زیادہ اور کیا سند چاہیے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر حضرت علی کی صورت دیکھنے سے ڈر جاتے تھے اور اُنکے بدن پر ہیبت سے لرزہ ہونے لگتا تھا اور بہت دیر تک ہوش و حواس اُنکے درست نہوتے تھے پس جب کہ حضرت علی کے دیکھنے سے یہ حال حضرت عمر کا ہوتا ہو اور اُنکے ہوش و حواس انکی صورت دیکھنے سے جاتے رہتے ہون تو کیونکر قیاس مین آوے کہ پھر اُنکی بیٹی سے بجبر نکاح کرلیا ہو شاید حضرات شیعہ یہ فرماوین کہ اُسوقت حضرت علی کا جلال جاتا رہا تھا بلکہ معاملہ برعکس ہوگیا تھا (تیسری روایت) جناب مولوی سید دلدار علی صاحب قبلہ عماد الاسلام

مین لکھتے ہین کہ کتب امامیہ مین لکھا ہوا ہے کہ حقتعالی نے اپنے پیغمبر کو حکم کیا کہ سب کے دروازے مسجد سے بند
کرین سواے اپنے اور علی کے دروازے کے بعد چند روز کے حضرت عباس نے عرض کی کہ میرے لیے بھی
خدا سے عرض کیجیے کہ میرا دروازہ کھولا جاوے آپ نے کہا ممکن نہین تب حضرت عباس نے کہا کہ ایک
میزاب ہی کے لیے دعا کیجیے حضرت خاموش ہوے اور خدا نے حضرت عباس کی درخواست ثانی کو منظور کیا
پس حضرت خود اٹھے اور حسب خواہش حضرت عباس کے سقف خانہ پر پرنالہ نصب کیا چنانچہ وہ پرنالہ تین برس
تک زمانہ خلافت عمر مین قائم تھا ایک روز اُس پرنالے کا پانی بہتا تھا کہ عمر کے کپڑون پر گرا اُنھون نے حکم دیا
کہ یہ پرنالہ اُکھاڑ دیا جائے چنانچہ وہ اُکھاڑ دیا گیا اور عمر نے غیظ و غضب مین آکر کہا کہ اگر کوئی اسکو پھر لگائیگا تو مین اُسکی
گردن مارونگا حضرت عباس اپنے لڑکون پر تکیہ کرکے اُسی شدت مرض مین حضرت امیر کے پاس فریادی آئے اور کہا
کہ مین دو آنکھین رکھتا تھا ایک تو جاتی رہی یعنی پیغمبر خدا دوسری باقی ہے یعنی علی بن ابیطالب مین نہ جانتا تھا کہ
تمھارے جیتے جی مجھپر یہ مصیبت ہوگی حضرت امیر نے فرمایا کہ تم اپنے گھر مین آرام سے بیٹھو دیکھو مین کیا کرتا ہون
(ثم نادے یا قنبر علے بذی الفقار فتقلدہ ثم خرج الی المسجد والناس حولہ قال یا قنبر اصعد ورد المیزاب الی مکانہ
فصعد قنبر فردہ الی موضعہ قال علی وحق صاحب ہذا القبر والمنبر لئن قلعہ قالع لاضربن عنقہ وعنق الآمر لہ بذلک
ولاصلبنہما فی الشمس حتی ینفذ وافبلغ ذلک عمر بن الخطاب فنہض ودخل المسجد ونظر الی المیزاب وہو فی موضعہ فقال
لا یغضب احد ابا الحسن فیما فعلہ وتکفر عنہ عن الیمین فلما کان من الغداۃ مضے علی بن ابیطالب الی عمہ العباس
فقال لہ کیف اصبحت یا عم قال بافضل النعم ما دمت لی یا ابن اخی فقال لہ یا عم طب نفسک وقر عینا فواللہ
لو خاصمنی اہل الارض فی المیزاب لخصمتہم ثم لقتلتہم بحول اللہ وقوتہ ولا ینالک ضیم ولا غم فقام العباس فقبل بین عینیہ
وقال یا ابن اخی ما خاب من انت ناصرہ فکان ہذا فعل عمر بالعباس عم رسول اللہ وقد قال فی غیر موطن وصیتہ
منہ فی عمہ ان عمی العباس بقیۃ الآباء والاجداد فاحفظونی فیہ کل فی کنفی وانا فی کنف عمی العباس فمن
اذاہ فقد اذانی ومن عاداہ فقد عادانی فسلمہ سلمی وحربہ حربی وقد اذاہ عمر فی ثلث مواطن ظاہرۃ غیر
خفیۃ منہا قصۃ المیزاب ولولا خوفہ من علی علیہ السلام لم یترکہ علی حالہ) انتہی بلفظہ پس حضرت امیر نے
قنبر کو آواز دی اور کہا کہ میری ذوالفقار لانا چنانچہ وہ ذوالفقار لایا اور حضرت علی نے اُسکو حمائل کیا اور
ہمراہ آدمیون کے مسجد مین آئے اور قنبر سے کہا کہ پرنالے کو جہان تھا وہان لگا دے چنانچہ قنبر نے
لگا دیا بعد اسکے حضرت امیر نے فرمایا کہ قسم ہے مجھکو صاحب قبر و منبر کی کہ اگر کسی نے اِس پرنالے کو کھیڑا
تو مین اُسکی گردن مارونگا یہ خبر عمر کو پہونچی تب وہ مسجد مین آئے اور پرنالے کو اپنی جگہ پر دیکھا اور
کہا کہ کوئی ابو الحسن یعنی امیر کو غضب مین نلاوے وقت صبح کے حضرت امیر نے حضرت عباس سے

پوچھا کہ کہیے کیا ہوا حضرت عباس نے کہا کہ جب تک تم زندہ ہو چین و آرام سے گذرتی ہے حضرت امیر نے فرمایا کہ قسم ہے خدا کی کہ اگر تمام اہل زمین مجھ سے بخصومت پیش آوین مین سب کو قتل کر دون فقط اس روایت کو مطاعن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مین لکھکر مجتہد صاحب فرماتے ہین کہ اگر عمر کو علی کا خوف نہوتا تو کبھی پرنالے کو اپنی جگہہ پر لگانے نہ دیتے + غرضکہ جب ایک خفیف بات یعنی پرنالے کے لگانے پر جناب امیر اسقدر غیظ و غضب مین آجاوین اور قنبر سے ذوالفقار منگاکر مسجد مین آوین اور اپنے سامنے کھڑے ہو کر پرنالہ نصب کرا دین اور باوجودیکہ حضرت عمر کو تین برس گذر چکے تھے اور اُنکی خلافت کا زمانہ شباب پر تھا اور پھر بھی انسے نہ ڈرین اور اُنکے قتل کرنے پر مستعد ہو جاوین بلکہ تمام دنیا کے قتل کا بحالت مخالفت دعوی کرین تو کیونکر قیاس قبول کرے کہ پیغمبر خدا نے اُنکو وصیت صبر کی ہوگی اگر واقعی حضرت نے وصیت کی ہوتی تو اس واقعہ میزاب مین جناب امیر کیون اسکو بھول جاتے اور کس لیے ذوالفقار لیکر باہر آتے اور اگر حضرت علی سے حضرت عمر ڈرتے نہوتے تو کیون وہ چپ ہو جاتے اور کس لیے اُنکے لگائے ہوئے میزاب کو اکھڑوا نہ دیتے عجب حال ہے حضرات شیعہ کا کہ کبھی تو حضرت علی کو ایسا شیر دلیر بنا دیتے ہین کہ ذرا ذراسی بات پر اُنکے قہر و جلال کے قصے بیان کرتے ہین اور خفیف خفیف معاملات مین اُنکا قتل و قتال پر مستعد ہو جانا ثابت کرتے ہین اور کبھی اُنکو ایسا خائف اور کمزور کر دیتے ہین کہ بڑے بڑے معاملات مین اُنکو صابر و شاکر کہتے ہین کیا حضرات شیعہ کے نزدیک حضرت ام کلثوم کا غصب ہونا حضرت عباس کے سقف خانہ کے میزاب کے برابر بھی نہ تھا کہ اُسپر تو اسقدر غیظ و غضب ہووے اور اسپر صبر و سکوت کیا جاوے کاش جناب امیر میزاب کے معاملے مین سکوت فرماتے اور حضرت ام کلثوم کے معاملے مین اپنے جلال و قہر کو ظاہر کرتے اور قنبر سے ذوالفقار لیکر باہر آتے اور عمر کے قتل کرنے اور گردن مارنے پر مستعد ہوتے تو یہ قہر و غضب بجاے خود ہوتا + معلوم نہین کہ حضرات شیعہ اس نکاح کو قبل از واقعہ میزاب کے روایت کرتے ہین یا بعد اُسکے اگر نکاح قبل از واقعہ میزاب تھا تو حضرت عباس کا جناب امیر کے پاس معاملہ میزاب مین فریاد کو آنا بعید از قیاس ہے اس لیے کہ حضرت عباس خوب جانتے تھے کہ حضرت عمر کے ڈر سے اُنھون نے اپنی بیٹی کو دیدیا اور کچھ نہ بولے تو کیونکر حضرت عباس پھر اپنے میزاب کے معاملے مین اُنکے پاس فریاد کو جاتے کیونکہ جب جناب امیر لڑکی کے معاملے مین نہ بولے اور صبر کیا تو پھر ایسے خفیف معاملے مین کیا بولتے اور اگر یہ نکاح بعد از واقعہ میزاب ہوا تو جب حضرت عباس حضرت علی کو سمجھانے گئے تھے کہ عمر آمادہ فساد ہے تم نکاح ہونے دو ورنہ وہ تمکو تکلیف دیگا تب اگر حضرت عباس اس قصے کو بھول گئے تھے تو جناب امیر یاد دلاتے کہ چچا تمکو یاد نہین ہے کہ تمھارے میزاب کے معاملے مین مینے کیا کیا اور

عمر کو کیسا ڈرا دیا پس کیونکر ایسے بڑے معاملے مین اُس سے ڈر جاوٗن اور اُسیوقت قنبر سے تلوار منگا کر عمر
کے پاس آتے اور اُنکو میزاب کے معاملے کیطرح ڈرا دیتے اگر ایسا کرتے تو پھر کیا مجال عمر کی تھی کہ وہ کچھ
بولتے غرضکہ اب تو حضرات شیعہ ان روایات کو دیکھین اور صبر یا وصیت کا نام زبان پر نہ لاوین اس لیے
کہ ان روایات سے انکا ابطال ایسا نہین ہوا ہے کہ کسیکو کچھ کہنے کی گنجایش رہی ہو ۔ (تیسری تاویل تقیہ)
اگرچہ جو کچھ ہمنے صبر اور وصیت کی تاویل مین بیان کیا اُسکا بھی بطلان بخوبی ہو گیا لیکن خاص
اس لفظ سے ہم کچھ بحث کرتے ہین ۔ بعض علماء شیعہ نے فرمایا ہے کہ حضرت امیر کو حکم تقیہ کرنے کا
تھا اس لیے وہ معذور و مجبور تھے اور نکاح کر دینے مین وہ بجا آوری فرمان آلٰہی کی کرتے تھے
اور امتثال امر آلٰہی مقتضی اجر ہے چنانچہ اسی مضمون کو بابین الفاظ صاحب نزہۃ اثنا عشریہ نے بجواب
تحفہ کے ادا کیا ہے (قائلین بہ تقیہ میگویند کہ شارع فعلے راکہ بطریق تقیہ واقع شود مقام مامور بہ قرار دادہ پس
در بجا آوردن آن امتثال امر آلٰہی است و این معنی مقتضی اجر ست) اور اسی طرح پر سید مرتضیٰ ملقب بہ علم
الہدیٰ اور ابن مطہر حلی نے بھی فرمایا ہی کہ یہ تقیہ اُس سے زیادہ نہین ہی جو کہ درباب امامت کے جناب امیر نے
کیا اور صاحب نزہہ کی یہ عبارت بعینہ ترجمہ مصائب النواصب کے اعتراض چہارم کا ہی غرضکہ ان روایات
سے یہ امر ثابت ہی کہ جناب امیر نے تقیے کے سبب سے نکاح کرا دیا اور چونکہ حضرت امیر مامور بہ تقیہ تھے اس لیے
اس نکاح مین مستحق اجر ہوے لیکن تاویل تقیے کی باطل ہی چند وجوہ سے ۔ (وجہ اوّل) تقیہ خود تہمت
حضرات شیعہ کی ہے اہل بیت کرام پر اور کبھی کسی امام نے نہ تقیہ کیا نہ وہ مامور بتقیہ تھے کہ اسکو
ہم بحث تقیے مین ثابت کرین گے انشاء اللہ تعالیٰ ۔ (وجہ دوم) تقیہ کرنے کے دو سبب خیال
مین آتے ہین یا خوف جان یا خوف عزت عزت تو اس نکاح کے کر دینے سے جاتی ہی رہی پس اسکا
خوف تو باقی ہی نہ رہا جسکے لیے حاجت تقیہ کی ہوتی رہا خوف جان اُسکے سبب سے جناب امیر مامور
بتقیہ نہ تھے کہ اسکو علماء شیعہ نے خود تسلیم کیا ہے جیسا کہ تقلیب المکائد مین علامہ کنتوری لکھتے ہین کہ ۔
(شیعیان ہرگز نمیگویند کہ حضرت امیر المومنین بسبب خوف ہلاکت جان خود ترک قتل و قتال ابو بکر کردہ
بود بلکہ میگویند کہ حضرت امیر المومنین ہیچیک از فرائض و واجبات را ترک نکردہ و تقیہ بجہت خوف ہلاکت
جان خود نبود بلکہ بجہت خوف ہتک عرض و ناموس بود) (وجہ سوم) اگر ہم تسلیم کرین کہ حضرت علی
کو خوف جان کا تھا تو خود حضرات شیعہ اسکو قبول نہ کرینگے اس لیے کہ انکے مذہبی روایات سے
ثابت ہوتا ہے کہ کئی دفعہ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہما نے حضرت
امیر کے قتل کا ارادہ کیا تھا لیکن وہ بسبب شجاعت حضرت امیر کے پورا نہوا جیسا کہ ملا باقر مجلسی

حق الیقین مین لکھتے ہین کہ جب حضرت علی نے معاملۂ فدک مین ابوبکر و عمر کو بہت سخت و سُست
کہا اور اُنسے معارضہ کیا تب ابوبکر نے عمر کو بلایا اور کہا کہ تمنے دیکھا کہ آج علی نے کیا کیا اگر ایک دفعہ اور
ایسا ہی وہ کرینگے تو ہمارے سب کام درہم برہم ہوجاوینگے یہ سنکر عمر نے کہا کہ میری صلاح یہ ہے کہ
علی قتل کر دیے جاوین اور اس خدمت پر خالد بن الولید کو متعین کیا اور صبح کی نماز کا وقت اُنکے قتل
کا مقرر ہوا چنانچہ جب صبح کی نماز کو حضرت علی مسجد مین آئے اور براہ تقیہ ابوبکر کے پیچھے نماز کو کھڑے ہوئے
اور خالد تلوار باندھکر حضرت علی کے برابر کھڑے ہوئے مگر جب کہ ابوبکر تشہد کے لیے بیٹھے تب اُنکو ندامت
ہوئی اور فتنہ و فساد سے ڈرے اور شدت اور سطوت اور شجاعت حضرت امیر کی اُنکو معلوم تھی تب ایسا
خوف ابوبکر پر غالب ہوا کہ نماز ختم نہ کرسکے بار بار تشہد پڑھتین اور خوف کے مارے سلام نہ پھیرین،
آخر خالد سے کہا کہ جو کچھ مینے تمسے کہا ہے وہ نہ کرنا چنانچہ بعد نماز کے حضرت علی نے خالد سے پوچھا
کہ تمسے ابوبکر نے کیا کہا تھا اُنھون نے کہا کہ تمھارے قتل کو کہا تھا اور اگر وہ مجھے منع نہ کرتے تو ضرور
مین تمکو مار ڈالتا کہ حضرت علی نے غصے مین آکر خالد کو پکڑا اور زمین پر دے مارا جب عمر چلانے لگے اور
لوگ جمع ہوگئے تب حضرت امیر نے خالد کو تو چھوڑ دیا اور گریبان عمر کا پکڑا اور کہا کہ اگر وصیت رسول خدا
کی اور تقدیر الٰہی نہوتی تو تم اسوقت دیکھتے کہ کون ضعیف ہے ہم یا تم اور ایک روایت مین یہ ہے کہ
حضرت امیر نے خالد کو ایک انگلی پر اُٹھا لیا اور ایسا دبایا کہ اُسکی جان نکلنے کے قریب ہوگئی اور خالد نے پاخانہ
پھر دیا اور پانون مین رعشہ پڑگیا اور بات زبان سے نہ نکل سکی اور جو کوئی نزدیک جاتا کہ خالد کو چھڑاوے
اُسکی طرف شیر خدا ایسی غضب کی نگاہ سے دیکھتے کہ وہ ڈر کے مارے لوٹ جاتا کہ آخر حضرت عباس آئے
اور اُنھون نے قسم دیکر خالد کو چھڑایا فقط اے حضرات شیعہ اس روایت کو دیکھو اور شیر خدا وصی رسول
کی شجاعت اور مردانگی پر خیال کرو اور پھر معاملۂ نکاح ام کلثوم پر نظر کرو اور سوچو کہ اگر نکاح بجبر و اکراہ ہوتا
اور حضرت امیر کو منظور نہوتا تو عمر کی یا کسی شخص کی مجال تھی کہ وہ جناب امیر کو ڈرا کر انکی بیٹی لے لیتا اور
حضرت علی قتل کے خوف سے کچھ نہ کہتے اگر حضرت امیر کو حضرت عمر نے خوف دلایا تھا اور اُنکے مارنے
کی دھمکی دی تھی تو کیون حضرت علی خاموش ہوگئے اور کس لیے عمر کو ایک انگلی پر اٹھا کر زمین پر نہ دے مارا
اور اگر کوئی امر مانع ہوا تھا تو کیون اُسکی طرف غضب کی نگاہ سے نہ دیکھا ہم اگر اس روایت کو
ملا باقر مجلسی کی قبول کرین تو پھر کبھی ہمارے ذہن مین یہ بات نہین آسکتی کہ حضرت علی ام کلثوم
کے نکاح مین ایسے خوف زدہ اور مضطر ہو جاوین کہ کچھ نہ فرماوین اور اپنی معصومہ بیٹی کا غصب ہونا
پسند کرین اگر اس روایت پر بھی خاطر جمع نہو تو ہم دوسری سند شجاعت علی مرتضیٰ شیر خدا کی بیان

۵؎ اصل عبارت بحث تقیہ مین نقل ہوگی ۱۲ منہ

کرتے ہین کہ ملا باقر مجلسی حق الیقین مین لکھتے ہین کہ (بعد از غصب فدک حضرت امیرالمومنین بہ ابوبکر نامہ نوشت در نہایت شدت وحدت وتہدید ووعید بسیار وران درج نمود چون ابوبکر نامہ را خواند بسیار ترسید وخواست کہ فدک را وخلافت را ہر دو رد کند) پس اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کی ایک خفگی کے خط سے حضرت ابوبکر صدیق ایسا ڈر گئے کہ فدک اور خلافت چھوڑنے پر مستعد ہوے تو حضرت علی کو کون مانع تھا کہ حضرت ام کلثوم کے معاملے مین بھی حضرت عمر کو ایک نامہ لکھتے اور اپنی شجاعت اور مردانگی کی یاد دلاتے اور جو تہور اور سطوت پہلے حضرت نے ظاہر کی تھی اُسکا ذکر کر کے ڈرلاتے حالانکہ یہ بھی کسی روایت سے شیعون کے ثابت نہین ہوتا کہ حضرت علی نے کوئی خط لکھا ہو یا حضرت عمر کو ڈرایا ہو اگر اور کچھ نہ ہوتا تو حجت تو تمام ہو جاتی لیکن جناب امیر کے سکوت اور خاموشی کا سبب ایسے نازک معاملے مین ہماری سمجھ مین نہین آتا اور تقیہ کرنے کی کوئی وجہ ایسے بڑے عظیم امر مین ہمکو معلوم نہین ہوتی شاید اس معاملے مین کوئی سر اسرار امامت سے ایسا ہوگا جو ہماری سمجھ مین نہین آسکتا اس لیے کہ اسرار امامت کو سوائے ملک مقرب اور پیغمبر مرسل کے اور مومن کامل کے دوسرا سمجھ ہی نہین سکتا ہو جیسا کہ ملا باقر مجلسی حق الیقین مین لکھتے ہین کہ (غائب احوال وخفایای اسرار ایشان از خلق بمیدانند وتاب شنیدن آنہا ندارد مگر ملک مقربے یا پیغمبر مرسلے یا مومن کاملی کہ حقتعالی دل او را امتحان کردہ باشد وبنور ایمان منور گردانیدہ باشد) مجھے اس مقام پر ایک حدیث امام محمد باقر علیہ السلام کی یاد آتی ہو جو کہ کلینی نے بسند معتبر لکھی ہو کہ امام کی دس نشانیان ہین منجملہ اُن نشانیون کے نشانی منہم مین وہ لکھتے ہین کہ جو فضلہ امام سے جدا ہوتا ہو اس سے مشک کی بو آتی ہو اور زمین کو خدا نے موکل کر دیا ہو کہ وہ اُس فضلے کو نگل جاتی ہے فقط پس نہایت تعجب ہو حضرات شیعہ سے کہ باوجودیکہ امام کے فضلے کی نسبت تو یہ اعتقاد کرین کہ اُسکو زمین نگل جاتی ہو اور اُسمین بدبو نہین ہوتی بلکہ مشک کی بو اُس سے آتی ہو اور پھر اُسی امام کے جگر کے پارہ اور بدن کے ٹکڑے کی نسبت یہ کہین کہ اُسکو ایک غاصب نے غصب کر لیا اے حضرات شیعہ ذرا تو سوچو کہ فضلہ امام کا کس لیے زمین کو سپرد ہوا اور خدا نے کیون اُسمین مشک کی خوشبو رکھی اسواسطے کہ فضلہ ایک نجس اور ناپاک چیز ہے اگر وہ زمین پر رہیگا کیڑے پڑینگے بدبو پھیلیگی لوگ دیکھ کر نفرت کرینگے اور چونکہ اُسکو ایک تعلق امام سے ہو گو وہ تعلق نہایت تعلقات بعیدہ سے ہے اس لیے خدا نے امام کی فضیلت ظاہر کرنے کے لئے فضلے کو زمین کے سپرد کیا کہ وہ نگل جاوے تو کیا حضرت ام کلثوم جو حضرت سیدۃ النسا کی ایک جزو تھین اور حضرت علی کے جسم کی ایک ٹکڑا تھین خدا کے نزدیک ایسی بے قدر تھین کہ خدا نے اُنکی کچھ بھی حفاظت نہ کی اور انکو ایک غاصب کے پنجے سے نہ بچایا کیا انکو کچھ بھی نسبت حضرت علی سے نہ تھی اور کیا انکو کچھ بھی تعلق سیدہ پاک سے نہ تھا اور کیا ائی ایسی بے عزتی سے کچھ لوث دامن پاک پر

جناب امیر کے نہ آماتا تھا اور کیا اُنکے غصب سے کوئی داغ ائمۂ اطہار کی شان مین نہ لگتا تھا اے بھائیو ذرا سوچو
اور شرماؤ اور انصاف کو دخل دو کہ سواے اسکے کہ تم اقرار کرو کہ حضرت عمر صلاحیت زوجیت کی رکھتے تھے اور
کسیطرح پر یہ الزام رفع ہو سکتا ہے یا نہیں ۔ (چوتھا قول) جب کہ حضرات شیعہ سنے دیکھا کہ نہ تاویل صبر کی
درست ہوتی ہے نہ وصیت اور تقیہ کی توجیہ سے کچھ مطلب حاصل ہوتا ہے اس لیے بعضون نے ان سب کو
چھوڑ کر اور ہی دعوی کیا اور صحبت اور ہم بستری سے انکار کیا چنانچہ صاحب سیف صارم فرماتے ہیں (کہ
اگرچہ در حقیقت قربت معصومہ طاہرہ یعنی وقوع اتصال مواصلت جو کہ ظاہر مین غایت مناکحت ہی بموجب اقرار
شیخ فانی اور ہم بسبب صغیرہ ہونے معصومہ کے ممتنع الوجود یقینی تھا اور باعتبار ظاہر کے بھی اور باعتبار باطن
کے از روے علم باطنی کے بھی حضرت مولی پر ہویدا تھا) اور پھر بعد چند اوراق کے مولف مذکور لکھتے ہین
کہ (مواعظ حسینہ جناب غفران مآب وغیرہا کتب حقہ مین جو اہل ایمان تصریح دیکھا چاہین تو وہان رجوع کر سکتے
ہیں صاف واضح ہوگا کہ وصیت وقربت زن وشوہی ہرگز نہین وقوع مین آئی بلکہ بطریقہ اہل بیت طاہر
روایات صحیحہ مخبر ہین اس بات کے کہ ظاہر مین یہ رنج وصعوبت بیشک مولاے مومنین نے اپنے سر لیا لیکن حقیقت
مین قربت و مواصلت با معصومہ ہرگز وقوع مین نہین آئی بلکہ از راہ اعجاز بہ عنایت کریم کارساز ایک جنیہ
مشکلہ بشکل جناب معصومہ حوالہ کی گئین اور جناب معصومہ تا حیات شیخ فانی نظر سے لوگون کے غائب کی
گئین وزید التصریح فی المبسوطات) انتہی بلفظہ جو کہ مولف سیف صارم نے بعد اس عبارت کے بڑی بڑی
کتابون پر حوالہ دیا ہے اس سے مشتاقین کو اشتیاق اُنکے دیکھنے کا بھی پیدا ہوگا تا کہ معلوم ہووے کہ اُنکے
بڑون نے کیا نکات و اسرار لکھے ہین اس لیے مین اُنکے علماء اعلام کے قول کو بھی نقل کرتا ہون اور سامعین
کے لیے حالت منتظرہ باقی نہین رکھتا ہون واضح ہو کہ قطب الاقطاب راوندی مولف خرائج جرائح نے یہ دعوی
کیا ہے اور جناب مولوی دلدار علی صاحب قبلہ نے مواعظ حسینہ مین اسکو ان لفظون سے بیان فرمایا ہے گفت
عرض نمودم بخدمت حضرت صادق علیہ السلام کہ نحوالفیس بہ ما حجت می آرند و میگویند کہ چرا علی دختر خود را بخلیفہ
ثانی داد پس حضرت صلوات اللہ علیہ کہ تکیہ کردہ نشستہ بودند درست نشستہ فرمودند کہ آیا چنین حرفہا می
گویند بدرستیکہ قومیکہ چنین زعم میکنند راہ نیابند بسوا السبیل سبحان اللہ حضرت امیر را این قدر قدرت نبود
کہ حائل شود میان خلیفہ و دختر خود دروغ میگویند کہ ہرگز چنین نبود بدرستیکہ چون خلیفہ ثانی پیغام عقد را
بحضرت امیر داد حضرت انکار نمودند پس خلیفہ ثانی بعباس گفت کہ اگر دختر علی را بمن عقد نمیکنی سقایت و زمزم
از دست تو میگیرم پس عباس بخدمت حضرت امیر آمدہ حقیقت حال را گفت حضرت انکار نمودند چون عباس ابرام
نمود حضرت امیر با جنیہ از خود اشارہ نمود کہ از اہل نجران ... بود ... ام کلثوم متمثل گردیدہ

وحضرت امیر ام کلثوم را باعجاز خود از نظرہا مستور گردانیدند پس تا مدت دراز جنیہ پیش او ماند تا اینکہ یک روز بسبب بعضے از قرائن دریافت نمود کہ زن او ام کلثوم نیست بلکہ از بنی آدم ہم نیست گفت ندیدہ ام ساحر تر از بنی ہاشم کسی را او چون خواست کہ این امر را اظہار نماید خود کشتہ شد پس جنیہ بخانہ خود رفت و ام کلثوم ظاہر گردید انتہی) آے حضرات شیعہ اپنے قطب الاقطاب اور اپنے قبلہ و کعبہ کے علم و عقل و فہم کی داد دو اور شکر انکے احسان کا ادا کرو کہ ایک نکتے مین سب مشکلین حل کر دین اور سنیون ناصبیون کے اعتراض کو ایک لطیفے مین دور کر دیا اور معصومہ کی عصمت و عفت بچانے کے لیے آنکی مقارنت سے ساتھ حضرت عمر کے انکار کیا اور حضرت امیر کی قدرت اور معجزہ دکھلانے کیواسطے ایک جنیہ کا بشکل ام کلثوم کے متشکل کر دینے کا دعوی کیا حقیقت مین اس تقریر سے تمام اعتراض ناصبیون کے باطل ہو گئے اب کوئی معصومہ کی عصمت پر حرف رکھ سکتا ہی نہ کوئی حضرت امیر کو عاجز کہہ سکتا ہے نہ کوئی خلیفہ دوم کی فضیلت بیان کر سکتا ہی نہ اہل بیت کے ننگ و ناموس پر کوئی انگشت اٹھا سکتا ہی لیکن اس جرح مین اب یہ امر لائق عرض کرنیکے ہی کہ اگر جنیہ بشکل ام کلثوم کے بنا کر خلیفہ دوم کے پاس بھیجدی گئی تھی تو اولاد بھی اس سے پیدا ہوئی تھی یا کہ وہ ام کلثوم سے اور زید بن عمرؓ جو بالغ ہو کر مرا مان اسکی وہی جنیہ تھی یا ام کلثوم +

تمت

یہ کتاب دوسری بار مطبع مصطفائی لکھنؤ مین سنہ ۱۳۰۱ھ چھپی تھی جسکا قطعہ تاریخ مولوی مجیب اللہ مرحوم نے یہ لکھا تھا

از فیض طبع مہدی دین المعی عصر	مطبوع شد رسالۂ بے مثل و لاجواب
نام کتاب نیز سن طبع اے مجیب	آیات بینات رقم ساز با کتاب

۸۷۵ ۴۲۶ سنہ ۱۳۰۱ھ

اب تیسری بار یہ کتاب بجنسہ حسب فرمائش حافظ معصوم علی صاحب جنوری سنہ ۳۴ء مین بقاء نام مصنف کے خیال سے طبع کر کے شائع کی گئی۔ فقط یکم فروری سنہ ۳۴ء۔

اپریل ۱۹۳۴ء

تیسرا اڈیشن

تعداد طبع ۵۰۰ جلد

پبلشر:- حافظ معصوم علی محلہ بھدیوان لکھنؤ

مطبع:- یونائیٹڈ انڈیا پریس نیا گاؤں لکھنؤ